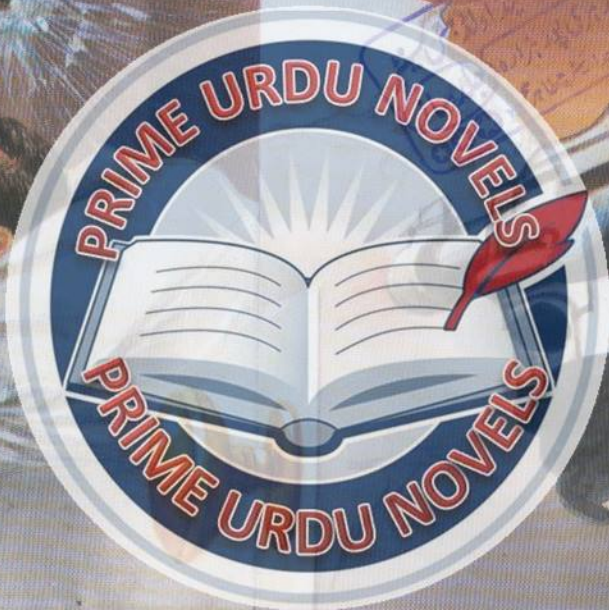
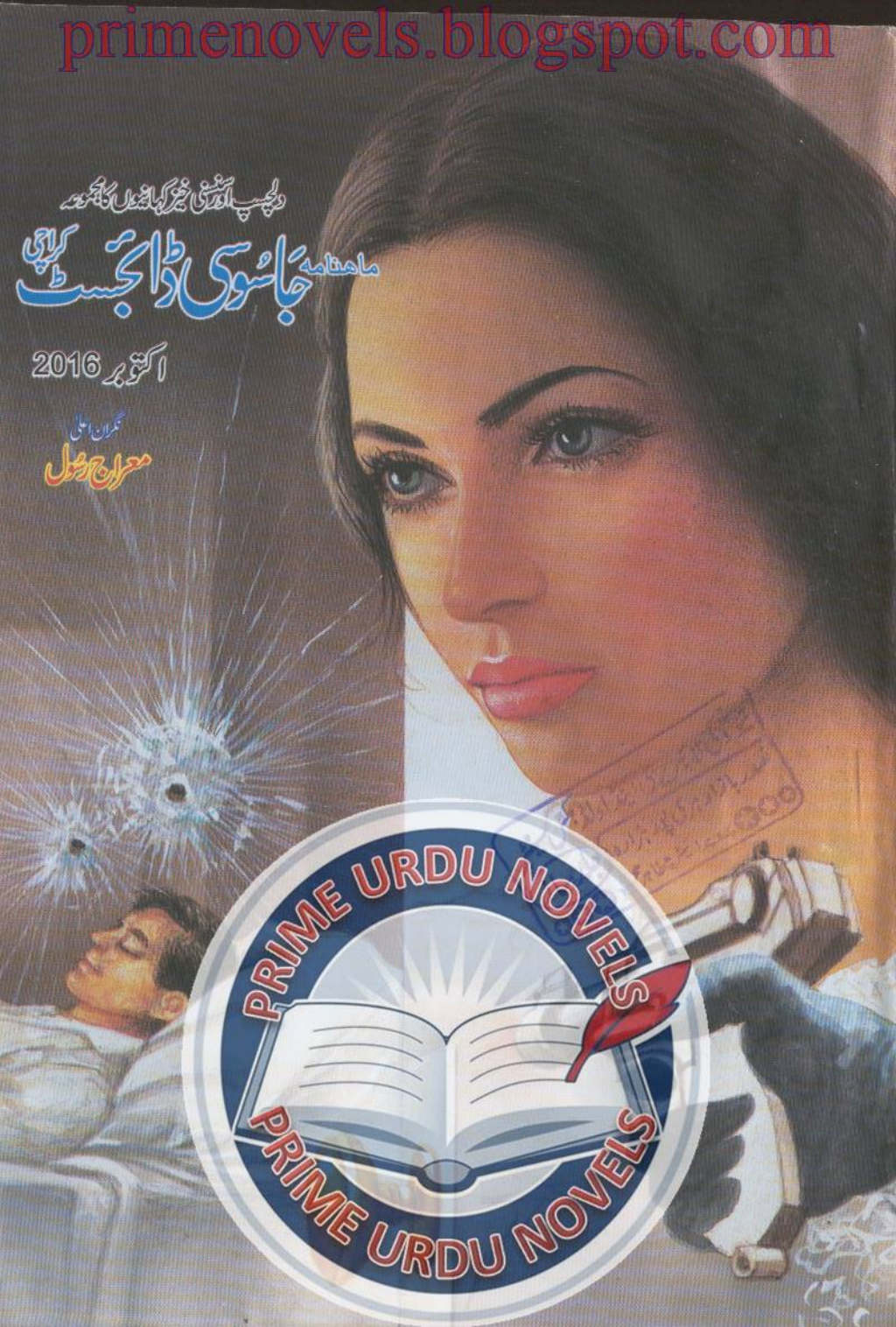


ولچپ انٹرنیٹ خیر کار خدایا

جاسوسی ڈائجسٹ

اکتوبر 2016

نمبر 1
معراج مہدی





مدیر اعلیٰ

07

چینی ہفتہ جی

فائنل کی کڑھیا کی گنج او آئینہ
نہایتیہا بہتیش عنایتیں بہت کھاتیں

یزید ہزار

اسرار و تیسیر کے لب اوسے
میں اپنی ایک یادگار کہانی

اسعدیسی

14

سلاسل

دور دور میں دل کا دور و بار کرتے
والے ماشوں کے لیے جوت کھاتے

مظاہر اعجاز شوق

77

انوکھا کا ڈیلرا

بہرسم کی دنیا میں بھروسوں کے
ورمیان ہونے والی جھٹکاش کا فرمان

تنویر ریاض

93

سید امجد

93

خدا شکر

مفسر سبکی و لغویوں سے موصول
ایک بھر یادگار دہلی کی خوش بختی

انگارے

عطر سطر برنگ بلیقی...
ایک ایورنگ اور دل گداز داستان

طلحہ جواد یوسف

96

عکس فاطمہ

141

دوہا طریقہ

ایک مجہرسم کے انوکھے
طریقے سے واردات کا قہرمدیر اعلیٰ
عذرا رسول

153

سرور لکرام

بار کے بھی جیت جانے والے،
متوالوں کا دل گداز ماحیرا

162

آوارہ گرد

چہرہ... سنسٹی اور ایکشن میں ابھرتا
ڈوبتا دلچسپ سلسلہ...

199

ایک سو کی خوشی

کشش قتل اور کشش زون بلی کا ہر دور
ایک شگفتہ آدمی کی شگفتہ کہانی

207

محققانِ حیات

ہر دور کا رزوا لکی سرگشت ہے
اسے کام کا معقول مساو مل گیا تھا

219

دولت کی ساری

دولت کے کیا چمن سے گدھوتی
تیسرے پیر کی سستی خلیہ کی کہانی

254

عشقِ ہرنا

وصالِ مسنم اور حق و تاح کی
کشمکش... ایک بیک آموز کہانی

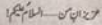
000

تراشِ خراش

اقتباسات گدھیاں سکاڑتیر اور قہر
سب کچھ آپ کی قہر میں کوہ پڑا کر لے لےپبلشرز: پروڈکٹر: عذرا رسول، مقام اشاعت: C-63 فیز II ایکسپریس ٹرسٹ، کراچی 75500
پرنٹر: جمیل حسن، مطبوعہ: ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم، کراچیجلد 46، شمارہ 10، اکتوبر 2016ء، مرسلا 800 روپے، قیمت فی پرچہ پاکستان 60 روپے
خط و کتابت کا پتہ: پوسٹ بکس نمبر 229، کراچی 74200، فون 35895313 (ایکری)، 35802551 (ایکری)، 35802551 (ایکری)
E-mail: jdpgrp@hotmail.com

primenovels.blogspot.com

primenovels.blogspot.com

[illegible]

جاسوسی ڈائجسٹ 7 اکتوبر 2016ء



MEDORA OF LONDON

[illegible][illegible]

[illegible]

ہوا۔ چوہا رب بھلی صاحب کی آواز ہو کر دوسرا دھار دے۔ پھر تھی کہ اس کو دھار دے تو خاک میں جا کر رکھ دیا ہے لیکن کئی لا احترام بہت غیر متعلق تھا۔ اسی لئے کہ کاشت سے انکار ہے۔"

[illegible]

[illegible][illegible]

زیور نشتر

احمد ریس

اہلین معنات کی زینت... مشہور مصنف میں گردش کے بہترین ناول کا انتخاب

انسان کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے... ایک بے فکر آرام دہ زندگی اور چاہتوں سے لبریز خوب صورت دل... وہ دیوانہ تھا دل کش زندگی اور چاہت کا دیوانہ... چاہت ملی اور کھو گئی... مگر اس کے دل و دماغ سے نہ نکل سکی... دیوانگی بڑھتی چلی گئی... خون ریزی کا پولاد کا آغاز ہوا تو پھر چاہت... محبت اور جنون کے رنگوں میں خون کی آمیزش ہوتی گئی اور پھپھلتی چلی گئی... ایک کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا... سلسلہ تھا کہ دراز ہوتا چلا گیا... بھروسہ خود بھی اپنی محبت سے جاملا... زیر زمین جا سویا... لیکن خون ریزی کے آثار ہو نیس چھانے رہے... ایک اسرار تھا معما تھا... ایک دلیرا... ناز پرو... ناز و آفریں لیکن سب کچھ ڈاکٹر کی مشکلات کی پونہ لگی جو ہفت رنگ اسرار میں الجھ کر سب کچھ ہارنے چلی تھی۔

ایک ہی نشست میں پڑے جانے والے ڈاکٹر نزل کے سنٹی فیڈ موز

اوہ گاؤ، ہاشی کس طرح مراجعت کرتا ہے؟ ہاشی کی لٹلی اپنا کج بخت بن کے سامنے آجاتی ہے، خیر حرام ہو جاتی ہے، ہاشی حال میں تبدیل ہو کر لیٹی پر ماس کوڈر آلوارڈ ہے، ہاشی کی لٹلی کو بھون بھی کاش لٹلی سے وہ پلٹ کر سامنے آئی ہے اور حقیقت ادا کرنی پڑتی ہے۔
آہنی کی عورتی سے ڈاکٹر بھری ٹینا کا ہار پارنگ لاٹ میں بڑی رسم کوکب رہا تھا۔ کیوں؟ آفریں، کیسے... اتنے برسوں بعد... اسے تھانے کے لیے ہاشی کی لٹلی بدروس بن کے لوٹ آئی تھی۔
ہمارے لوگ ملائے کوئی دس دو سو کے مطابق روٹن اور مٹل صاف ہونا چاہیے تھا لیکن کچن چاہے کچن سادہ یا دلچسپ سب ملائے پر جم چکے تھے۔ بعد ازاں جو چند برسا تو بھل گئے کہ کدیاں ٹھیک کا ملائیک ایک کے کمر جا چکا تھا۔ ٹینا کا تھکاؤ اور تبدیل کیا اور ڈینک پر پڑے خدا کو گھورا جیسا کہ بقیہ کل اسے معمول ہوا تھا لیکن بیسوی طرز و حدیسی میں بیکل ٹرولر دیکھا کر اور غلط کا فضا کے ڈیس میں غوطہ زن ہوا۔ خدا استقبال لے کر گئی تھی اس لیے ایک دن کل آچھا۔
خدا پر پیچھے والے کا نام اور پتا دیکھ کر ٹینا کے دماغ میں دور رس خبر کے کی مٹنی گئی۔ خدا جرنل کی کوٹا کوٹا ناری ایٹ لادی جانب سے تھا۔ ٹینا کا لٹی مرتبہ خدا پر مدد چکا تھا۔ کرسی میں پیچھے کی جانب کر کے اس نے ایک بار پھر خدا کھولا۔
ڈیز 13 ٹینا کا

جاسوسی ڈائجسٹ 14 اکتوبر 2016ء



پر "میر سچویشن" پر کم توجہ دی جائے یا اس کا لحاظ ہی نہ کیا جائے۔

وہ خوب جانتی تھی کہ شاؤناور ہی سہی، لیکن جی پی جی
پبلک جینکے بیٹے ہی سر اٹھا لیتی ہے۔ اٹین اور برائن کی عمر ابھی
آٹھ لیس برس تھی۔ وہ صحت مند تھی، سوائے چنے کی تکلیف

ڈاکٹر گائے نے مخصوص لوٹن میں ایک بار پھر ہاتھوں کو مسلا۔ دیگر نرسز بھی الٹ تھیں، وہ سب ایک ٹیم کی شکل میں نخل کے ارد گرد کھڑے تھے۔

کیٹ کی لگاواہ ماسک میں پیچھے چروں سے ہوتی ہوئی
 ڈانڈا لگائے ہوئی۔ آپریشن قیصر میں اس کا بچہ لگاواہ جودھ
 غیر موزوں نظر آتا تھا تاہم آلات جراحی اس کے چوڑے
 بچے سے ہاتھوں میں پکڑنے کو شروع کر دیا ہوا کرتے تھے۔
 مہرجن نے اپنا ہاتھ فرنس سینڈی کی جانب ہوا لگاوا
 کہہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سینڈی نے (scalpel)

اس کے ساتھ یہ رکھ دیا۔ سترجن سے سترجن کے پیٹ پر پہلا
 کٹ لگا یا سرخ کٹ دیا۔ روٹی (ڈالٹر گائے کے ہاتھ ماہر
 چانٹ کے ہاتھ رکھتے ہیں۔ یہ ہم انہی کے ساتھ
 کام کر رہی تھی۔ کیٹ کی سات اہلیں کے ہونے کو بھی
 سب سمجھ چکے تھے۔ کوئی بھراؤں اتنی نہیں تھا۔ کیٹ انکی
 صورت حال کو انجائے نہ لے سکی۔ سب بڑھاپہ کنٹرول
 تھا۔ انکی کامیاب صورت حال میں کارڈ ایک موٹر کی
 بجلی موٹر ایک اساس (بلیک) تھی۔

ڈاکٹر گائے گہرائی میں کٹ کر رہا تھا جہاں چربی کی
تہ تھی.....

”مخلط میں کھنچاؤ ہے، کیٹ۔“ اس نے کہا۔
 ”میں دیکھتی ہوں۔“ کیٹ نے جواب دیا۔ وہ

دو بیات کی طرف مڑی۔ ایک چھوٹی دراز پر لیٹ گیا تھا۔

کی پیشانی پر کبیر نمودار ہوئی۔ "اٹنی؟ یہاں ایک داخل اور
 ہونی چاہئے گا۔ پکڑو دیکھو۔"

”خیرت ہے۔“ سیٹھی نے کہا۔ ”کل شام میں نے
 پورا اسٹاک جک کر لیا تھا۔“

”اس وقت یہاں ایک ہی واکل ہے۔“ کیٹ نے

دوا کو ایتنا اثر دکھانے کے لئے اس کا مزہ دیکھ لیا۔

ڈاکٹر گائے، چربی سے نمٹ کر عضلات تک پہنچا تھا۔

”کیٹ، کھنا ڈا بیک ہے۔“ وہ بولا۔
کیٹ نے گھڑی کی جانب دیکھا۔ دو منٹ سے

”کچھاڑ ہونا چاہیے؟“

”نہیں، کچھ بھی نہیں۔“

کیٹ نے فرس اپنی گوتھبیہ کی کہ دوسری داگل کی ضرورت پڑ

گردن یوں گھومی جیسے کرنٹ لگا ہو۔ اسکرین پر نظر پڑتے

ایلیں اور اُن کی حرکتِ قلب بند تھی۔

آئے ہیں مجھے لڑے ہیں اگر افریقی ہیں سی۔ بند
آواز میں احکامات دیے جا رہے تھے۔ انسٹرمنٹ ٹرے کو

ایک طرف ہٹایا گیا۔ چروں پر مارک کے باوجود کسی اور

معاذ اللہ! ایک فیصد دہشت ظہور پذیر ہو چکی سی۔ وہ دہشت، جو ہر انسان کو جسٹس کے لیے ایک بھیاں بن

خواب کی کیفیت رخصتی ہے، یہ کپڑے کی پیشہ ورانہ زندگی کا بدترین لمحہ تھا۔ وہ چٹخے اعصاب کو سنبھالنے کے لیے خود سے

ٹوری می۔ ایڈریسین کی مٹی دامن رکھتے ہوئے اچکھٹ
کر دیے..... پہلے آنی وی لائن میں پھر براہ راست ایلن

جگمگاتی صفائی کا مکمل نظام



primenovels.blogspot.com

تھی، وہ اسے اصرار ثابت نہیں کرتی۔ میں صرف ایک ہی سراپا تھا اٹھا۔ سوک پر کار کرنے والے کاروبار نے ایک گورنٹ بھانجے دیکھا تھا۔ وہ لاٹ لگات لگات میں کی۔ موسمِ غراب تھا۔ بارش کے ساتھ اترتے اترتے تھے۔ ہم اس نے انتظار کیا کیا کسی کی دھنیں سر رہیں۔

”اس اشارے سے تم نے کیا حاصل کیا؟“
 ”میں کبھی نہیں۔“ ہنسی نے اعتراض کیا۔ ”میں نے آس پاس چھان بین اور پھر مجھے کینیک فرما سیکل کو بھی چھانا۔ لیکن کوئی تھیں نہیں نکلا۔ مگر اپنی رشک ہو گیا۔ اس کے بال بھی سرخ تھے۔ اس وقت کینٹ شہر کی دھارے پاس واقع ”بریک“ ہے۔ وہ وہاں کو کچھ بھی گیا۔ آرسے، کینٹ کے بیان کے مطابق اسے جاسے تھا۔ مگر یہ ایک بھڑکی کج اخبارات میں شائع کر دیا جاسے گا۔“

”کینٹ کے قتل کے لیے تم نے کیا اقدام اٹھائے ہیں؟“
 ”وہ میں نے سوال کیا۔“
 ”دو ہفتے ہوئے۔“ ہنسی نے ان کی بڑبڑ کا ہر چہ کہنے بعد وہاں سے گزرتی رہ گئی۔

”یہ کاشی کی کیا ہے؟“ ہنسی نے اعتراض کیا۔
 ”کوئی نہیں جانتا کہ وہاں پر ہے۔“
 ”عام آدمی نہیں جانتا گا۔“ ہنسی نے پرسش کے لیے کوئی دھاری نہیں۔ مزید یہ کہ کینٹ کا بیگ بھی گاٹا اس کے ہاتھ لگا تھا۔ مطلب اس کی طوالت میں مزید اضافہ ہو چکا ہے۔ اس کی انگریزی اس بات سے عیاں ہے کہ اس نے رشے سے دن رات سان فرانسسکو لائٹنگ کمپنی کی اس بات ان کو روانہ ہو جانا تھا۔ قاضی کی بھرتی اور ملکات مکمل تھیں۔ اس نے بے دردی سے اس بات ان کا کام تمام دیا۔ دوسری بات اس کو خطرے کا احساس ہو گیا تھا۔

”سوال ہے کہ گھر سے کی تو کینٹ کی؟“ ہنسی بہت بھارتی تھی۔ ہمیں اس پیغام کو بھانپ لینا چاہیے جو اس نے کینٹ شہر کی لیے چھوڑا تھا۔

”پیغام اس نے قاضی کو دیا ہے۔“
 ”کوئی سلسلہ نہیں ہے، کینٹ، پیغام میں بھی کئی اور اس نے لفظ بلفظ جھٹھے پیغام کیا ہے۔“
 ”تم دو کات چھوڑ کر سراغ رسائی میں کیوں نہیں آجاتے؟“

”میں جہاں ہوں ٹھیک ہوں۔“ ویسے اچھا وکیل جاسوس کے اندیشہ ہوتا ہے۔ ”نہیں تم نے جواب دیا۔“

”تم اپنا متعلق پیش کیوں غراب کر رہے ہو؟“
 ”کینٹ کی وجہ سے۔“
 ”میرے ساتھ کچھ اصول ہیں جن کے بارے میں صرف میں جانتا ہوں۔ میں میرٹ پر ہے تو کچھ نہیں دیتا۔ مجھے یہ کہنے میں یقین ہے کہ کینٹ نے اس میں کیڈز کر دیا تھا۔ تاہم میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ کینٹ سے اسپتال میں ملنے کے بعد، ملک کی تحقیقات نہیں رہ جاتی۔“

”کیا ایک؟“
 ”نہیں کہ وہ یہ تصور ہے۔“
 ”کیا تم اور میں اس کی چھوڑ دو گے؟“ ہنسی نے سوال کیا۔

”نہیں۔“ اور یہ فیصلہ کرنے میں مجھے کوئی غلط نہیں ہے۔ میرے پاس کافی خواب اکٹھے ہو چکے ہیں۔ مجھے سمجھ میں ہے کہ کاشی کا نشانہ ان کینٹ سے گھبراہٹ سے تھانوں کا فخر ہے۔ جوتے میں چند باتیں اور ہمیں بتا رہا ہوں کیا بات ہو گی۔

”بالکل۔“ ہنسی نے ہنس کر کہا۔
 ”کینٹ نے مجھے بتایا کہ EKG کا ریکارڈ کسی نے تبدیل کر دیا تھا۔ ہمارے اس نے بتایا کہ چارٹ میں جو EKG موجود تھا، اس پر کینٹ کے دستخط تھے۔“

”مطلب کسی نے کینٹ کے دستخط کو مٹا دیا ہے۔ تیسری بات EKG کے مطابق۔“ مطلب جی EKG کے مطابق اس کو دل کی کیفیت تھی اور اسے دل کا دورہ پڑا تھا۔ بات لگتی ہے کہ کاشی نے کینٹ کی جان کے والدین کی کینٹ کے جانے سے ہو چکی ہے۔ ہمیں کوئی سراپا تھا اگر تو یہ ایک اچانک کے بعد سے ہی اٹھا ہے گا۔ ”نہیں تم کو ہو گیا۔“

”شکر ہے دوست۔“ ہنسی نے ہاتھ بڑھایا۔
 ”مزید یہ مطلب کہ اس کی گولش کر دے گا۔ قاضی نے کیمرہ چٹا چٹا کر اسے دیکھا تھا۔ سان فرانسسکو جاری ہے۔ باوجود اسے غراب میں تھا۔ یا اسے اڑ پورٹ سے۔“
 ”یا مگر اسپتال سے کسی نے اسے لائن دی ہے۔ یا میں اس اتفاق تھا کہ وہ روانہ ہونے سے پہلے ہی ماری کی گولنگ۔“

☆ ☆
 کینٹ، مسائل پر اپنی ہیئت میں ہاتھ نہ لے رہی تھی۔ نارمل کے درمیان کی خوشبو، برقعوں اور ہلوں کا غور۔ اس نے دیکھتے کے بعد کچھ نہیں کیا تھا اور ہاتھ نہیں کر رہی تھی۔

”دفتر کا ایک اور ایسا نے قتل کیا۔ احساس تھا کہ وہ وہاں پر تھا جس سے۔ کوئی اور بھی اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ احساس اتنا جھکی تھا کہ وہ بیٹے پر بھڑھو ہوئی۔ کینٹ نے حیرت سے دیکھ کر کو دیکھا۔ اس نے جین اور کاشی شرت پہنی ہوئی تھی۔ شرت کی آستین اوپر چڑھی ہوئی تھی۔ سال ہوا میں اس پر ہتے۔

”رین میں خاموشی مگڑا تھا۔ دونوں ہاتھ میٹوں میں تھے۔“
 ”تم کب پتھنہ کاٹی مشکل ثابت ہوا۔“ بالآخر وہ بولا۔

”روپوش ہونے کا مرکزی خیال یہی ہوتا ہے کہ کوئی غریب مقام تک نہ لے۔“ کینٹ نے کہا۔
 ”رین کے لیے اس طرح کا فخر قابل جا رہا ہے۔“ اچھا خیال نہیں ہے، یہاں ستائے میں سال پر مشابہت اٹھ رہا ہے۔

”ہاں شاید۔“
 ”کینٹ نے کاشی پر ٹوکی لینا اور اس کا کرکٹ کر رہی ہوئی۔“ کاشی نے کہا۔
 ”کاشی نے کاشی پر ٹوکی لینا اور اس کا کرکٹ کر رہی ہوئی۔“ کاشی نے کہا۔

”کونٹروورسی میں ہمارا سامنا نہیں ہوگا۔“
 ”میں اس کے قریب میں تھا۔“ کاشی نے کہا۔
 ”میں اس کے قریب میں تھا۔“ کاشی نے کہا۔

”میں اس کے قریب میں تھا۔“ کاشی نے کہا۔
 ”میں اس کے قریب میں تھا۔“ کاشی نے کہا۔

☆ ☆
 کینٹ، ساکت کھڑی، اس کی آنکھوں میں دھندلی رہی۔ اس نے ہنسی دیکھ کر اسے اٹھائے اور دونوں کو بے خودی سے دو جا کر رہا۔ کینٹ نے اس کی طرف دھڑکا۔

”کینٹ کے پیچھے پیچھے وہ جگہ میں آ گیا اور ڈھونڈنے کے قریب ایسا وہ کرکٹ کا بازو لے لگا۔“ کاشی نے کہا۔
 ”کاشی نے کہا۔“ کاشی نے کہا۔

”کاشی نے کہا۔“ کاشی نے کہا۔
 ”کاشی نے کہا۔“ کاشی نے کہا۔

”کاشی نے کہا۔“ کاشی نے کہا۔
 ”کاشی نے کہا۔“ کاشی نے کہا۔

”کاشی نے کہا۔“ کاشی نے کہا۔
 ”کاشی نے کہا۔“ کاشی نے کہا۔

”کاشی نے کہا۔“ کاشی نے کہا۔
 ”کاشی نے کہا۔“ کاشی نے کہا۔

”کاشی نے کہا۔“ کاشی نے کہا۔
 ”کاشی نے کہا۔“ کاشی نے کہا۔

☆ ☆
 کینٹ، ساکت کھڑی، اس کی آنکھوں میں دھندلی رہی۔ اس نے ہنسی دیکھ کر اسے اٹھائے اور دونوں کو بے خودی سے دو جا کر رہا۔ کینٹ نے اس کی طرف دھڑکا۔

ہے۔ کم از کم مجھ سے بہتر ہی ہے۔ وہ مجھ سے زیادہ لٹڈا کا خیال رکھ سکتا ہے۔۔۔۔۔" زین سم خاموش ہو گیا۔

خارت ہو جائے گا۔" کیٹ مسکرائی۔
 "تم میڈیکل کے شعبے میں کیسے آہیں؟" وہ جواب
 میں کہہ مسکرایا۔

رین سم نے سوچا کہ کاش وہ یہ سوال نہ کرتی۔
 "ایک بیٹا۔" اس نے مختصر جواب دیا۔
 "کتنی عمر ہے تمہارے بچے کی؟"

”وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔“ اس نے دک کر سپاٹ
آواز میں جواب دیا۔ ”نوحا“ کی موت کا خیال ہی اسے
اداس کر دیتا تھا۔ اس سے پہلے کہ کیٹ اٹھارہ روز کی ہو،

اس نے جلدی سے موضوع تبدیل کیا۔۔۔۔۔ لیٹ بھی رہی
الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔
”غیر، چھوڑو۔۔۔۔۔ میں پھر کنوارے کی طرح

ہوں..... میرا خیال ہے کہ مجھ جیسوں کے لیے یہ اچھا ہے۔
میرے پیشے کا تقاضا ہے کہ میں اپنی توجہ وہیں مرکوز رکھوں۔“

”لیکن عموؤ، کیا تمہارا ارکاڑوٹ جسکی کیا ہے؟“
 ”ہاں۔۔۔۔۔“ فریڈم نے ہنسی سانس بھری اور ہنر
 آنکھوں میں جھانکا۔ ”خیر! منسوب تھا۔ نہ کوئی ارادہ۔۔۔۔۔“

حقیقتاً میں پہلی ملاقات کے دوران میں ہی بے بس ہو گیا تھا۔ تم بتاؤ، تم نے شادی نہیں کی؟

”نہیں۔“ کیٹ نے دوسری طرف دیکھا۔ ”ایک ملا

تھا۔ شاید شادی ہو جاتی لیکن پھر ہم ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے گئے۔ (پہا ہوا)۔ عادات اور حراج کا قیل از وقت علم ہو گیا تھا۔" کیٹ نے ٹھنڈی سانس بھری۔

”مگر انہم نے کیریز کو محبت پر ترغیب دی؟“
 ”میں جانتی ہوں کہ یہ معاملہ سو فیصد علی کیریز سے متعلق نہیں تھا۔“ وہ پُر خیال انداز میں بولی۔ ”لیکن تم اسے

بارے میں کیا کہتے ہو؟ میرا اشارہ اللہ کی طرف نہیں ہے۔ "وہ غمگین۔" میرا مطلب موجودہ صورت حال سے متعلق ہے۔"

”کیٹ، میں صرف ایک کیس سے دستبردار ہو رہا ہوں..... وہ بھی حقائق کی بنیاد پر۔“ رین سم نے جواب دیا۔

”تمہارا مطلب ہے..... سچ کی بنیاد پر۔ کیا صرف سچ؟“ کیٹ نے نیلی آنکھوں میں جھانکا۔

”بہت مشکل سوال ہے..... اس کے ساتھ ایک سچ

اور جڑا ہوا ہے۔ کیا تم سننا چاہتی ہو؟“
 ”نہیں۔ میں سمجھ گئی ہوں، سننے سے حقیقی لطف
 جاسوس ہی ڈانچوسٹ

ماحمہ سے لے کر نیکل پر رکھ دیا۔

”کافی ہے۔ آؤ تمہارا کمراد کھادوں۔“

دوئوں کھڑے ہوئے۔ کیٹ کی آنکھوں میں دھسکی کا
نمار تھا۔ دل وحشی پھر مچلنے لگا تھا۔
کھڑکی بند تھی لیکن ہوا کے جھوکے اس کے ساتھ چھینچھین

”میرا خیال ہے کہ بستر پر چلنا چاہیے۔“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں گویا ہوا۔

”وہاٹ؟“
اس نے کھنکھار کے گھا صاف کیا۔ ”میرا مطلب
..... تم اسنے اور میں اسنے بستر پر۔“

”لیکن تم چاہتو“
”میں چاہوں..... کیا؟“

دووں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ شب تہائی،

کوئی پیار تھی، مگر یہ تھا، کھٹکتی تھی۔ بچنے کے بعد بھی دونوں
 بے مشغول تھے۔۔۔۔۔ اک آگ بھی سینے میں لگی ہوئی۔ طوفان
 تھا دھڑکنوں میں۔ کچھ وقت ہذا اب جاں۔ گزرا پھر اس نے

”ہاں، بستر پر جانے کا وقت ہے۔“ کیٹ نے سرگوشی کی۔

دونوں نے بیک وقت مخالف سمت میں حرکت کی۔
ہندار خودی گویا حد سے بڑھ گیا۔ دونوں سوہوم امید کے
ساتھ قدم بڑھا رہے تھے۔

کیٹ کی سانس رک گئی۔ ”ہاں؟“

سے گہرائی میں جاگرا۔ وہ چلا گیا۔ کیٹ اتنا ہی جان بائی کہ

و چاک کر بیاں کیا ہے..... مگر نیرنگی تم پہ مسکرا کے گیا ہے۔
تتا جان جانا بہت زیادہ تھا۔

کیٹ کو اپنے کمرے میں مجھے کافی دیر ہو گئی تھی۔
 نینم اپنے کمرے میں بیٹھا سوچوں کے گرداب میں
 ڈوب رہا تھا..... ڈوب کے ابھر رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اب

جاسوسی ڈائجسٹ
logspot.com

زیادہ نشتر
حضرت اسحاق علیہ السلام کی کہ اس کے دل و دماغ پر چھائی
گئی۔ وہ یہ سمجھا ہوا تھا کہ یہ قلعہ ہے۔ مگر ازم اس وقت
تک، جب کہ وہ "ادراہان کس" کی قافلہ خانہ کے دروازے پر اترنے
کے حوالے نہیں کرتا۔ قانونی و اخلاقیات کے تحت اس کے
والدین اب تک اس کے کاغذات سے اسے پہلے بھی
انٹرنیٹ پر ذرا عرصہ کی میں اس معاملہ کو حل نہیں ہو سکا
تھا۔ لیکن اس کے خاں سے اس کے خاں سے پہلے نہ ہو سکا
تھا۔ لیکن اس کے خاں سے اس کے خاں سے پہلے نہ ہو سکا
اس کی ہر کوشش نامکمل ہو گئی۔

وہ اذکار کے سے کہہ کر لائے گا۔ وہ میری جانب
کہتے اپنے کمرے میں ستر پر کر دینے بدل کر لیا۔
میں نے اس کے سے میں نے اس کے سے میں نے اس کے سے

لکھنؤ۔

☆ ☆ ☆
آگے جا کر کھڑے ہو کر کہو کہ آج میں نے

دستک دے رہا تھا۔ اسے یاد آیا کہ وہ ڈیوڈ کے ساتھ ہے۔
کھڑکی سے روٹی اندر آ رہی تھی۔ وہ اٹھ کے بیٹھ گئی۔
”کہہ دو کہ وہ ڈیوڈ کی آواز آئی۔“

”ہاں؟“
 ”جی کی قانون آیا ہے۔ ہمدلی تیار ہو جاؤ۔“
 ”ایک مندرجہ۔“ کشت نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

”کیا ہوا؟“
”تاکڑ کی شامت ہو گئی ہے۔“ ڈیوڈ نے جواب دیا۔

☆☆☆
 ویکٹوریہ پوکی نے گھبراہٹ سے کہا: "ڈاکٹر
 شیڈی، وہ سبھی... ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ وہ جانتی ہوں؟"

کیٹ نے فونو دیکھنے شروع کیے۔ جلد ہی اس کی تیز نگاہ ایک فونو پر جم گئی۔ یہ ایک بڑا ہوا، مسخ چرو تھا۔ سب سے اہم اس کی آنکھیں تھیں۔ بے روج، سیاہ، گھبراتی ہوئی

آگئیں۔۔۔۔۔

"یہی ہے۔" کیٹ نے احمد سے کہا۔

"کوئی شک، ایسا م؟"

”نہیں، اس کی آنکھیں، میرے حافطے پر نقش
 تھیں۔“ کیٹ نے چہرہ دوسری جانب پھیر لیا۔ رین سم اور
 42 اکتوبر 2016ء

primenovels.b

”دوا کی طرف سے توجہ ہٹانے کے لیے۔“
EKG ثابت کرتا ہے کہ اس کا ہارٹ ایک ہونچا تھا۔
میرا مطلب ہے کہ باقی ہیں۔ اور وہ اس کے باوجود
اسے سر جری کے لیے لے گئے۔ کورٹ کے ڈیوٹیک یہ کل
سمیٹا ہے۔
”لیکن کیٹ، اس طرح تو براہ راست تم زخمیں آتی
ہو۔“
”بکی بات میری جی سے بالاتر ہے۔ یہاں وہاں
میرا کوئی رکن نہیں۔ کیٹ نے چیٹائی سکی۔ ”ایک منٹ،
ڈیوڈ۔“ کیٹ نے تجزیہ کیا۔

”دہات۔“
”ہاں، اس طرح میں جس جاتی ہوں اور اس کا عقل
بروڈ اسٹریٹس رہ جاتا ہے۔“ اس کی بکی چاہتا تھا۔ لیکن اس
مذہب پر وہ کچھ جانتی تھی۔ شہر کی سڑکوں سے اسے دوت
ہلاک کر دیا۔ میری جاتی میں ان کے کم از کم خیر سے بے باقی لیکن
ایک کا بیٹا میں کر رہی تھی۔ ڈیوڈ نے اسے
”کیٹ، یہ بتاؤ کہ کتنے EKG کیسے جوہل کیا ہو
کا۔“

”ہر آسان۔ سر میں کا چارٹ، بشمول EKG
سر جری سے کل راز میں ہوتا ہے۔ راز میں زموں کی
چال چل ہوتی ہے۔ سلیو کوٹ ہے۔ وہ غیر معمولی طور پر
مردوب رقی لہے۔ میں شہر کو لگتی ہوں کہ سلیو کوٹ اور
ایک سلیو کوٹ کے ساتھ ہی ایک ایک بیک پر آرام سے لیکن
کئے ہو۔“
”چارٹ سمیٹتے ہیں۔“
”بکی۔“
”ہاں، کیا ہوتا ہے؟“ بکین میں ڈاکٹر نے کا شوق
تھا۔

”اور اب ڈاکٹر کے پیچھے پڑے ہو۔“ کیٹ،
شرارت سے سگریٹی۔
”جی، ڈیوڈ کی سگریٹ۔“
”بکی، بکی۔“ اس کی جگہ پر رہو۔ میں تمہارے
کے لیے کورٹ اور تمہیں اسکو کا بندوبست کرنی ہوں۔“
”ایک منٹ اس کے ساتھ آئی۔“ ہم پر آؤ، میں سمیٹیں
لوں گی۔ اور ہاں، ڈاکٹر کی ایک جگہ کرتا۔ کیونکہ تم
ڈاکٹر ہو۔ ڈاکٹر اسے۔“ کیٹ نے بے ساختہ بائیں

”کل کے تمام کیمرو۔“ کیٹ نے کہا۔ ”ایک فخر
میں ڈالنے پر جتا چلا جاتا ہے کہ کون سے روم میں کون سا
مریض ہو گا؟ سر جری کون ہو گا؟ طریقہ کار اور
بڑھاپا کی وجہ سے کون ہو گا؟“
”بائیں کون سے روم میں تھی؟“
”دائیں جانب، دو کونسلے کے روم۔“ کیٹ،
ڈیوڈ کو کورٹ کے روم 5 میں آئی۔ اندر اس کے سر جری
تھی روم کی کورٹ کے روم کے کچھ کچھ جاتی۔
”بڑھاپا کا روم، اس طرف ہے۔“ کیٹ نے
اشارہ کیا۔

ڈیوڈ بخورڈ میں روم کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس
نے آگے بڑھ کر چھ ایک روم کی کورٹ میں۔ اس کی
کی ہوئی تھی۔ ایک میں کاچے اور ڈاکٹر جوہل۔
”کیا ان روموں کو لاک کیا جاتا ہے؟“
”ہاں، ان کی زیادہ تر کورٹ ہے۔ ایک جیرو مارکس
میں شمار ہوتی ہیں، ان کو لاک کیا جاتا ہے۔“ کیٹ نے
دوسرے روم کی کورٹ کی طرف اشارہ کیا۔
ڈیوڈ ایک بار پھر ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے
ایک دہائی اٹھائی۔ ”آگرم میں ملاوٹ کی ہو تو کتنا وقت
لگتا ہے؟“

”ایک روز سے کئی کلن کی ضرورت پڑتی تھی۔
کارٹ میں مذکورہ ڈاکٹر جوہل کی تعداد میں نہیں ہیں۔ اگر
دائیں کوٹائی کر کے کارٹ سے جاتا یا کھاتا تو دیگر بیک کا کام
منٹ سے منٹ کی کورٹ میں کر سکتا تھا۔“
”جی، آسان ہے؟“
”ہاں۔“ کیٹ کی نظر ایک جگہ بکین پر تھی۔
”سر جری میں مل طور پر ہمارے روم پر ہوتے ہیں۔ میں
نے بھی نہیں سوچا تھا کہ پریکٹیکل پر بھی کیا کیا جا سکتا
ہے۔“

”اگر EKG ایک تھا تو میری فرض کر پڑے گا کہ
اس میں صرف اس لیے ماری کی کڈھوہ دوا میں ملاوٹ کی گئی
تھی دوا نے کام نہیں کیا۔ تم نے جب دوسری دواں کی
ضرورت کا احساس دلایا تو کورٹ دوا میں نہیں تھی اور اس
کے استعمال کی فہمیت بھی نہیں آئی، کیا یہ ایسا ہی تھا؟“ ڈیوڈ نے
سوال کیا۔
”ہاں، اس کے سوا کوئی وجہ دیکھ میں نہیں آئی۔“
کیٹ نے سر جیرو اشارہ کیا۔
”لیکن پھر EKG کی تہہ میں کیا کیا؟“

”کھینٹے ہیں۔“
”رک جاؤ۔ کیا کہہ رہی ہو؟ میں کھینٹے نہیں کیا ہوں
دلا تھا؟“
”کیٹ نے ڈیوڈ سے آگے چارکس اور بولی۔
”مرڈر۔“
☆ ☆ ☆
ڈیوڈ پھر ایک لاک تقریباً خالی تھی۔ اتوار کی رات
تھی۔ آٹھ تھیں، دو بج رہے تھے، جب ڈیوڈ کی بی، ایم،
ڈیوڈ اپنا کمرہ کے ڈیوڈ کے روم میں داخل ہوئی۔ لابی کے
قریب گاڑی روک کر اس نے کیٹ کی جانب دیکھا۔
”ایک بار پھر سوچ لو مجھے کتنے لگن کریم کچھ حاصل
کر چکا ہوں گے۔“ اس نے کہا۔
”مجھے کوشش کرنے دو۔“ کیٹ نے سر جیرو انگریزی
تفان کی طرف دیکھا۔
”اگر کوشش کرنے دو۔“ ڈیوڈ نے گاڑی کا
دروازہ کھولا۔ لابی کے کمرہ کے ڈیوڈ کے لاک تھے۔ دونوں
انگریزی روم کے داخلہ دروازے کے کڑا کھٹکا گاڑے
آئے۔ وہاں ایک یوزر جامیٹیں کھاس رہا تھا اور ایک بچی
ماں کی دو کھینٹیں چار کی۔ وہاں ایک ہی بڑی بچی جو کون
بات کر رہی تھی۔

دونوں باہر انداز میں ڈیوڈ کی طرف بڑھ گئے۔
ڈیوڈ نے سوالیہ نظروں سے کیٹ کو دیکھا۔
”کیٹ، کیٹ کی بات ہے۔“ کیٹ نے آہستہ سے کہا۔
”لیکن میں۔“
”دو کھینٹیں سے اوپر میرے ساتھ ہو۔“
”کیٹ، کیٹ۔“
”ڈاکٹر پر ہو گی۔“ اپنا ہاتھ، آخر کتنے گاڑ
ہوں گے۔“ کیٹ نے کون کی ڈیوڈ نے شانے پکڑے۔
دونوں ایک منزل پر آئے۔ وہ جگہ جگہ پر ڈیوڈ
میں آ رہی تھیں روم کے ڈیوڈ کی جانب رواں تھے۔ جی سے
”فریڈم سٹیشن“ کا نشانہ موجود تھا۔
”کیٹ، کیا تم جانتی ہو گے؟“ ڈیوڈ نے استہزا کیا۔
کیٹ نے بطور چہرہ پر چند قدم بڑھا لیے۔ دور
میں ایک انداز میں چل کر کھینٹے گئے۔ ”نو پر اہم۔“ کیٹ
سگریٹ۔

اندھرم روشنی تھی۔ کیٹ نے ایک دیواری طرف
اشارہ کیا۔ ”جہاں آگے روز ہونے والی سر جری کا ٹھیلہ
آ رہا تھا۔“
”کیٹ، کیا وہ جگہ چار ہے۔“ ڈیوڈ نے کہا۔
”کیوں؟ کیا وہ جگہ چار ہے؟“
”دو میرا کوئی کھینٹیں چار ہیں۔ جتنا اسے بتا
دیا، یہ بھی بہت ہے۔ ویسے بھی بہت عرصے بعد نے
تھے۔ میں نہیں جانتا، اس دوران اس کے خیالات میں کیا
تبدیلیاں آ چکی تھیں۔ ان کو کون کا بنا پڑتا تھا کہ ہوتا ہے
اسے اپنے منادات کا خیال بھی رکھنا ہوتا ہوگا۔ اس کے کئی
بچے ہیں۔ ایک طویل عرصہ ہو گیا ہے اسے۔ اب اس عمر
میں خود آواز کے خطرات مول لینے کی اسے کیا ضرورت
ہے۔“
”کیا وہ ایک ایچا کوپ (COP) نہیں ہے؟“
”ایچا کیٹ نہیں ہے۔ لیکن میں اسے رینج نہیں
کے سکتا۔“ ڈیوڈ نے صاف کوئی کا تھا۔
”کیا وہ ایٹن کے سامنے سے نکلتی ہیں؟“
”کے سکتا ہے۔“ ڈیوڈ نے جواب دیا۔ ”کیٹ، کیا یہ
ہے کہ میں خود بھی، ابھی تک ایک کون نہیں میں طوٹ
کرتے ہیں؟ کیا تم جانتی ہو؟“
”یہ عجیب نہیں ہے، ڈیوڈ، ایک سر جری کا سائنسٹ
تھا؟“ کیٹ نے کتا اٹھا۔
”کیٹ، ہم اس سے کیا بات کر سکتے ہیں؟“
”لیکن میں یہ بات کرتا ہے۔ تاہم میں نہیں جانتی کہ
میں یہ کیسے کر دوں گی؟“ کیٹ نے بدلی سے کہا۔
”اگر۔“ ڈیوڈ نے کوئی سانس لی۔ ”ہم کچھ
جانتے ہیں کر سکتے۔“ مطلب یہ تھا۔ لیکن ہم یہ سوچ
سکتے ہیں کہ یہ جانتے تھا۔
”فریڈم سٹیشن؟“

”ڈیوڈ نے سر دیا۔“ ڈیوڈ کو سر دیکھ رہا تھا۔
آؤی تھا۔ میں سر جری کے بارے میں جانتا تھا۔
کسی کو اپنا نہیں بلکہ کرنا چاہتا ہے۔ اب تم کتنے
تاؤ۔“ قدم بہ قدم۔ وہ کیے وہاں آئے گا اور کیا کیا
کرے گا؟ کیا کر سکتا تھا؟
کیٹ کی کھینٹیں کون تھیں۔ اس نے ٹوٹی سے باہر
دیکھا۔ ”میرا خیال ہے کہ۔۔۔“ وہ روک کر فور سے
اخبار فریڈم کے کورٹ کی کھینٹیں۔ وہ گاڑیوں کے درمیان کا
اختیار فریڈم رہا تھا۔ دو دو چاک بولی۔
”بائیں اتوار کے روز اپنا کمرہ میں ایڈمٹ ہوئی
تھی۔“ کیٹ، گویا خود سے باتیں کر رہی تھی۔ ”مجھے یاد
ہے۔ رات کے آٹھ بجے تھے اور میں کھینٹے میں، ہاں دس

جاپانی عورت کی آنکھوں میں دلچسپی کا عنصر ابھر کر

2016 اکتوبر

”ایک آخری سوال، بیگی۔ اگر تم برانہ مانو؟ اگر تمہارا کوئی مریض جانبر نہ ہو سکے تو تم کتنے عرصے تک

”کیوں۔ ایسے مریضوں کا ریکارڈ الگ رکھا جاتا ہے۔“ کلرک نے ایک بند دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

بڑھ گئے۔

”آپ لوگ بیٹیں، میں لانا ہوں۔ آپ کو ڈھواری پیش آئے گی۔ وہ بند دروازے سے عقب میں غائب ہو گیا۔ لڑکے نے اپنے میں زیادہ وقت نہیں لیا۔ اس کے ثراوت دیکھ کر دونوں سناٹھے۔

”پارٹ وہاں نہیں ہے۔ لڑکے نے اسطمان کیا۔

”پتال سے کیسے ہو گیا؟“ ڈیوڈ نے اسے گھور کر دیکھا۔

”بعض اوقات مریض کے لواحقین بھی کاغذات کی گمشدگی کا باعث بن جاتے ہیں۔“ لڑکے نے دفعتی انداز اختیار کیا۔ وہ دوبارہ کیمپور پر آیا۔ ”یہ کیسے۔ قابل دم میں چرسٹ ہے وہ یہاں دیکھی جا سکتی ہے۔ لیکن وہ پارٹ وہاں نہیں ہے۔“

”یہ کچھ گولا“ کاٹان کیا ہے؟“ ڈیوڈ نے کیمپور میں پھر نظر ڈالا۔

”یہ کچھ گولا“ کاٹان کیا ہے؟“ ڈیوڈ نے کیمپور میں پھر نظر ڈالا۔

”یہ کچھ گولا“ کاٹان کیا ہے؟“ ڈیوڈ نے کیمپور میں پھر نظر ڈالا۔

”یہ کچھ گولا“ کاٹان کیا ہے؟“ ڈیوڈ نے کیمپور میں پھر نظر ڈالا۔

”یہ کچھ گولا“ کاٹان کیا ہے؟“ ڈیوڈ نے کیمپور میں پھر نظر ڈالا۔

کلویک میں سے کھرا نظر آ رہا تھا۔ پرانا چمپ رائٹر، سال گزری ہوئی چیز۔ کیٹ کو تمام غلامیں نظر آ رہی تھیں جو کھاسی کر رہی تھیں۔ کیا کیٹ کا کام مکمل ہو چکا تھا جسے معروف ہے۔

”میں نے ابھی تک پیسے وصول نہیں کیے۔“

”کیوں نہیں کیا؟“ ڈیوڈ نے ہنسنے لگا۔

”مجھے نہیں معلوم کہ تم اپنی پرنسپل سے کتنا رشتہ چاہا ہے۔“

”تم جانتے ہو کہ ڈیکٹر مراد چارٹ میں پیسوں کو مطلوب ہے۔“

”کیا تو نے فیملی میں سہارا۔“

”یہ تمہیں یاد رکھنے تالی ہے۔“

”میں اس بار ڈیوڈ میں نہیں ہوں کہیں تک پہنچ سکوں۔“

”وہ دیکھتا ہے؟“ ڈیوڈ نے اسے دیکھا۔

”یہ کچھ گولا“ کاٹان کیا ہے؟“ ڈیوڈ نے کیمپور میں پھر نظر ڈالا۔

”کیٹ؟“ ڈیوڈ اور ڈیوڈ دونوں چنگے۔

”چنگے؟“ ڈیوڈ نے اسے دیکھا۔

”میں اس بار ڈیوڈ میں نہیں ہوں کہیں تک پہنچ سکوں۔“

”وہ دیکھتا ہے؟“ ڈیوڈ نے اسے دیکھا۔

”یہ کچھ گولا“ کاٹان کیا ہے؟“ ڈیوڈ نے کیمپور میں پھر نظر ڈالا۔

”یہ کچھ گولا“ کاٹان کیا ہے؟“ ڈیوڈ نے کیمپور میں پھر نظر ڈالا۔

”یہ کچھ گولا“ کاٹان کیا ہے؟“ ڈیوڈ نے کیمپور میں پھر نظر ڈالا۔

”یہ کچھ گولا“ کاٹان کیا ہے؟“ ڈیوڈ نے کیمپور میں پھر نظر ڈالا۔

”یہ کچھ گولا“ کاٹان کیا ہے؟“ ڈیوڈ نے کیمپور میں پھر نظر ڈالا۔

”یہ کچھ گولا“ کاٹان کیا ہے؟“ ڈیوڈ نے کیمپور میں پھر نظر ڈالا۔

کاٹانہ سنے کی زیریں جانب تھا۔ جہاں آپریشن کے مرکزی کرداروں کے کام تھے۔

”جہاں آپریشن کے مرکزی کرداروں کے کام تھے۔“

”جہاں آپریشن کے مرکزی کرداروں کے کام تھے۔“

”جہاں آپریشن کے مرکزی کرداروں کے کام تھے۔“

”جہاں آپریشن کے مرکزی کرداروں کے کام تھے۔“

”جہاں آپریشن کے مرکزی کرداروں کے کام تھے۔“

”جہاں آپریشن کے مرکزی کرداروں کے کام تھے۔“

”جہاں آپریشن کے مرکزی کرداروں کے کام تھے۔“

”جہاں آپریشن کے مرکزی کرداروں کے کام تھے۔“

”جہاں آپریشن کے مرکزی کرداروں کے کام تھے۔“

جبابا اسے ان کو بلا کر دیا۔ "لویو نے اسے اعتراض کا جواب دیا۔

"میرے موکل نے کسی کو بلا کر نہیں کیا۔"
"تمہارے موکل سے پاس جہاز کو موجودگی اور تمہارے دہلیے سے اس نے ان کے نام اور پتے بھی حاصل کر لیے تھے۔"

"تو دیگر سے بھی نہیں لے، میں مل چکا ہوں۔ وہ ایک بے ضرر شخص ہے۔ غیر متحرک۔" کیا تو نے بتایا۔
"فیض قاسم تیرا ان حد تک عمومی طور پر رکھے ہیں۔ میں بار بار ایسے لوگوں سے کورٹ میں مل چکا ہوں۔" لویو نے کہا۔

"لیکن میں تمہارے نام قاتلوں کا دفاع کر چکا ہوں۔ ایک قاتل معصوم نہ لکائی دینے کے باوجود جہاز کوئی علامت رکھتا ہے۔ دیکھنے والی آواز ہوتی ہے۔ ڈیکھتے ہی ڈیکھتے ملے کے بعد مجھے جھٹکے سے کدو قاتل تو کیا، اس میں بے ملامت سے سر سے نہ ہڈی ہے۔ میں اس کے ساتھ ہوں۔ وہ ایک طرح پر کیا خیال نہیں کر سکتا۔ اس نے کی باتیں سمجھ کر کہتا تھا۔" کورٹ اور جہاز میں آگے اور وکیل اس اقدام لینے کی ملامت نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھ پایا کہ وہ کیا چاہ رہا ہے۔ لیکن اس کی بات مارت بھی کر رہے۔

"اس کی آواز میں نہیں ہے لیکن میں دن سے اس نے غلطیوں کا چنگ نہیں کھینچا۔"

"کئی چالوں تو بہر؟"
"بہن! کچھ نہیں۔ یہ شخص ہی جگہ کر کے تو کرے۔ اس سے زیادہ میرے پاس کوئی معلومات نہیں۔ مزید کچھ جاننا چاہتے ہو تو پھر جاسس ڈیکر سے ملنا پڑے گا۔" کیا تو نے بات ختم کر دی۔

"دور دو پڑی ہے۔" لویو نے کہا۔
"یاد رکھا ہو چکا ہے۔" جہز قاتل کے ساتھ آواز میں کہا۔

☆ ☆ ☆
قربان میں تین ممالو بلور ڈاکٹر کبیر اڑتالیس برس گزار چکا تھا۔ اس عرصے دوران میں اسے انوکھے معاملات سے واسطہ پڑا تھا۔ ان چیزوں کا تعلق مافوق الفطرت مظاہر سے نہیں تھا۔ زندہ لوگوں کے ناقابل فہم رویے اسے تیرا ان کر دیتے تھے۔ ان میں شیوہ، ریکڑوے، لڑکائی، اور ذوقِ دیرِ بے مثال تھے۔

جاسوسی ڈائجسٹ 54 اکتوبر 2016

آج کسی اس کی مرکز نگاہ ایک برہانی شہی کار تھی۔ عجیب بات یہ تھی کہ شہی سے ملنے ایک نور پاؤں آکر ایک جانب کھڑا جانی۔ کچھ دیر بعد شہی وہاں پہنچی۔ جہز پائنتی سے وہاں حاضر رہی تھی۔ کار کی آواز اور ہوائی شہی کا ڈراما تھیر ایک مخصوص قبر پر ایک گھٹنا کر زارتا تھا۔ تاہم جین نے کسی مداخلت نہیں کی۔

اس روز جین بڑی سی جی کے ڈریسے کا قاتل جہاز چمکا کر صاف کر رہا تھا۔ شہی کا قبرستان میں داخل ہوتی۔ ڈراما تھیر کا دست در حال میں تھا۔ جین زیادہ دیکھنے لگا۔ جین نے دروازہ دروازہ سے گھبراہٹا۔ جین نے بھی سر کا ہاتھ سے اشارہ کیا۔

وہ آواز پھول لیے ایک قبر کی طرف چلا گیا۔ جین چند منٹ تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر دوبارہ اسے کام میں مصروف ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا مقصد ایک شخص وہاں رہے گا۔ وہ نہ ہل کر لوگوں کی تلاش غرض میں نہ کرے گا۔ ایک وقت بہت جلدی سے کر رہا تھا۔ سنا سے خیال آ رہا، وہ دیکھ کر قبر سے دور جا کر قاتل وہ آواز دہشتی نہیں نظر نہیں آتی تھی۔

جین نے کھیت کی جانب دیکھا۔ شہی ہا ہل کر رہی تھی۔ جین لگا، پڑنے والا تھا کہ اسے روز ڈاکٹر کی جرحی کے ایک ہی سوچنے سے اصرار اور شخصوں کی طرف میں پڑا۔ کچھ دیر بعد وہ قبر کے نزدیک چلا گیا تھا۔ اس نے قبر کا کتبہ پڑھا۔ نتیجہ 28 مریس۔

☆ ☆ ☆
جین نے عالم انجیلس کے ساتھ سر ہلایا۔ آہ، جہاز کورٹ کا قاتل تھا۔ کئی قریبی عزیز مرچ ہو گئے۔ شاید شہزادہ قریب قریب سال پرانی تھی۔ وہ جیتنا بھی بروک سے بچا دھرتی تھا۔

☆ ☆ ☆
سارجن نے فون اٹھایا۔ فون ڈیوڈن سے تھا۔ "وہ چاہتا ہے کہ اوپر ان میں کی قاتل کھول دی جائے۔" سارجن نے بتایا۔
"آخر اسے کیا تھوگا۔" اوپر ان میں کیا

جاسوسی ڈائجسٹ 54 اکتوبر 2016

رکھا ہے۔"
"میرا خیال ہے کہ کم از کم ایک اہم چیز تو ہے۔"
"ڈاکٹر لیری۔" بروڈی نے سکرماٹے ہوئے کہا۔
"پی ٹی وی دیا۔" لویو اس نے کہا کہ اس سے۔
"پھر کیا یوں؟"

"کچھ دو کال ایک کروں گا۔" پکی نے سیدھو پر منہ مارا۔
"بہن؟"
"لگے ہیں، آگورخو قسمت رہا۔"
"بروڈی نے ماضی میں سے ہاتھ ہٹا کر کچھ کار اوٹوں

بیکر دیا۔

☆ ☆ ☆
لویو نے گاڑی کا دروازہ دوسرے بند کیا۔
"لیکن لگا، وہ مزید تعاون کرے گا۔" کیت نے تھیرا کیا۔
"ان کا کہنا ہے کہ مناسب شہادتوں کی فیروم جو دی میں مر ڈاکٹر کیس میں اوپر ان کی پہلی مطلق، اہل ان، اسے ڈاکٹر کی غفلت کے نتیجے میں ماری کی۔" لویو نے قدر سے کڑواہٹ سے کہا۔
"لیکن انہی اناری کی بات سے تو بات کرنی پڑے گی۔"

"بہن!، اہل ان اوپر ان میں دوسرے مر ڈاکٹر کیس سے الگ ملنا چاہتا ہے۔" لویو نے بتایا۔ "میرا اندازہ ہے۔ اس وقت اس کے باغریجے کچھ سے بات کی۔ بات کے دوران وہ قاتل کی طرف بڑھ گیا تھا۔" کیت نے بدولی سے کہا۔

"غلط۔ درحقیقت، ہمیں ایک طرف کیا جا رہا ہے۔ حالات و واقعات تشویشناک نہیں بلکہ خطرناک ہیں۔"

☆ ☆ ☆
"لویو، خطرناک شروع سے تھیں لیکن تم نے دیر لگا دی تھیں۔"
"اوکے، مجھے اعتراض ہے۔ میری چھٹی حس اور تجربہ کہہ رہا تھا کہ تم سچائی پر ہو۔ دوسری طرف وکیل کی حیثیت سے میرے پاس کوئی حوصلہ شہادت نہیں تھی۔"
"پھر تم نے میرا ساتھ کیوں دیا؟"
"پاکتیں۔ لیکن اس بات کو چھوڑ دو۔ دیکھ جاؤں۔"

جاسوسی ڈائجسٹ 55 اکتوبر 2016

میں لگا رہا روز کی چہرہ، کیا تو کے خطر کی حالتی، دوسرے مر ڈاکٹر۔ جی کسٹن ڈاکٹر ان کے کار جاسٹے کو کی مر ڈاکٹر نے یہ سن کر جی کسٹن کی کار کو ایک نکل ماسٹر کرنے میں کامیاب ہو گیا اور وہ صاف ہوئے سے جی کسٹن کی کار کو چند سوالات واضح ہو گئے۔ "لویو کی پیشانی پر پشیمانی تھی۔"

"☆ ☆ ☆"
"خاطی برک کی سرجری ایشور کرنے والے سب کے سب ماضی سے ہیں۔ کوئی چار اس بات ہے۔ یہ کسی ماضی سے (بکر) کا کام نہیں ہے۔ یہ بڑی ناگہ۔
..... قحط کا کیا ہے۔ کوئی کچھ سے مجھے چھانے کی روشنی کی جا رہی ہے۔ اس لیے کار زیادہ ماضی سے برک کی موت سے ہے۔" لویو خاموش ہو گیا۔

"کوئی کچھ نہیں کہہ رہا۔" لویو نے بکر سے بتا سکا ہے۔ پکے پکے خیال تھا کہ کچھ نہیں اور میں غلط آدمی کے پیچھے تو نہیں تھا۔ لیکن انتظار کرنا چاہیے کہ پاپس ڈیکر کو یوں کر لے۔"

"کچھ سوچ کر جی، بکر ڈیکر کرنا ہو گیا تو یہ بکر کے حق میں اچھا ہو گا۔" لویو نے کہا۔
"بہن! مجھے اتنا اثر نہ کرے کہ قحط میں جود کیا، اس نے کم کھوشی طور پر دھت زدہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، میں نے کھوشی طور پر اسے دھت کے کھنکھن میں ہی محسوس کیا۔ تم ڈیکر کو کھینچنے پر مجبور تھیں۔ چند منٹ کے بعد وہ قاتل کی طرح مر ڈاکٹر اور ان میں بروک کے قصور کو۔" لویو نے انجیلس کو پھر سے کھوشیوں سے لگاؤ۔
"لویو نے کہا۔
"لیکن وہ میرے پیچھے آ رہا تھا؟" کیت نے اعتراض کیا۔

☆ ☆ ☆
"لیکن یہ کہہ نہیں جانتا جا رہا ہو کہ وہ قاتل نہیں ہے۔ کیا تو بات ہی دہن میں رکھو۔" اہل ان کی بات کو ڈیکر قاتل ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس کا آخری جملہ میرے ذہن میں چھڑ رہا ہے جس کے مطابق ڈیکر کو پاپس سے زیادہ کسی اور سے خطرہ ہے۔ پیٹریک ڈاکٹر کو کورڈ، اگر ڈیکر کی ماریا کیا تو یہ اس رائے میں ہو سکے گا۔ جب ڈاکٹر ان کا معاملہ میں ماریا تھا تو ڈیکر ڈاکٹر نہیں تھا۔ سال سال بعد کہ اسے ہر گز آنے کے بعد اہل ان کی اور خون کی شرح شروع ہوا۔ کیوں؟ فرض کر لیتے ہیں کہ ڈیکر ہی اس کے لیے دوسرے امکان کو کھرا اہل ان کی حمایت ہو

جاسوسی ڈائجسٹ 55 اکتوبر 2016

ہو رہی تھیں۔ کوئی ان کی کہانی۔۔۔ کوئی ہراساں دراستان۔۔۔

اس نے چہرہ ہلٹ کر ڈھونڈنے کے شانے میں چھپا لیا۔

”گراڈ ڈیک، لیکی بیک بزرگو۔“ ڈیوڈ نے کہا۔

لیکی نے دستاویز میں پیچھے اٹھوں سے بیگ بند کیا

اور فلوادی راز دار اور اندیشہ افلاک کے اندر بچا دی۔

چند منٹ بعد وہ لیکی کے آفس میں بیٹھے تھے۔

منیجر بروک، اس کا بچہ، تین سسٹن، ڈاکٹر دان،

چارلس ڈیکر۔۔۔ کوئی بھی نہیں عیا۔ آپریشن محل پر اس کی

موت سے شرور ہونے والی کہا لیکی کی سربست راز دار بن جانے

کی۔

پانی نے دوکانی کپ تیار کر کے ڈیوڈ اور کیت کے

سامنے رکھے۔ ”یہ سیرے آسمان کیسوں میں سے ایک

تات ہوگا۔ لیکی معاملہ کرنی اچھن، کوئی مقدمہ۔۔۔

نہیں۔“ اس کے چہرے سے ہرمانیت تھی۔ ”یہ بیگ کچھ ڈاکٹر

کیت کے تھان کی وجہ سے ہوا۔“

پانی نے دوکانی کپ تیار کر کے ڈیوڈ اور کیت کے

سامنے رکھے۔ ”یہ سیرے آسمان کیسوں میں سے ایک

تات ہوگا۔ لیکی معاملہ کرنی اچھن، کوئی مقدمہ۔۔۔

نہیں۔“ اس کے چہرے سے ہرمانیت تھی۔ ”یہ بیگ کچھ ڈاکٹر

کیت کے تھان کی وجہ سے ہوا۔“

پانی نے دوکانی کپ تیار کر کے ڈیوڈ اور کیت کے

سامنے رکھے۔ ”یہ سیرے آسمان کیسوں میں سے ایک

تات ہوگا۔ لیکی معاملہ کرنی اچھن، کوئی مقدمہ۔۔۔

نہیں۔“ اس کے چہرے سے ہرمانیت تھی۔ ”یہ بیگ کچھ ڈاکٹر

کیت کے تھان کی وجہ سے ہوا۔“

پانی نے دوکانی کپ تیار کر کے ڈیوڈ اور کیت کے

سامنے رکھے۔ ”یہ سیرے آسمان کیسوں میں سے ایک

تات ہوگا۔ لیکی معاملہ کرنی اچھن، کوئی مقدمہ۔۔۔

نہیں۔“ اس کے چہرے سے ہرمانیت تھی۔ ”یہ بیگ کچھ ڈاکٹر

کیت کے تھان کی وجہ سے ہوا۔“

”ہے۔“

ڈیوڈ اور کیت نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

ایڑی کی آنکھوں میں بے چارگی تھی۔ کیت نے محسوس کیا کہ

وہ خاموشی کو ترجیح دے رہا ہے۔

”ڈیوڈ، تم نے مجھے کیسے نہیں بتایا؟“ اس نے گھر

کیا۔ ”میں کب سے کمرہ ہی کی کب تک اکیلے رہو گے؟

کیا تم نے تمہارے انتخاب کا؟“

”کیٹ، ڈاکٹر کیت ٹیڈر۔“

”آئی، ڈاکٹر۔“

لیکی کچل پاتوں کا سلسلہ فون کی صفی سے قطع کر دیا۔

ڈیوڈ اچھل پڑا۔ ”کیا ہوا؟“ اس نے ریسپورڈ کان سے لگا دیا۔

پانی کی قاتلانہ آواز سنائی دی۔ ”کام ہو گیا؟“

”گراڈ ڈیک؟“ ڈیوڈ نے پچھنے سے سوال کیا۔

”گراڈ ڈیک کو بھول جاؤ۔ بند ہو گیا۔“

”ڈیک۔“

”آؤ کھٹے میں ڈاکٹر کھٹ کے لیے آؤ۔“

”تم جی رہے ہیں۔ کھال رکھا ہے؟“ ڈاکٹر

ہاؤن نے اسٹیشن۔“

دوسری جانب وہ لگا دیا۔ ”نہیں، نہیں۔ اسٹیشن میں

نہیں۔“

”بکھر جائے گا۔“

”سروخانے میں۔“

☆ ☆ ☆

میں بیکل ایجنڈا سر کا نام لیکی تھا۔ مرد وہ خانے میں بیٹھ

کر اس نے اس اسٹیشن کی اس کی بیوی کو زبردستی ہر

پہلی ہوئی بے آواز باہر لائی۔ لیکی نے آخر کار ہر

کیت، ڈیوڈ کے ساتھ چپک چپ کی گئی تھی۔ لیکی نے اسے

زب بگنی۔ وہ ایک آدمی کا چہرہ تھا۔ چہرے پر بعض

کی جھلکی تھی۔ گویا بڑی مذاق تھی۔

”بابر پر چھ لاکھ ڈالوں نے شام میں اسے

روایت کیا۔ لاش پیت کے تیرہ دی گئی۔“ لیکی نے

آئی۔ مرنے سے چند گھنٹے پہلے وہ شیش لاش بند کر چکا

تھا۔

سیٹ ٹیبلٹ، کیت کے پیٹ میں گھس گئی۔ بچاں کو

قاصلہ لی ایم ڈیوڈ نے سیکڑوں میں بٹھایا اور ایک ڈرائی

وے سے ہوتی ہوئی تارک کیران میں گھس گئی۔ ڈیوڈ نے

فی الفور لاش بند کر کے اٹھ کر دیا۔ کڑی کی روشنی

فاتحہ ہوتی ہی کیران مہوتار کی شیش ڈوب گیا۔

ڈیوڈ نے کیت کو سیٹ پر دھکیلا اور خود اس پر گر گیا۔

خاموشی، تاریکی۔۔۔ منیر تھان زحرف میں۔ چند منٹ بعد

کچھ قاصلے سے انجمن کی آواز سنائی دی۔ آواز میں زور

ہوتی ہوئی۔ کس کسوت غاری ہونے پر دیر سے

دیر سے ڈیوڈ نے سر اٹھایا۔ مطمئن ہونے کے بعد وہ اٹھ

پڑا۔ کیت کے چہرے پر پینہ تھا۔ وہی آہستہ آہستہ

گئی۔

”اس کا کون ہے؟“

”میں اس سے نہیں۔“ ڈیوڈ نے لاش آن کیے بغیر

آہستہ سے گڑی کو نکالا۔

”کہاں جا رہی ہے؟“ کیت نے سوال کیا۔

”آؤ لے کر جا رہا ہے۔“ ڈیوڈ نے بتایا۔

”تیرا ہے کون؟“

”نہیں، تم اپنا ہے۔ میرے آفس بیٹا، جس۔ اس

نے آفس دیکھ لیا ہے۔ اس میں میرے کمرے کا پتہ اور فون نمبر

موجود ہے اور ہم ریکس کے لئے تھے۔“

☆ ☆ ☆

بیکس، شیعہ، قریب کھانوں کو دیکھ کر تیرے سے نکلیں

چھپا کر رہی ہے۔ پھر اس نے بیکس کا کمرہ دیکھا۔

”اؤہ ڈیوڈ، تم نے خوشی کی بات ہے۔ اگر تم فون کر

دیتے تو میں بیکس میں جاتی۔“ اس کی پچھس نظر بار بار

کیت کی طرف پڑ رہی تھی۔

کیت نے بعد میں بیکس پر کھڑے سنبال کیے تھے۔

”مجھے نہیں آتا۔“ لیکی نے جواب دیا۔ ”میرا بیٹا آ

ہمیں کئی تھا۔“

سٹاؤن ڈیوڈ نے اطلاع دی کہ ان کا تعلق ہو رہا ہے۔

اس کی نظر میں آئیے۔ کیت نے سائز سر میں دیکھا۔

”ڈیوڈ؟“

وہ خاموش رہا۔ انجمن کی جھنڈا ہٹ میں اضافہ ہوا۔

رنگار بڑھ کر گئی۔

”ڈیوڈ کیا ہو رہا ہے؟“

”وہ کار، ہمارے پیچھے ہے۔“ ڈیوڈ نے کہا۔

کیت نے ہلٹ کر دیکھا۔ قاصلے پر دو تین سیپ

نظر آ رہے تھے۔

”تھیں تھیں؟“

”وہ گاڑی پارکنگ کے ساتھ ہی جی اے اور جب سے

ہمارے پیچھے ہے۔“

”تم سنبھل کر بیٹھو۔ کچھ کار بڑھنے کا۔“ ڈیوڈ نے

ارادہ ظاہر کیا۔

”یہ عیا ہے۔“ کیت نے ڈیم نہیں کیا۔

”میں ہل دے سے آہستہ سے ڈالے لیا۔“ ڈیوڈ نے

خبردار کیا۔

ڈیوڈ نے رنگار بڑھادی جی۔ جلد ہی وہ اپنے

مطلوبہ موڈ تک پہنچی۔ لیکی سڑک ہائی وے سے کٹ کر

جنگل میں داخل ہو رہی تھی۔ ڈیوڈ نے اپنا ک موڈ گاڑ اور

لی ایم ڈیوڈ جنگل میں گھس گیا۔

”وہ اسپتال سے تھان کی کمرے کا پتہ اور جب تم

آئی تھیں۔“

کیت کے کدو کھینکے ہوئے تھے۔

”جے کے بیٹا۔“ ڈیوڈ نے گھر ہو چکا تھا۔ بھانڈوں

اور درختوں کی شاخیں وہ شیشے کے گھاری تھیں۔ لیکی گاڑی

مستقل پیچھے آئی۔ اس کی روشنی بھی اوجھل ہو چکی تھی، پھر

دو بار کھان ہو گئی۔

ڈیوڈ نے خاطر لی ایم ڈیوڈ کی اہلیت سے قانع

اٹھانے کا فیصلہ کیا اور تھان بھانڈے پر رنگار بڑھانے

لگا۔ گاہے گاہے وہ ریزوڈ میں بھاگ گیا۔ اس کی حسیاتی

نگاہ سامنے کے علاوہ لیکی کی جانب کی منتظر لاری تھیں۔

یہ ویران جنگل نہیں تھا۔ لیکن لیکی مکانات سے ہوتے

تھے۔

منا اس نے ایکسپریٹ چھوڑ کر اپنا کھنڈار ہونے

والا بیاں موڈ گاڑا۔ گاڑی کی کینڈی کی نمائندگی پر

کہتے کافی دیر تک اس خضرے کو گھورتی رہی۔ جو
 بلیغ خلیفہ بروک نے جارس ڈیکر کے لیے لکھا تھا۔ یہ تصویر
 ہی ڈیکر کا افسانہ تھا۔ تصویر کے سطر سے گونے اس
 امر کے گواہ تھے کہ ڈیکر نے تصویر ان کتب دار فرم سے
 لگائی تھی۔
 تصویر وصول لانے کے باوجود جینی کے حسن پر
 اثر انداز نہیں ہو سکی تھی۔ خصوصاً اس کی آنکھوں کی چمک
 دیکھ کر اسے لگتا تھا کہ وہ تاریکی میں بھی ان
 آنکھوں کی چمک کو کھانے کی طرح دیکھ رہی ہوگی۔ کیٹ
 کے دل میں درد کی سی آگئی اس نے ہنسی کی سانس بھر کے
 تصویر اور فریم ڈیوڈ کو اس پر چلا دیے۔

☆☆☆

کیٹ اور ڈیوڈ، ہونے سے پہلے آئے تو غامض
 تھے۔ وہ جس کو ڈیکر کے چہرے اور زبان میں ٹھونٹ جاتا تھا
 کیٹ اپنی خضرے سے بھڑکی تھی۔ لیکن دونوں ایک نیک کوئی قاضی
 ڈیکر کا مانی حاصل کرنے میں بیزار نہ تھے۔ مگر
 ہونے کی برابری اور بھی سے دونوں سے عذر ہوتے۔ چاروں
 کچھ دیر ایک دوسرے کی طرف متوجہ رہے مگر پھر ان
 میں تبادلہ کی۔

”وہ چمک رہے ہیں۔ بے وقوف ہوئے ہیں۔ وہ یہ
 سوچ رہے ہیں کہ ان کو کچھ کچھ ملے گا۔“ جیوین نے بلند آواز
 میں کہا۔

”وہ جہاد رہا تھا، مجھے نہیں ہے۔“ ڈیوڈ بولا۔
 لڑکی نے سر اٹھا کر ہاتھ پیر لڑکیوں کی طرف کیے
 دیکھنے کی۔ ”ہاں شاید۔“

”اسے اور بھی دوست ہوں گے؟“
 لڑکی نے سوچ بچار انداز میں، ہر وقت پہلے۔ ”تم مولوی
 کو لائی کر رکھتے ہو۔“

”مولوی کون ہے؟“
 ”میں بھی سمجھ ہی بے وقوف ہوں، مولوی کوئی نہیں
 ہے۔“

”کیا مطلب؟“
 ”مولوی دوسرا ایک ہے۔ جگہ کا نام ہے۔“ لڑکی

نے اشارہ کر کے بتایا۔
 ڈیوڈ نے شہر سے ادا کیا اور دونوں ہی امید کے ساتھ
 اگلی منزل کی جانب چل پڑے۔ مولوی، بارگاہِ قلم
 کا کتب خانہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے۔
 دونوں نے ڈیکر کے قریب دروازوں سے متعلق

باریڈر کا نام سام تھا۔ سام بھی کافی اہم بات نہ تھی
 گا۔ سو اسے اس کے ڈیکر کو بھی خصوصی جگہ پر بیٹھ کر کیا
 چیتا تھا۔ اور شامی کے نام پر کچھ لکھا تھا۔ سام نے ان
 دونوں کو اس کی شامی کا ایک نمونہ بھی دکھایا۔ کیٹ نے
 نمونہ کے کمرے کے ڈیکر کے لیے ڈیوڈ اور انداز میں جینی کا
 ہونا بھی سام کے بارے میں لکھا ہے۔ دوسری بات
 سام نے کی، وہ پچیس کے موقف کے برخلاف تھی۔ سام
 کے مطابق ڈیکر ایک بے ضرر انسان تھا۔ مگر تو اس کے
 لیے ایک ناقابلِ یقین بات تھی۔
 جیوین اور دونوں جب وہاں سے نکلے تو جینی محسوس ہوا
 کہ وہ اب بھی زندگی میں کھڑے ہیں۔

انہوں نے دھڑلے سے دھڑلے سے چلتا شروع کیا۔ کیٹ
 نے پانچ گھنٹہ کی ہونے کی جانب دیکھا اور اس سے کہا۔
 ”کون تھا؟“ وہ اس کے پاس سے آیا تھا۔ کوئی اشارہ نہ
 دینے میں نہیں ہوندا تھا۔

”میں نہیں ہے۔“ جیوین نے ساتھ ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔
 ہاں اگر ہم کوئی یاد رکھ کر کچھ لکھوں یا کوئی شامی اصرار
 خیر کر دے گا۔ کیٹ نے دیکھا کہ وہ ڈیوڈ نے بھی
 ہوئی آواز میں کہا۔

”ہاں شاید۔ لیکن یہ کون رہا ہے؟“
 ڈیوڈ مچا چپ رہا۔ ”ہاں اگر ہم خوش
 قسمت رہیں۔“

کیٹ کو فوراً افسانہ میں کمال آیا۔ وہ غامض ہو
 گئی۔ طویل فاصلے کے اندر کیٹ نے کہا۔ ”اتنا تو ہم جان
 لیتے تھے کہ ڈیکر جینی کے لیے بنا دیا تھا۔ وہ یقیناً
 ایک بہت ہی مہتمم تھی۔“

”کیٹ، یہ سچ ہے۔“ جیوین نے کہا۔ ”اس سال ہم بھی اس کا مادیات
 کر رہے ہیں۔“ جیوین نے کہا۔ ”اس کا مادیات کی زندگیوں کے لیے۔
 چاروں نے کہا۔ ایک طرف اس کا عجیب اور تھکنے والا
 نہیں ہے جینی کا کہہ کر بھی جینی پر مرتے دیکھا۔ وہ اسے
 فریڈی تھی۔“

”کیٹ، اگر کوئی اب؟“
 ”مگر وہ کونسی؟“

ڈیوڈ بچہ کہتے کہتے رک گیا۔ دونوں اپنے اپنے
 خیالات میں غوطہ زن تھے۔ کیٹ جیوین کی طرف سے؟ کیا وہ
 بات آؤں ہو گئی ہے؟ کیا اس نے دالوں کا راز تھوڑوں میں
 دُن ہو گیا؟ کیا اس نے کوئی اور ڈیوڈ؟ اس کے خیالات
 کی رو سے کیٹ نے اس کی تصویر میں سمجھیں۔

”کیٹ، ڈیوڈ کی آواز اس سے گھمائی۔
 ”بہت خوب۔“ کیٹ نے اس کے لیے ضرورت کی ہر قسم
 کی کمرات سے اندر سے MYOB (میک اپ اور ہون
 بڑے لکھو گا۔“

”ہاں۔“ وہ چمکی۔
 ”مگر کیا؟“
 کیٹ خیرگی کہ وہ کہہ اور بھی کہے گا۔ ڈیوڈ
 غامض رہا۔ دونوں کا ڈیوڈ سے اترے۔ ڈیوڈ اس کا سوت
 اٹھا کر بیٹھے گا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔
 دونوں افسانہ کا ہر ملے جگہ تھے۔
 ”کافی ہے؟“ کیٹ نے جینی کی۔ حالانکہ وہ
 جانی بھی کرنا چاہا ہے۔

”میں اس وقت تک نہیں کال کروں گا۔“
 ”ہاں کی الفاظ۔“ کیٹ نے کیٹ کی ڈیوڈ کو کالی کی
 گڑی دیکھ رہا تھا۔ کیٹ نے یہ کالی انداز میں لاک میں
 چائی لگا کر دروازہ کھول دیا اور اندر داخل ہونے کے لیے
 قدم اٹھایا۔ اس کی نظر سامنے دو چار پر پڑی، اٹھا ہوا قدم خلا
 میں منتقل ہو گیا۔ لیکن اس نے نہیں سمجھا کیا۔

اوو گاؤں کیا ہو رہا ہے۔ کیٹ اب وہ ایک قدم پر
 غیر متوازن ہو کر کھڑی تھی۔ غصے میں ڈیوڈ نے اسے متعلق
 لیا۔ کیٹ کی ہر آنکھوں میں کراہی تھی۔ وہ سامنے دو چار
 کو گھورتی رہی۔ وہ اس کے دل میں کچھ ایسا انداز میں
 اچھے۔ لوہر جیٹ کے ڈیوڈ نے ”MYOB“ لکھا

تھا۔ حرف کے لیے اس کی ہر جگہ کی۔ کوہ پڑی کے
 نیچے ڈیوڈ اس کی شکل میں نظر آ رہی تھی۔

”کیٹ، امکان نہیں ہے۔ ڈیوڈ، کوئی چاس نہیں
 ہے۔ کیٹ کو ہر چہ چکا ہے۔“ کیٹ نے کب سے کالی چمک

ڈیوڈ اور کیٹ پولیس اسٹیشن میں موجود تھے۔ کیٹ کی
 ساجی مارنٹ بریڈی کی طرف سے عرف تھا۔

”کیٹ، یہ ایک واضح دھمکی ہے۔“ ڈیوڈ نے زور
 دے کر کہا۔

”یہ حرکت چارلس ڈیکر کی ہو گئی ہے۔“
 ”کیٹ کے پڑوسی نے سگنل کی بجائے کیٹ کی ہر ہاش
 کی چمک کی۔ وہ بیٹھتا تھا۔ کیٹ نے ڈیکر کیلے

ہاں چکا تھا۔ ”یہ بیٹھتا تھا۔ کیٹ نے ڈیکر کیلے
 ”یہ حرکت کیلے کی شراعت ہوگی۔“ کیٹ نے خیال

آرائی کی۔
 ”بہت خوب۔“ کیٹ نے اس کے لیے ضرورت کی ہر قسم
 کی کمرات سے اندر سے MYOB (میک اپ اور ہون
 بڑے لکھو گا۔“

”میں کو کچھ مشکل ہے۔ میں آج تک اپنے بچوں
 کو نہیں سمجھا۔“ کیٹ نے بڑی آواز سے کہا۔
 ڈیوڈ دونوں ہاتھ پیر پر رکھ کر بچکا۔ ”میں نے نہیں بتایا
 تھا کہ اس وقت ایک کار نے ہمارا تعاقب کیا تھا۔ عجیب
 ہے کہ میں نے اسے نہیں دیکھا۔“ کیٹ نے کہا۔
 ”یہ عجیب ہے۔“

”پھر ڈیکر مار گیا۔“ کیٹ نے کہا۔ ”ایک عام سا حادثہ۔ نہیں
 ایسا نہیں ہے۔ ایک حادثہ، ایک اتفاق، ایک مڑاؤ۔ نہیں
 دوسرا حادثہ، دوسرا اتفاق، دوسرا مڑاؤ۔“

”تیرا۔“
 جیوین نے کہا۔ ”ایک گہری سادش ہے، جس کی
 جڑیں ابھی میں جیوت تھا۔ سادش کے پیچھے ایک شاطر
 ذہن کا فرما ہے۔ یہ ذہن میں رکھا کہ ڈیکر کی موت کے
 ساتھ کھیل کر نہیں ہوا۔ اسی لاش کا انتظار کرنے سے جیوین
 بچ گیا۔“

”کیٹ نے کالی کی نیچے رکھ دیا۔“ اوکے، پھر وہ
 بتاؤ۔“

ڈیوڈ چپہ کیا۔ ”کوئی خیر خیر ہے جس نے چپ
 بھٹوں میں بڑی مہمانی سے چارہ فراہم کیا ہے۔ لی۔
 مالا کریم اسٹین اور اس کی سرور پر جس نے اسے اور میں ڈیکر
 کی موت کو یاد نہیں کھتا۔“ کیٹ نے بچکا۔ ”بلکہ وہ خود
 متعلق ہے۔ یہ خیر ہے کہ اس کی ادا اسٹین اور اس ڈیکر
 کے لیے میرے پاس کوئی موت نہیں۔“ کیٹ نے جانی شاطر
 کی دہ ایک قاضی کی کرنا۔

”کیٹ، یہ کیٹ کی طرف سے ہونے لگا۔“
 ”جیوین نے کہا۔“ جیوین نے کہا۔“ جیوین نے کہا۔“

”کیٹ نے کہا۔“ جیوین نے کہا۔“ جیوین نے کہا۔“

”کیٹ نے کہا۔“ جیوین نے کہا۔“ جیوین نے کہا۔“

”کیٹ نے کہا۔“ جیوین نے کہا۔“ جیوین نے کہا۔“

”کیٹ نے کہا۔“ جیوین نے کہا۔“ جیوین نے کہا۔“

”کیٹ نے کہا۔“ جیوین نے کہا۔“ جیوین نے کہا۔“

ریکارڈ کا مطالعہ کیا۔
 "امید ہے کہ دوسرا ریکارڈ کسی زندہ مریض کا ہوگا۔"
 کلرک نے کہا۔
 "ہاں وہ زندہ ہے۔" کیٹ نے بے صبری سے
 جواب دیا۔
 "ہام؟" کلرک نے پہلی فائل وہیں چھوڑ دی۔

”وہلم ہاسٹلی“
 دو منٹ کے اندر مطلوبہ جاکٹ کیٹ کے ساتھ تیار تھی۔
 کیٹ فاقی کھولنے سے گھبرا رہی تھی۔ اسے تقریباً چار منٹ تھا
 کہ وہ کیا دیکھنے جا رہی ہے۔ وہ ٹھکر کی ڈیک کے پاس
 کھڑی تھی۔
 کیٹ نے فاقی کی کور کھولا۔ برتھ سرٹیفکیٹ کی نقل
 کیٹ کی آنکھوں میں جا رہی تھی۔
 ”وہلم ہاسٹلی“
 تاریخ: 17 اگست 1977

وقت: 03:00
 اگست 19، دہلی، انڈیا۔ وقت میں بھی ایک گھنٹے کا فرق۔ بے بی کرل بروک کی موت کے شیک ایک گھنٹے کے بعد ویسٹ انڈیز میں منظر عام پر آتا ہے۔
 دو دو مہینوں... ایک زلزلہ... دوسرا مردہ۔ کیا اس سے بچ کر کوئی اور بچ سکتا ہے؟
 سرفراز؟
 "میرٹھی، اس وقت...؟" ظہارا آواز آئی۔ "تم ابھی تک جا رہی تھی اگلی ہی ہو؟"

کیٹ کو کرفٹ لگا دو جو کھٹے سے کھوئی۔ گمانے سانس پھیلے
 اور دروازے پر اتر آئے۔ کیٹ نے تیزی سے چارٹ بند کیا۔ لیکن
 انکی سماعت میں اس نے نوک لپکایا کہ کور پر پہلی حروف میں وہ کلمہ
 سامنے کی گام کا نام تھا۔ اس نے ہراس پر قابو پا کر ہونے والی
 بیٹے سے لگائی اور بڑی تیزی سے چلے کر مسکراہٹ بھائی۔
 پوچھا بیٹ میں اسے کوئی جواب نہیں سوجھا۔ "تم رات
 کچھ کوئی کچری وغیرہ؟" اظہار اس سوال کو کر دیا۔

”مجموعہ خواری کا درویش گلاب میں ہے۔ سوزن کے لیے آ رہی ہے۔“ گمانے نے ٹھکر کی تلاش میں گاؤں کے چاب قفس میں دوڑا جسے جوق طور پر غائب ہو چکی تھی۔ ”کہاں چلا گیا؟“ گمانے کا اصرار ہالے کی ٹھکر کی طرف تھا۔ ”ابھی تو وہ سچیں تھیں۔“ کیٹ نے اچانک اٹھ کر کے دروازے کی طرف کھینچ کر دھک مارا۔ ”حق نے ابھی ہی یہی کہہ دیا۔“ گمانے نے ہاتھ پر جھکا۔ ”حق نے کیٹ کی طرف دیکھا۔ دو این جگہ پر ج

”اس کے لیے غیر فعال فائل تلاش کرنے پر
”کی ”کامرشل آجائو“
”پارٹ بھیجے اسکی روکار ہے۔“ کیسٹ کی آواز میں
”جس کا عنصر ہلکے ہونے لگا۔ کلرک نے پیش کیا
”تھے اور دیکھا اور مردوں نے اچھے لڑکے کی روم میں
”ہوئی۔ منٹ کرنے لگے۔ پانچ دوس، پندرہ۔
”پندرہ منٹ بعد اس کی تلاش آئی۔
”کیسٹ کیسٹ کے ریکارڈ کے ریکارڈ میں
”میں سے کھنچ کر چھٹی صفحات شامل تھے۔ کیسٹ کے نو
”پر نام دیکھا۔ بروک۔ لیبل پر لکھا۔
”ہے لیبل کا نام کسی نے لکھا تھا۔
”کا فائز میں اسپتال کی فیس (FACE) شیٹ،
”وٹر فلیٹ اور غیر فیسر میں شامل تھے۔ سوٹ کی تیار
”17 آج ہے کسی کسی۔ مینیجنگ کی پیش کش دیا اسکی
”ہوئی تھی۔ ویج سوٹ پر اسکی ایگزیکٹو
(CEREBRAL ANOXIA) اسکی مینیجنگ
”وٹر اسپتال کی کی کارروائی تھا۔ یہاں ڈاکٹر بھری
”لکھا کہ سختی۔
”جینی بروک کا چارٹ دیکھنے کے لیے ساتھ رکھا تھا۔

وہاں سخت بارش پڑا ہے۔ ایک بار بارش کے بعد
 کا میلے گاؤں پر چھ چھڑیاں اور دھن کی دھڑلت
 کی کوئی جیت آفتاب نہیں کی کوئی اور رنگ ہے
 جی کی طرح تیرے ہونے والا ہے۔ اور جی
 رکڑی اور وہ پہلے پہلے ہے

اور اسے غور سے دیکھ کر
 تھا۔ لیکن اور اس بل بوتہ کی کوئی
 (FLUID) نکلا گیا تھا۔ جو میرے کے
 کی کوئی نہیں معلوم کیا تھا۔ اور
 کی کس (جس) کے ساتھ کرتا ہے
 جس کے

لیکن یہ مخصوص تجویزی رپورٹ، جتنی کہ چارٹ
 ساتھ مشکل نہیں تھی۔ کیٹ کے لیے یہی عام بات تھی۔
 رپورٹ میں پیر کے آؤٹ پیٹھ دیکھا ڈس روئی ہوئی
 کیونکہ یہ تجویز عمل کے ابتدائی مرحلے میں لایا جاتا ہے۔ آگ
 ڈاکٹر پھرنی نے ضروری سمجھا ہوا کہ وہ رپورٹ بھی پر آسانی
 قلمب کردی ہوگی۔

کیٹ نے چارٹ بند کر دیا۔ اسے شے کا احسا
 ہوا۔ اٹھ کر کھانا کھا، پھر کچھ کچھ لے کر اپنے اور دروس

”EKG“ جمع کا اور اس رشتہ کے ساتھ خود ہی کی
 جتنی تو خوشیاں ادا رہیں گے ساتھ ادا کیا ہیں نہیں ہوا؟
 اس کی موت کو ہارت ایک بار تک دیا گیا۔“
 ”تم کیا کہتے ہو؟“ پول نے بے ہوشی سے بند کیا۔
 ”میں سمجھتا ہوں کہ قاتل کو غاصی دشواری کا سامنا
 کرنا پڑا۔ مطلب اٹھنے کے معاملے میں۔“
 فریڈ کو روانے کی طرف چل پڑا تھا۔ ”کیسی
 دشواری؟“
 ”ایازم کو ایک شیزئی کی طرف “شفق“ کرنے کی
 دشواری۔“ گلک میں نے بات ختم کی۔
 فریڈ دو دروازے تک چل کر ایک تار اپنی جگہ جم گیا۔
 ”کیا کیا تم نے؟“
 ”گلک میں نے اپنی بات دہرائی۔
 “جس میں اس لفظ کا کچھ رچا ہوا ہوں۔“

”شکستہ دی گئی۔“
 ”ہاں۔“
 ”کریمان کیا جانتا۔“
 ”تم جانتے ہو رہنم۔“ گلک مین نے کہا۔
 ”ایسی صورت میں مقدمے کی کارروائی اور مناج صرف
 کٹ میز پر کوئیں جھگڑتے رہتے۔ دوسروں کو کوئی اپنا حصہ
 دلانا پڑتا۔“
 گلک مین کی بات دوسری راہ گئی۔

”اور ابی کاؤٹے ڈھونڈنے نے اپنی بیٹائی پر ہاتھ
 ڈھکے خیالی کیوں نہیں اڑا؟ اور کاؤٹے شروع سے
 دھارے میں نہ تھا۔ وہ گرمابی کرہا تھا۔ انکار کرہا تھا۔
 کھات میں تھا۔ وہ جاتا تھا کہ کیت جوات حاصل کرنے
 کے لیے بہرمن کریش کرے گی۔ وہ کیت سے خوف زدہ
 تھا۔ اسی ”خوف“ کے باعث ابی کاؤٹے اور بونے والا ہے۔

☆☆☆

سازمے پانچ کیٹ لے لیک، اسپتال پہنچ جاتی تھی۔
 یہ لیکل ریکارڈز سنبھالنے والے پینٹر کرک باجے تھے۔
 لیکل لڑی کرک موجود تھی۔ جس نے گویا بادل، خواہست
 کیٹ سے سلب لے کر کپڑوں کو چھپا دیا۔ جاسانے آگیا تو اس
 کا تھنہ کیا۔
 ”تو ایک مردہ مردہ پیش کار ریکارڈ ہے۔“ اس نے
 بیزاری سے کہا۔
 ”تم جانتی ہو۔“ کیٹ نے جواب دیا۔

ہوا۔ دفعتاً اس نے بریک ہوائے۔ اس کی کھنٹی چلتی چلا رہی تھی کہ تھیں برک کی بھٹی زرد ہے۔

☆ ☆ ☆

”آکر دو کہاں چلی گئی؟“ اس نے ریسور کر کے لے کر پچھا۔ ہم ایک کمانچہ سے کروہ اسٹیت اسپتال سے پانچ بجے گھر گئی تھی۔ اس کے ساتھ چھ مہینے تھا۔ اس نے ٹکڑیوں میں اس کے پاس پانچ سو روپے لے کر چلا گیا۔

”جب بھی اس کے بارے میں سننا ہوں، وحید کیلئے دے دو جاتا ہوں۔“ اس کا قاضی ناچنے سے ہوا تھا۔

حامد سا بھی تھا جبکہ اس کے اختتام پر متعدد لوگ بھی تھے۔ کیا یہ کسی اور ملک میں ہوتا ہے؟ ”گلک میں ہے۔“

”کاش میں جان سکتا۔“ یہودی کوڑکی کی طرف ڈرا۔

موسم خراب تھا۔ اسے کھر جاتا تھا۔ تین دنوں کو کرنا چاہتا تھا اور سوچے سے اس کے لیے پھنسی دے دیکھ کر اس کے

☆ ☆ ☆

”میں کی شرمگرتا تھا۔ نے بھی اور دوست کا
منظر ہے۔ اس کے لیے کسی بخود فرضی اور مضبوط
اعصاب کے ساتھ مہارت کی ضرورت ہے۔“ گلکین
نے اظہار خیال کیا۔ اس سے پہلے تو بڑے ارے، اگر ہوشیاری
سے کام لایا جائے تو کیا بے پیکے مڑوے۔“ اس نے پھر
خیال ظاہر کیا۔
”کیک چیز کے علاوہ۔“ ڈیوید بولا۔
”دو کیا؟“

”اگر آپ کا شمار ہاتھ نہ ہے۔ قابو نہ ہے؟“
 ”ہاں، یہ سچ ہے۔“ ملک میں بے احترام کیا
 اس صورت میں ہمیں دشت پہلانی چاہیے۔ وارنک،
 دھکی، خوف کی فضا وغیرہ۔ تاکہ دشمن کو ڈر سکے۔“
 ڈیوڈ نے بے چینی سے چلاؤ بدلا۔ اسے دلچسپ پر
 کھوڑی اور بھیاں یاد آئیں۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں۔
 بادل کمرے ہوتے جارہے تھے۔ ہرگز نہ ہونے منت

کے ساتھ اس شخص کو ہوا تھا جیسے کوئی خوفناک چیز غمور
 پنہارنوں نے ادا ہے۔
 اس نے کھڑے ہو کر کائنات پر برف کیس میں متصل
 کیے۔ یہاں لنگر ہلا کر حاصل تھا۔ پریشان ہی ہوتا ہے تو
 مان کے گریز پر کبھی ہوا کا سکا ہے۔
 ”جہنم جاتا ہے، کوئی چیز اس کیس میں مستقل مجھے
 چھٹی کر رہی؟“
 ”وہاں؟“ ڈیوڈ نے سوال کیا۔

primenovels.blogspot.com

جبرتی کی زیادتی سے سرجن کے نفوش بگڑے پھر اس کی
پیشانی پر موٹی سلونٹ نمودار ہو گئی، اس نے مجھ کیلئے
لیتے نہ کھولا۔ میں اسی وقت دھڑلے غصائی سے ایک چٹہ
نمودار ہوا۔ کیٹ دوسری گاڑی کو کوبل بجائی گئی۔ قدموں کی
آہٹ کے ساتھ خصوصاً ٹکڑی آواز سنائی دی۔
سوزن کو دیکھ کر گائے پر سیکھٹ طاری ہو گیا۔ ڈوبتی شام
اور دھند کے باوجود سوزن کے سر پر بال شعلوں کا سحر چل رہا
کر رہے تھے۔ کیٹ سانس روکے، سوزن کے ہاتھ میں
موجود آنکھ پھیر رہی تھی۔
"مجھے تم کی طرف ہوجاؤ۔" سوزن نے گویا حکم
جاری کیا۔ گائے کی کیٹ سے باہر نکلتا آیا تھا اور
سپتھک کے عالم میں اپنی بچی کو دیکھ رہا تھا۔
"تم کس کی؟" کیٹ نے سوزن کی طرف سے
دھچکاؤں سے ڈیکر۔
"کیٹ، تم نہیں سمجھتی۔ تم ان سڑکوں سے نہیں
گزرتی ہو جتن سے ایک ماں کو بچانے کے لیے اسے ایک ایسی
ماں جو پچھلے ہی دو درجنوں کو گھمسنے لگی ہو، خوف،
اذیت، اصرار نہیں رکھیں۔ ان سڑکوں سے نہیں گزرتی۔"
پھر اسی ہوئی آواز آئے کہ "سوزن سے ملنے کی گاڑی،
سوزن۔" میں اس احساس سے کچھ لاپرواہ ہو گئی۔
"ہاں، جو تم میں کر سکتے ہیں اس لیے مجھے کرنا
پڑا۔ سڑکوں پر سے تم کے دل و دم کے بارے میں میں جان
گئی۔" گائے نے، میں نے بتا دیا کہ چاہے قاتل بھی نہ گناہ کا
معلوم ہوتا تھا۔
"اور تم نے اسے انفرادیہ ہوجاؤ۔"
"ہاں، کوئی؟" کیٹ نے کہا۔
"ہاں، کوئی نہیں مارا۔"
"کیا مطلب؟"
"وہاں میں دیکھ رہی تھی کہ وہاں کچھ ایسا ہوتا تھا۔ تم نے اٹھن
کو بلا کر تیرے ڈیوڈ آیا تھا۔" سوزن نے غور کر دیکھا۔
"ڈارنگ، میں تمہیں جان چاہتی تھی اس لیے EKG
حقیت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ گائے نے لکھنا
کے بچے بتا گئی اس کی گائے میں تھی۔
"میں۔" سوزن کی چیخ بلند ہوئی۔ وہ عمومی اعزاز
میں کیٹ کی طرف دیکھتی۔ کیٹ نے غصہ خیزانہ کے بغیر دوڑا
دی۔ سوزن نے دھڑلے غصائی سے ان کے اعراض دھند کو چلا دی۔
کیٹ غور سے دیکھ رہی تھی کہ گاڑیوں اور سڑک کدھر
کے لیے دوڑتی رہے۔
"سوزن کی طرف سے صرف تم جانتی ہو۔"
"میں کیٹ کی جان کیا ہوں۔" گائے کا سیکھٹ کیا۔
"کیٹ، تمہیں کیا یاد رہی؟"
"تیرے لیے میری ہونہاری طرف سے غور میں ہے۔"
"سوزن کی مجھے دے دو۔" گائے نے آہستہ سے آگے
بڑھا۔ اس کی آواز میں تری اور اچھا لگتی۔ "پلیز ڈارنگ،
میں سب سنبھال لوں گا۔" کیٹ کیس ہو گیا۔ اس نے ہاتھ
دراڑا۔
سوزن نے ایک قدم پیچھے ہٹا دیا۔ ہاتھ کا گھمنا۔ گن کا
راغ گائے کی جانب ہو گیا۔ "سوزن، کیا کر رہی ہو؟"
"پلیز گائے۔"
"گائے نے ایک قدم آگے بڑھنا چاہا۔" آئی۔
"میں جانتی ہوں۔" سوزن لڑائی۔
"دونوں کے ہاتھوں کے
درمیان چھوڑنا کا معاملہ کیا تھا؟"
کیٹ نے دماغ میں گھومنے سے پہلے ہی نہیں۔
"میں ہو کر تھا۔ پانچ دھچکاؤں کے بعد سوزن کی۔" گائے نے
کے ہاتھ دوسرے ہاتھوں سے پانچ سال پہلے پھلے ہاتھ ایک
اچھا لگتا تھا۔
سوزن ایک جگہ روک گئی۔ گائے نے جیت آمیز نظروں
سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سوزن کے چہرے پر شکست خوردگی
کے آثار تھے۔ گائے نے بھی سانس لکڑیا اور ڈیوڈ کے گن
چل رہی تھی اس لیے سوزن کی گرفت ڈھکی
میں ہوئی کی بڑھتی ہوئی آواز کی آخری دھچکاؤں میں
پہلی سوزن نے سانس لکڑیا۔
"گائے نے سوزن کو دھوکا دیا۔ وہ چلائی۔
"سوزن مت کرو۔" دے دو مجھے۔ چھوڑ دے۔
سوزن میں شخص ہوئی۔ ماسک کا ڈیوڈ پارل گیا
اور دھکے سے ان دونوں کو ساکت کر دیا۔ دونوں اب رگ
الٹیف کے عالم میں ایک دوسرے کو دھکے رہے۔
حقیت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ گائے نے لکھنا
کے بچے بتا گئی اس کی گائے میں تھی۔
"میں۔" سوزن کی چیخ بلند ہوئی۔ وہ عمومی اعزاز
میں کیٹ کی طرف دیکھتی۔ کیٹ نے غصہ خیزانہ کے بغیر دوڑا
دی۔ سوزن نے دھڑلے غصائی سے ان کے اعراض دھند کو چلا دی۔
کیٹ غور سے دیکھ رہی تھی کہ گاڑیوں اور سڑک کدھر

کے لیے دوڑتی رہے۔
"سوزن کی طرف سے صرف تم جانتی ہو۔"
"میں کیٹ کی جان کیا ہوں۔" گائے کا سیکھٹ کیا۔
"کیٹ، تمہیں کیا یاد رہی؟"
"تیرے لیے میری ہونہاری طرف سے غور میں ہے۔"
"سوزن کی مجھے دے دو۔" گائے نے آہستہ سے آگے
بڑھا۔ اس کی آواز میں تری اور اچھا لگتی۔ "پلیز ڈارنگ،
میں سب سنبھال لوں گا۔" کیٹ کیس ہو گیا۔ اس نے ہاتھ
دراڑا۔
سوزن نے ایک قدم پیچھے ہٹا دیا۔ ہاتھ کا گھمنا۔ گن کا
راغ گائے کی جانب ہو گیا۔ "سوزن، کیا کر رہی ہو؟"
"پلیز گائے۔"
"گائے نے ایک قدم آگے بڑھنا چاہا۔" آئی۔
"میں جانتی ہوں۔" سوزن لڑائی۔
"دونوں کے ہاتھوں کے
درمیان چھوڑنا کا معاملہ کیا تھا؟"
کیٹ نے دماغ میں گھومنے سے پہلے ہی نہیں۔
"میں ہو کر تھا۔ پانچ دھچکاؤں کے بعد سوزن کی۔" گائے نے
کے ہاتھ دوسرے ہاتھوں سے پانچ سال پہلے پھلے ہاتھ ایک
اچھا لگتا تھا۔
سوزن ایک جگہ روک گئی۔ گائے نے جیت آمیز نظروں
سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سوزن کے چہرے پر شکست خوردگی
کے آثار تھے۔ گائے نے بھی سانس لکڑیا اور ڈیوڈ کے گن
چل رہی تھی اس لیے سوزن کی گرفت ڈھکی
میں ہوئی کی بڑھتی ہوئی آواز کی آخری دھچکاؤں میں
پہلی سوزن نے سانس لکڑیا۔
"گائے نے سوزن کو دھوکا دیا۔ وہ چلائی۔
"سوزن مت کرو۔" دے دو مجھے۔ چھوڑ دے۔
سوزن میں شخص ہوئی۔ ماسک کا ڈیوڈ پارل گیا
اور دھکے سے ان دونوں کو ساکت کر دیا۔ دونوں اب رگ
الٹیف کے عالم میں ایک دوسرے کو دھکے رہے۔
حقیت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ گائے نے لکھنا
کے بچے بتا گئی اس کی گائے میں تھی۔
"میں۔" سوزن کی چیخ بلند ہوئی۔ وہ عمومی اعزاز
میں کیٹ کی طرف دیکھتی۔ کیٹ نے غصہ خیزانہ کے بغیر دوڑا
دی۔ سوزن نے دھڑلے غصائی سے ان کے اعراض دھند کو چلا دی۔
کیٹ غور سے دیکھ رہی تھی کہ گاڑیوں اور سڑک کدھر

کے لیے دوڑتی رہے۔
"سوزن کی طرف سے صرف تم جانتی ہو۔"
"میں کیٹ کی جان کیا ہوں۔" گائے کا سیکھٹ کیا۔
"کیٹ، تمہیں کیا یاد رہی؟"
"تیرے لیے میری ہونہاری طرف سے غور میں ہے۔"
"سوزن کی مجھے دے دو۔" گائے نے آہستہ سے آگے
بڑھا۔ اس کی آواز میں تری اور اچھا لگتی۔ "پلیز ڈارنگ،
میں سب سنبھال لوں گا۔" کیٹ کیس ہو گیا۔ اس نے ہاتھ
دراڑا۔
سوزن نے ایک قدم پیچھے ہٹا دیا۔ ہاتھ کا گھمنا۔ گن کا
راغ گائے کی جانب ہو گیا۔ "سوزن، کیا کر رہی ہو؟"
"پلیز گائے۔"
"گائے نے ایک قدم آگے بڑھنا چاہا۔" آئی۔
"میں جانتی ہوں۔" سوزن لڑائی۔
"دونوں کے ہاتھوں کے
درمیان چھوڑنا کا معاملہ کیا تھا؟"
کیٹ نے دماغ میں گھومنے سے پہلے ہی نہیں۔
"میں ہو کر تھا۔ پانچ دھچکاؤں کے بعد سوزن کی۔" گائے نے
کے ہاتھ دوسرے ہاتھوں سے پانچ سال پہلے پھلے ہاتھ ایک
اچھا لگتا تھا۔
سوزن ایک جگہ روک گئی۔ گائے نے جیت آمیز نظروں
سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سوزن کے چہرے پر شکست خوردگی
کے آثار تھے۔ گائے نے بھی سانس لکڑیا اور ڈیوڈ کے گن
چل رہی تھی اس لیے سوزن کی گرفت ڈھکی
میں ہوئی کی بڑھتی ہوئی آواز کی آخری دھچکاؤں میں
پہلی سوزن نے سانس لکڑیا۔
"گائے نے سوزن کو دھوکا دیا۔ وہ چلائی۔
"سوزن مت کرو۔" دے دو مجھے۔ چھوڑ دے۔
سوزن میں شخص ہوئی۔ ماسک کا ڈیوڈ پارل گیا
اور دھکے سے ان دونوں کو ساکت کر دیا۔ دونوں اب رگ
الٹیف کے عالم میں ایک دوسرے کو دھکے رہے۔
حقیت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ گائے نے لکھنا
کے بچے بتا گئی اس کی گائے میں تھی۔
"میں۔" سوزن کی چیخ بلند ہوئی۔ وہ عمومی اعزاز
میں کیٹ کی طرف دیکھتی۔ کیٹ نے غصہ خیزانہ کے بغیر دوڑا
دی۔ سوزن نے دھڑلے غصائی سے ان کے اعراض دھند کو چلا دی۔
کیٹ غور سے دیکھ رہی تھی کہ گاڑیوں اور سڑک کدھر

کے لیے دوڑتی رہے۔
"سوزن کی طرف سے صرف تم جانتی ہو۔"
"میں کیٹ کی جان کیا ہوں۔" گائے کا سیکھٹ کیا۔
"کیٹ، تمہیں کیا یاد رہی؟"
"تیرے لیے میری ہونہاری طرف سے غور میں ہے۔"
"سوزن کی مجھے دے دو۔" گائے نے آہستہ سے آگے
بڑھا۔ اس کی آواز میں تری اور اچھا لگتی۔ "پلیز ڈارنگ،
میں سب سنبھال لوں گا۔" کیٹ کیس ہو گیا۔ اس نے ہاتھ
دراڑا۔
سوزن نے ایک قدم پیچھے ہٹا دیا۔ ہاتھ کا گھمنا۔ گن کا
راغ گائے کی جانب ہو گیا۔ "سوزن، کیا کر رہی ہو؟"
"پلیز گائے۔"
"گائے نے ایک قدم آگے بڑھنا چاہا۔" آئی۔
"میں جانتی ہوں۔" سوزن لڑائی۔
"دونوں کے ہاتھوں کے
درمیان چھوڑنا کا معاملہ کیا تھا؟"
کیٹ نے دماغ میں گھومنے سے پہلے ہی نہیں۔
"میں ہو کر تھا۔ پانچ دھچکاؤں کے بعد سوزن کی۔" گائے نے
کے ہاتھ دوسرے ہاتھوں سے پانچ سال پہلے پھلے ہاتھ ایک
اچھا لگتا تھا۔
سوزن ایک جگہ روک گئی۔ گائے نے جیت آمیز نظروں
سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سوزن کے چہرے پر شکست خوردگی
کے آثار تھے۔ گائے نے بھی سانس لکڑیا اور ڈیوڈ کے گن
چل رہی تھی اس لیے سوزن کی گرفت ڈھکی
میں ہوئی کی بڑھتی ہوئی آواز کی آخری دھچکاؤں میں
پہلی سوزن نے سانس لکڑیا۔
"گائے نے سوزن کو دھوکا دیا۔ وہ چلائی۔
"سوزن مت کرو۔" دے دو مجھے۔ چھوڑ دے۔
سوزن میں شخص ہوئی۔ ماسک کا ڈیوڈ پارل گیا
اور دھکے سے ان دونوں کو ساکت کر دیا۔ دونوں اب رگ
الٹیف کے عالم میں ایک دوسرے کو دھکے رہے۔
حقیت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ گائے نے لکھنا
کے بچے بتا گئی اس کی گائے میں تھی۔
"میں۔" سوزن کی چیخ بلند ہوئی۔ وہ عمومی اعزاز
میں کیٹ کی طرف دیکھتی۔ کیٹ نے غصہ خیزانہ کے بغیر دوڑا
دی۔ سوزن نے دھڑلے غصائی سے ان کے اعراض دھند کو چلا دی۔
کیٹ غور سے دیکھ رہی تھی کہ گاڑیوں اور سڑک کدھر

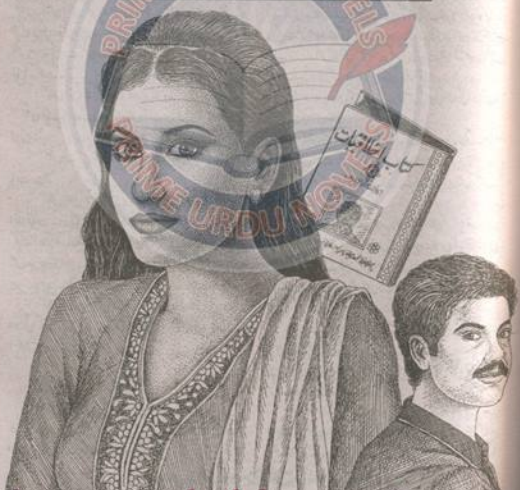
لوہری کاں بھری ہوئی تھی۔
گھر ماں کے بیٹے تھے۔ اسی لئے ان کے چہرے پر ہر شادی
جمی اطمینان تھی، جس تھا۔ سہیل اس سے پہلے کسی کا بیٹا
تھا، وہ توسط بیٹے سے عشق رکھنے والوں کے لئے تھا۔ ان بے
سب کے سب نوجوان اور خوبصورت اور سب ابیر
کے لئے ان کے چہرے پر ہر شادی

مظلوم عاشق

منظر عام

سودا زبان کا کاروبار زندگی کی بڑے بڑے پروان چڑھاتا رہا ہے۔
کبھی آثار تو کبھی چڑھاؤں۔ وہ زخم خوردہ تھا۔۔۔ تھوڑے
تو کبھی کام لہنا جانتا تھا۔۔۔ محض محبت کا جذبہ خود کو بوند
کی مانند ابھرتا ہے۔ اور وہ بوند بھلا جاتا ہے۔۔۔ چاہے اور چاہے جائے
کس خواہش میں، بوند بوند والے مظلوم عاشق کی روداد ہے۔۔۔

دور دور میں ان کا کاروبار کرنے والے عاشقوں کے لیے روایت ہے۔



آواز میں سوال کیا۔
”نہیں، کیٹ کوئی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔“ ڈیوڈ نے
اس کا ہاتھ سلایا۔
”مجھے ہے؟“
”وہی احوال چل نہیں سکتا۔ لیکن وہ اسپتال کے علاوہ
کئی جگہ فون کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ورنہ شاید ہم
برداشت ہو چکے ہوتے۔“ ڈیوڈ نے کہا۔

”جس نے لڑ رہے تھے۔
کالوں میں آوازیں آ رہی تھیں۔ دوسرے سے تعریف کے
ساتھ کیٹ نے انھیں کوئیں۔ روٹی پڑی کی۔ آہستہ
پھر بند ہو گئیں۔ دھتے سے اس نے پھر انھیں کوئیں۔
پائین بھیج گئیں، پردہ پاؤں اور شہر میں ہوا۔
ایک مسکراتا ہوا چہرہ گاہ کے سامنے ڈانگ کر سنا تھا وہ
کیٹ کی نظر نام کے کچھ پر جمی۔ آہ۔ ان۔ جی۔
(ریسٹورنٹ RN)۔
ڈانگ ڈیوڈ کی کیا تم مجھے سن رہی ہو؟“ جیلا نے

سوال کیا۔
کیٹ نے ثابت قدم سے سر کو تحفہ بند کر دیا۔
”تم دیکھ کر ہی روم میں ہو۔ کیا تم تعریف میں ہو؟“
کیٹ اٹھ اٹھی۔ اس کی حیثیت ایک ایک کر کے
واپس آ رہی تھی۔ دماغ نے اس کی تعریف سمجھ کر نہ والا
منگل وصل نہیں کیا تھا۔ شہر کے کوڑی کا عالم تھا۔ اس نے
ناک میں آہستہ کی ترسیل کی سربراہت کر لی۔
چہرے پر ہرے کے گونگے ہوئے۔ وہ وہاں چار دیواری
”کیٹ؟“

اس نے آواز کی سمت دیکھنے کی کوشش کی۔ وہ ڈیوڈ
تھا۔ ذہن میں لہر تھی۔ کیٹ نے بے اختیار ہاتھ اٹھا دیے
ہاتھ کی آلی دی ٹیبلٹ نے بے کوشش نا کام بنادی۔ آٹا چھ
کے باؤٹ ہاتھ چھانچا ڈھکروا ہاں، ستر پر گر گیا۔
ڈیوڈ ستر کے ساتھ گیا۔ اس نے ہاتھ دیا وہ تھا
جیسے وہ ہاتھ کا کچھ کاٹا ہے۔
”خدا کا شہر ہے کہ تم جھیک ہو۔“
”مجھے یاد نہیں۔“
”تمہاری تین بیٹے تک سرجی کے بعد کوئی نکال دی
گئی ہے۔“
کیٹ کے ذہن میں پھر لہر تھی۔ بارش۔
ہوا۔ پھاڑی۔ اور سوزن۔
”ڈاکٹر سوزن زندہ ہے؟“ اس نے غصہ سے زور

کر رہے تھیں۔ وہ جب ٹیگور دیتا تو اس وقت میں اس کے سامنے ٹھہری ہوئی کہ دفتر وقت اس کی اس غوری کو تلاش کے دوسرے طالب علموں نے بھی اس کی سرخ رو کا رونا دوسا دیکھ کر بھی تجری اعزاز میں گھٹاٹھے۔ وہ جینے کر رہ جاتا۔

اس کا خیال تھا کہ غریب نے بھی اس کی دلچسپی محسوس کر لی ہے۔ اس کی بھڑی پر مسکراہٹ میں بتائی گی۔ ایک دن اس نے تلاش میں سوال کیا۔ ”آپ کی یاد ہے۔ آپ نے ایک بار سب اطلاعات کی بات کی تھی۔ علامہ فراموشی کی۔“

”ہاں، یاد ہے۔“

”کیونکہ اس کے بعد آپ نے اس کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا۔“

”ہاں،“

”میں نے اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”جواب دے۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”جواب دے۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”جواب دے۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”جواب دے۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”جواب دے۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”جواب دے۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”جواب دے۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”جواب دے۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”جواب دے۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”جواب دے۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”جواب دے۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”جواب دے۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

”جواب دے۔“

”میں ان اسٹوڈنٹس کو علامہ فراموشی کی کتاب پر اطلاعات سے ایک نیاک بات ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔

جرم کی دنیا میں مجرموں کے درمیان ہونے والی چالیں کشائیں

غیر قانونی کام کرنے والے اپنی دنیا میں مست و مگن رہتے ہیں... لیکن غیر معمولی دنیا کی حالات و واقعات میں کچھ بھی رونما ہو سکتا ہے... زہان کا سودا گری والے ایک مجرم کا قصہ جس نے کسی کی محنت پر شب... خون مار دیا تھا... کچھوں کی اس مصلحت سے شروع ہونے والی مصلحتی خیز کہانی کے نت ناز موز...

انوکھا کاروبار

توہیر ریاض



تاتے جیسی رگت اور بے تربیت بالوں والا وہ شخص بھڑا زبردست کے سلم سے کی دھاری کے بغیر گزرتا چلا گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سوٹ بیس اور دوسرے میں ٹاٹ کا پڑا سا حلیہ تھا جس پر واضح الفاظ میں کوئٹ لکھا ہوا تھا۔ اس سامان کی حلقی مددگار میں ہی مٹی کی جب اسٹیکر نے سوٹ بیس پر سرسری نظر ڈالی اور حلیے پر ہاتھ لگا کر نام کی موجودگی میں کرتے کرتے اسے مسافر کو بڑھنے کا اشارہ کر دیا۔ بہر حال وہ ایک ایسی

جاسوسی ڈائجسٹ 83 اکتوبر 2016ء

بایا۔ یعنی سب کچھ ٹھیک تھا۔ اور یہ غرہ کی شرافت تھی۔ اس نے کیل کی مزت نہ کھائی۔
اس نے بے حیات کر دیا تھا کہ کیل کی طرف سے اس کے دل میں ایسی کئی بات تھیں۔ وہ ایک نیم پائے لڑکی تھی۔ وہ ہندوؤں کی شدت سے واقف تھی۔ وہ بچہ کی طرح کی کیل نے جو بچہ کی کیا ہے وہ اس کا ایک اسطرز کی اصل تھا۔ ہر انسان کی زندگی میں ایسے فیئر آیا کرتے تھے۔
کیل جب کلاس میں پہنچا تو وہاں ہی انکی کوئی بات نہیں کی۔ سب کچھ بدل گیا۔ غرہ سے اس کی نگاہوں کا تبادلہ بھی ہوا تھا۔ کیل کی غاص بات نہیں تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ غرہ سے اس کی مزت نہ کھائی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ غرہ وہ بھلیے ذکر ہے۔ اور غرہ سے گا کرو نہ جانتے کیوں ہمک سا گیا تھا۔ اور اب اسے اس کی ہوا کیا ہے۔
ایں دن کلاس سے فارغ ہونے کے بعد اس نے غرہ کو روک لیا۔ ”فرم کرکے جاؤ۔“
کیل غاص بات نہیں تھی۔ عام سا روٹن تھا۔ بہت سے گچھار کی اسٹوڈنٹ کوئی بات بھانے کے لیے روک لیا کرتے تھے۔ غرہ اس کے بچے پر کڑی تھی۔ جب کلاس خالی ہو گئی تو اس نے غرہ کی طرف دیکھا وہ بہت تھکی لگی تھی۔ اس کی طرف دیکھ کر تھی۔
اس نے غرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مجھے تم سے آج ایک ضروری بات کرنی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم میرے پاس سے غلط خیال نہ کرلو۔ میں اس خیال کو دور کرنا چاہتا ہوں۔ میں جو کہہ رہی ہوں ایک طرف اور مذہب انسان ہوں۔ لیکن ہر انسان کی زندگی میں ایک فیئر ایسا بھی آتا ہے جب وہ اپنے پاس نہیں رہتا۔ یہ اس کی قدرت ہے۔ لیکن غلطی اس میں ہوتی ہے کہ اس کی توجہ نہ لگائی جائے۔“
غرہ نے کچھ نہیں کہا۔ وہ بس اس کی طرف دیکھتی رہی۔
کیل نے اپنے آپ کو سنبھال کر بھر کہا۔ ”غرہ میں ایک حرم قسم کا شخص ہوں۔ میری زندگی میں خوشی کے لحاظ بہت ہی کم آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں تو درمیان میں اتنی بارکیاں آ جاتی ہیں کہ خود پر جبر کر کے رہنا ہوتا۔“
”میری تجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔“ غرہ نے کہا۔ ”آپ میں کتبہ اخلاقیات سے درس دے رہے ہیں۔ ایک ایسا بار بھر لوں گی کہ آپ اس کتاب کا صفحہ 333 دیکھیں۔ اس کے بعد بات کیجیے۔“
”وہ اچھ کر مٹی کی۔“

آسٹریلیا

خدا شہ

سکیم انور

بعض لوگ واقعی ان صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں جو ان کو وقت سے پہلے رونما ہونے والے حالات و حادثات کی آگاہی دے دیتی ہیں... خوف بے خوف درست ثابت ہونے والے خدا شہ کی نشاندہی کا دلچسپ احوال...

مغربی اداریں نے موسول ایک خبر مانے کا روائی کی پیش بندی



"کاش ایسا ہی ہوتا۔ میں جیل میں جرم کے رنگ سے اور گریز کو چیل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ لیکن کبھی کی قیدی یہاں سے نجات ہوتا ہے تو میری پریشانی ختم ہو جاتی ہے۔ خاص طور پر ایسا قیدی جس نے سلاخوں کے پیچھے خود کو بہت محنت ڈالت کیا ہو۔"

"لیکن یہ بات تمہارے لیے پریشانی کا باعث نہیں ہونی چاہیے، وارڈن۔" جی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ "جب کوئی شخص جیل سے چلا جاتا ہے تو پھر اس کی ذمہ داری وارڈن براؤن نے اٹھ لی ہے۔"

"گڈ ایوننگ، وارڈن۔" رپورٹری سامنٹ نے اپنے ہیبت کو سر پر جتاہے ہوئے کہا اور گری پر ہاتھیں لٹکا کر پڑ گیا۔

"گڈ ایونگ۔" "تم کچھ پریشان دے دکھائی دے رہے ہو وارڈن۔" رپورٹری نے کہا۔ "کیا تمہارے گھر سے قیود میں سے کوئی تمہارے لیے مشکلات پیدا کر رہا ہے؟" وارڈن نے اس کی بات براؤن پر بولا۔

جاسوسی ڈائجسٹ 93 اکتوبر 2016ء

رہے گا اور اس کے شہر چکوں کا تھپکا پھیلے گی جیسے میں کھینچنے کے بعد بالآخر اس کے پاس کی میز پر پہنچے گا جرم ہو مسٹر کورن۔

"میرے منہ پر بات ہے۔" کورن چلاتے ہوئے بولا۔

"صرف یہی۔" جب تم نے میری غدبات حاصل کیں تو میں نے سوچا کہ تم رپورٹری کی غلطی کی قسم کی حقیقتات کروانا چاہتے ہو اور یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ میں اتنا آگے چلا جاؤں گا۔ تم نے خود مجھے بتایا تھا کہ شہ کے گھر کا نام امریکا ہے۔ اگر تم کی وجہ سے انہیں اپنے پاس نہیں رکھتے تو ان سے وہ میرے سرور کا نام لیتے جو ان بھوں کے جسم میں داخل ہو گئے تھے۔ تم نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ ان میں جیونی افریقا کا تھپکا ہو۔"

کورن نے شہ بار انہوں سے رینڈ کو دیکھا اور بولا۔ "میں بہت برا ہوا کہ میں نے سوچا کہ میں تمہارے دوسرے کی حمایت کرنے کے لیے آگے نہیں ہوں۔"

"اس سہ سے ہے۔ یہاں اس بار سے بات کی جی۔" رینڈ نے فری سے کہا۔

"اس نے کیا کہا؟"

"اس کے منہ سے نکلا ہے۔" "نارمل میں میرے پہلے مجھے ان کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا پھر تمہاری بات یاد آئی کہ سفارت خانے کا عملہ میں کوئٹہ کا تھپکا چیل کرتے ہوئے خلاق اور کار کا تھپکا لیتا ہے۔ کورن بولا۔

درحقیقت نارمل کا رینڈ کے جوری اور چٹائی بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے لیے مرے وقت سے نارمل کا تھپکا اور کیا۔"

"کورن بھرتے ہوئے بولا۔ "میں چاہوں گا کہ وہ لوگ حالت میں کسی ای طرح قہقہے لگیں۔"

"مجھے شہ کے گھومتے اور کوادہ ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ دعوت میں چلائے گا۔ بہر حال میں نے اپنی رپورٹ میں ان تہمت کا ذکر کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے لیے اس کا دوبارہ سے الگ ہونے کا مناسب وقت ہے۔"

رافل کورن ہوتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میرے کائی ٹھکانہ کرنی۔ تم چاہتے ہو مسٹر رینڈ۔" خدا حافظ۔" رینڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں اپنا بیج جیسے بیج دوں گا۔"



سے تھا۔" "اور وہ پتھر کی لاش؟"

رافل کورن نے تائیدی اعزاز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ماہرین کا کہنا ہے کہ اسی ہتھیار سے تھپکا کوئل کیا گیا۔ جیسا کہ تم نے بھی بتایا کہ قاتل اور بیروں کی اسٹاکٹ سب کے لیے چران کی ہے۔ تم نے رپورٹ میں لکھا ہے کہ موہن کو صاحبی طور پر کوئی لگ کی جب تم اس سے ہتھیار کے لیے پھو جھک رہے تھے۔"

"میں جیسا یہ افسانہ اس طرح پیش آیا۔" "کیا اس نے یہ بتایا کہ رینڈ اور رپورٹ پر تھپکا کو گولی کیوں ماری؟"

"لیکن میرا خیال ہے کہ میں اس سوال کا جواب دے سکتا ہوں۔" رینڈ نے کہا۔ "تم جانتے ہو کہ ایک چیز شروع سے میرے سامنے کی گئی تھی اسے نہیں دیکھ سکتا۔"

"وہ کیا چیز تھی؟" کورن نے پوچھا۔

"اگر تو قاتل کو تصور پڑا جانتے کے لیے پتھر اور رپورٹ سے جہاز تھپکا کرنا تھا تو وہ کس طرح مقرر کر اور رپورٹ کی غارت سے باہر نکلا اور کہاں جاتے کے لیے کسی بھی سوار اور ہاتھ؟"

"کون سے کس کا کئی مئی کشن؟" "کون سے کس کا تھپکا؟" جی نے کہا۔

"جگہ کس سے گزرتے کا تجربہ نہیں سول لیا۔ وہ فرار تھ لارڈ ج میں تھپکا تھا اور اسے یہاں سے ساتھ ساتھ نارمل کے قیود کوئی براہ راست خود پڑ جانے والے جہاز میں رکھنا سکتا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا روادار میرے سے قدر پڑا جانے کا نہیں تھا۔ وہ لندن میں ہی اپنے طور پر ایک تلاش کر رہا تھا۔ موہن کی اس کا تھپکا کے قیود نظر اس کی حفاظت کے لیے موجود تھا لیکن جب اس نے تو قاتل کو پکڑی دے دیکھا تو رپورٹری۔"

رافل کورن نے پتھر سے کمری پر پھلو پڑتے ہوئے بولا۔ "تو قاتل کو پکڑ کر اسے کیا تھا۔ نارمل، چکوں اور ان میں چھپاتے گئے میرے۔ وہ ان سب سے ہاتھ دو بیٹھا۔"

"میں نے اپنے آپ سے یہ سوال کیا تھا۔ غالباً اس نے تاج کو پکڑ لیا۔ لیکن یہ اختیار کا روادار کی بھی ممکن ہے۔ غالباً قاتل اس لکھا ہے۔ اس کے علاوہ ایک امکان اور بھی تھا۔ وہ غالباً جاتا تھا تو قاتل کو پکڑ کر دے دوشت میں نہیں

جاسوسی ڈائجسٹ 92 اکتوبر 2016ء



انگاریہ

سلاہ جانی

سوانحیہ

نہی کی کر دریا میں ڈال... بات محاورے کی حد تک ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن خود غرضی اور سفاکی کے اس دور میں نہی کی کر والے کو یہ کمر میں پتھر باندھ کر دریا میں ڈال دیا جاتا ہے۔ آسمان سے لوٹ ہو اور سب سے خیر دردمند دل رکھتا ہو تو اس کے لیے قدم قدم پر ہولناک اسباب سے بھرا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ بستیوں کے سر خیل اور چاہیوں دائروں کے لیے یہ رحمت منورہ ہو کے پیاسے ہو جاتا ہے، انہوں کی نگاہوں سے نفرت کے انگارے برسنے لگتے ہیں... امتحان در امتحان کے ایسے کے مراحل پیش آتے ہیں کہ عوام کھڑے ہو کر مقابلہ کرنے والا خود ہی انفرم ہو رہا ہو یہ دیکھ کر ہنستا چلا جاتا ہے لیکن حوصلہ جوان ہو تو پھر ہر سازش کی کوکھ سے فحش اور نہایت کی نہی کہانی ابھرتی ہے۔ وطن کی منی سے پیار کرنے والے ایک بے خوف نوجوان کی داستان جسے ہر طرف سے وحشت و بربریت کے خون آشام سناہوں کھیر لیا تھا مگر وہ ان پیاسی دلدلوں میں رگے بغیر ڈوبا ہی چلا گیا... اور سوخ اور بوندگی کی زنجیریں بھی اس کے بڑھتے ہوئے قدم نہیں روک سکیں۔ وقت کی میزان کو اس کے خوشوار خریفوں نے اپنے قدموں میں جھکا لیا تھا مگر وہ بارمان کر پسا ہوئے والوں میں سے نہیں تھا...

سلاہ جانی

دل کراڑا داستان

پاس ہے۔“
 ”آقا صاحب ہوگا جب یہ بندہ کوئی کچھ بھرتا دے گا۔“
 ”کے آقا صاحب کے خلاف۔“
 ”اگر یہ میری طرف نہیں ہیں جین سے کہ یہ دونوں تاروں کی آقا جان سے ہی کر داتے ہیں۔“
 ”ساحلوں سے میری بات چاہیہ دینے سے پہلے ہمیری پاس کی اور اس کا صندوق میں چاہیہ کشادہ رہو تو اپنی ٹھیک سوچیں سلا کر بولا۔“
 ”دراں میرے کانوں تک میں کچھ اس طرح کی باتیں بھی نہیں۔ میں نے ایک دن دوسے صاحب سے پوچھا کہ آقا کی کرپ کا کیا حال ہے۔ میں نے تاپا ریسٹر اور پتھر دینے سے پہلے نہیں۔ ان کو ان کے کی سزا اور دے دی۔ مگر دوسے صاحب کے پاس سے لگا تھا کہ وہ انہیں بہت زیادہ سزا دے گا۔ چاہتا۔ دوسری طرف آقا جان اس معاملے میں کسی طرف کی رعایت نہیں کیا چاہتا تھا۔ آقا جان کوئی آئے والے فرشتہ قریب اور اس کے سامنے ہی عورت کو دے جان سے بار دے چاہتا تھا کہ اس کو دروغ لیت ہو۔“

”اور اس نے بار دیا۔“ میں نے کہا۔
 ”ہاں۔ آقا صاحب بڑا لڑکھن ہے اور شاید یہی معاملوں میں وہ دیکھ ہی سے نہا دے صاحب کی نرم دلی سے ایسے معاملوں میں نقصان کی پہنچ جاتی ہیں۔“
 ”لیکن یہی معاملوں میں وہ خود بھی تو دوسے صاحب کی نقصان پہنچا رہا ہے۔“
 ”اگر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ زینب کے خون کی غلط روایت آقا جان کی سرکھی سے ہوئی تو یہ بڑی بات ہے۔ سراسر ہو چکا ہے۔“
 ”ساحلوں سے اس کی طرف سے دعا اور اور اہل کے ساتھ۔“
 ”انہی کی بات میں ہی برداشت کرتا تھا لیکن انہی کی اس بات میں چونکہ خاصا خون تھا اس لیے وہ کوئی سخت ضرر نہ کہے۔“

”اٹھ لے اسے ابی بڑی کاسانی کھا اور وطن اعزاز میں میری طرف دیکھا۔ اس کا میں میری طرف دیکھا کو پھر سہل کر گیا۔ وہ لال پھر سے ساتھ بولا۔“
 ”ابنی چچ بچ بند ہی رکھا کہ تو بہتر ہے۔ ابی ہمارے پاس کیا جیت ہے کہ وہ دلہن لہڑا آقا جان سے کر دے گی۔ یہ کر لیتی ڈاکٹر اس کے سروا۔“
 ”لیکن جیت کے ساتھ۔“
 ”میں بھی کر سکتا ہوں کہ تم۔“
 ”ساتھ میں ہی پیدا ہو گئے۔“

”مجھے نہیں پسند کہ اس کو آپ اور اہل کو یہاں اس حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ سب یہ ہے۔“
 ”ابنی۔“
 ”میں نے کہا ہے میں یہ مارا یا نہیں ہوں گی، پہلے قریش میں جاؤں۔“
 ”قریش آگے تھے بعد رضوان کا فی بہتر حالت میں ہم دونوں کے سامنے بیٹھا تھا۔“
 ”میں نے کہا۔“
 ”رضوان نے اسے چندہ میں منٹ میں رک رک کر اور انہوں کی اس صاف کر کے جو کچھ تپا اس کا خلاصہ کچھ بیان کیا۔“
 ”میں نے کہا۔“
 ”میں نے کہا کہ بعد چھوڑ کر دے گی اس طرح ڈاکٹر اور میں اپنی اپنی جگہ پر آگے چلے گئے۔ اس کا کام ہو گیا۔ رضوان کو کچھ دیا۔ رضوان نے اس کی تلاش میں پھر کر رہی تھی لیکن رضوان اس کی کہہ دے پہلے ہی اس کے پاس سے کھلا ہو گیا۔“
 ”میں نے کہا۔“
 ”میں نے کہا کہ بعد چھوڑ کر دے گی اس طرح ڈاکٹر اور میں اپنی اپنی جگہ پر آگے چلے گئے۔ اس کا کام ہو گیا۔ رضوان کو کچھ دیا۔ رضوان نے اس کی تلاش میں پھر کر رہی تھی لیکن رضوان اس کی کہہ دے پہلے ہی اس کے پاس سے کھلا ہو گیا۔“

”اور اس نے بار دیا۔“ میں نے کہا۔
 ”ہاں۔ آقا صاحب بڑا لڑکھن ہے اور شاید یہی معاملوں میں وہ دیکھ ہی سے نہا دے صاحب کی نرم دلی سے ایسے معاملوں میں نقصان کی پہنچ جاتی ہیں۔“
 ”لیکن یہی معاملوں میں وہ خود بھی تو دوسے صاحب کی نقصان پہنچا رہا ہے۔“
 ”اگر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ زینب کے خون کی غلط روایت آقا جان کی سرکھی سے ہوئی تو یہ بڑی بات ہے۔ سراسر ہو چکا ہے۔“
 ”ساحلوں سے اس کی طرف سے دعا اور اور اہل کے ساتھ۔“
 ”انہی کی بات میں ہی برداشت کرتا تھا لیکن انہی کی اس بات میں چونکہ خاصا خون تھا اس لیے وہ کوئی سخت ضرر نہ کہے۔“
 ”اٹھ لے اسے ابی بڑی کاسانی کھا اور وطن اعزاز میں میری طرف دیکھا۔ اس کا میں میری طرف دیکھا کو پھر سہل کر گیا۔ وہ لال پھر سے ساتھ بولا۔“
 ”ابنی چچ بچ بند ہی رکھا کہ تو بہتر ہے۔ ابی ہمارے پاس کیا جیت ہے کہ وہ دلہن لہڑا آقا جان سے کر دے گی۔ یہ کر لیتی ڈاکٹر اس کے سروا۔“
 ”لیکن جیت کے ساتھ۔“
 ”میں بھی کر سکتا ہوں کہ تم۔“
 ”ساتھ میں ہی پیدا ہو گئے۔“

خاموشی سے آگے بڑھتے تیار۔

دو ہولنا۔ "شاہد زیب بھائی اچھے پٹھے پٹھے کرنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے پتہ ہے کہ وہ پانا باؤس میں نہیں ہے۔

وہ جاگ رہا ہے۔ اسے ڈھونڈنا ہمارا ہے۔

"لو حوض آباد رہا ہے؟" میں مستحضر ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک طرح کی باجی رک دے گا۔ وہ اسے اتنی محسوس ہوئی۔

"جی ہاں، کوئی پانا پیلہ اس نے اسپتال کا لاکر کھولا۔ اس میں ڈاکٹروں اور نرسوں وغیرہ کی خواہ کے لیے تقریباً سات لاکھ روپے پڑے تھے۔ وہ نکال کر لے گیا۔

کچھ تھکے تھے کہ جب پھر کچھ اور چہرہ میں جانے کو مجھ پر مجھ ہو سکتا ہے۔ پولیس میں رپورٹ درج ہو گئی ہے اور اب اسے ڈھونڈنا ہمارا ہے۔"

میں سر ہلکا کر رہا۔ یہاں سادھو سیکھتا رہتا ہے بڑے بڑے جنگ ہے۔ جرم کے والے اور برٹن انڈیا کا تھا۔ کنگ

بجیا ہوا تھا اس کا دینے والا جو کچھ جان بوجھ کر کھڑے ہوتا یا کیا ہے۔ سادھو جان کھا کر دباؤ کسی سے بے آسکتا ہے۔ اس کے ہاتھ پر ہتھیں اس کے کمرے کو کھلی کر دیا

تھا۔ اور سادھو کو تھا؟ تو میرے لئے اس کا کتنا کچھ کھانا تھا۔

جان ہی ہے۔

انتی نے کہا۔ "ہلک ہی کہتے ہیں کہ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے سو سو گت بننے پڑے ہوتے ہیں۔ حاکمی کی بددیانتی پر پردہ ڈالنے کے لیے اس کے ہزاروں کو کیا کچھ کرنا پڑا ہے۔"

سب بھگہ گئے تھے۔ شاہد زیب، ایک باہر مہاراجہ کی جگہ

کھڑے تھے جہاں ڈاکٹر ارم کے کچے کے وقت تھے۔ اگر

رضوان کو کسی کوامی کے لیے جلی کیا جا تو خیر اس کی یہ گواہی تو مان لی جاتی کہ اس نے ڈاکٹر کی جان لی تھی۔ مگر

یہ دلیل ہرگز نہ مانی کیڑا ڈاکٹر کے کچل میں آ جا تو جھوٹ

ہے۔ اس کے لیے مشیخہ ترجمت کی ضرورت تھی اور یہ

ثبوت اس وحید ڈاکٹر کی گارڈ کے اصرار ہی بیان سے مل

سکتا تھا۔ وہ ڈاکٹر اب اوکھ اوکھ کر رہا تھا۔

رات کو میری ملاقات ایک باہر مہاراجہ ابراہیم سے ہوئی۔ وہ کافی کمزور اور پریشان نظر آ رہا تھا۔ اب وہ اپنے

دل کی بات مل کر لکھ رہے تھے کہ بڑے کھانا اور یہ میری ایک بڑی

کامیابی ہے۔ اس نے سب سے پہلے انھیں بتایا کہ وہ سادھو نہیں کھائے گا اور اگر اسے گورنر سے کرے گا۔ اس

نے مجھے اس کی ٹی کے بارے میں بھی بتا دیا۔ جب تک

مقابلہ کے طور پر یہاں پہنچائی گئی تھی، وہ صاحب کی خواہش تھی کہ ابراہیم اس کی کوئی اپنی کے طور پر قبول کر لے۔

ابراہیم نے مجھے اس کی تصویر دکھائی۔ وہ بھی وہی

مخالف کے کسی ملائے کی کٹی تھی۔ اس نے شاہد زیب کو کہا تھا۔

وہ سادھو اچھا اچھا صورت کی کسی مہاراجہ کا بیٹا تھا۔ جیسے کہ بعد

میں معلوم ہوا۔ سادھو کا بیٹا تھا اس کا نام بھی اس پر پڑا تھا۔

شاہد زیب نے اس کا نام IMMUNE رکھا۔ اسے

کی جودھوڑی جاتی رہی ہے۔ یہ اسی کا بڑا بڑا ہے۔ لڑکی کو

ایک نظر دیکھ کر ہی کہا جا سکتا تھا کہ وہ ابراہیم کی دہن

کے کچے کچے کے بارے میں کچھ ہے۔ اس کی آنکھیں چھوٹی

اور کمرے میں رکھی تھیں۔ یہ میری جی تھی۔ میری جی تھی کہ ابراہیم

میں لیکن اگر یہ کسی دیکھ کر بھی ہوتی تو حقیقتاً ابراہیم

اسے دیکھ کر بھی کچھ نہ کہتا۔ دن کے طور پر اس کے

دل و دماغ میں شاہد زیب پر کسی طرح کی محسوس ہو گئی تھی۔

ابراہیم نے کہا۔ "اس کی آنکھیں گھٹی گھٹی تھیں۔ لیکن

اس نے شاہد زیب کے لیے تقریباً نصف کے طور پر اس کے

والدہ کو بے صاف بتا دیا ہے۔"

"کیا آپ جانتے ہیں کیا شاہد زیب کو دوبارہ زہری

ڈوز دی جائے اور کیا کرنا چاہئے؟"

اس نے اپنا ہاتھ دھوا۔ "میں کچھ بھی نہیں جانتا۔

میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا۔"

راؤڈی اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اگلے اور

دوسرے قریب آتے آتے مجھے بہت دور دور پہنچی

ہے۔ اب میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ جتنا اس کی

سوں کے دور چلا گیا ہوں اتنا ہی مجھے گھبراہٹ ہے۔

"ابراہیم آپ مجھے دل کے بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں

آپ کے بارے میں سوچتا ہوں۔ آپ کی دگر کار چاہتا

ہوں۔ لیکن میں تب ہی کچھ نہ کہتا کہ جب آپ کے

سنکی بنیاد کے بارے میں باتیں گئے۔ آپ کے والدین

آپ سے اتنا چار کرتے ہیں، اس کے باوجود وہ آپ کو

خاموشی میں ڈھکیا دھکے دیتے ہیں۔ حقیقتاً اس کے پیچھے کوئی

خاموشی نہیں تھی ہوئی۔ میں اس کی ہوری کے بارے میں

جاننا چاہتا ہوں۔"

ابراہیم کے دل پہلے پہلے مجھے پر ایک باہر مہاراجہ

کے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے

کے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے

کے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے

کے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے

کے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے

کے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے

کے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے

کے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے

کے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے

الفاظ سے چٹا تھا کہ یہ برسوں جلیا آئے والا وہی

مخالف ہے۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ جتنا اس کی

کر دیا گیا ہے۔ ان دونوں افراد کے معاملے سے ڈرے

صاحب اور شاہد زیب کی بیوی نے ہر دو افراد کا چاہتے تھے

مگر آقا جان نے انہیں مار ڈالا تھا۔ اس کے اقدام اگر

درست تھی تھا تو کسی اس کے نیچے درست تھے والے

کے ہیں۔ لیکن ابراہیم اور اس کی والدہ دونوں اس کے

ہوئے ہیں اور شاہد زیب کی خاموشی کا کچھ بھی جان

محسوس ہوتا تھا کہ وہ اس کے لیے کچھ سے ڈرے ہیں جو ان

سے کچھ زیادہ طاقتور ہے اور انہیں اس اقدام کی مزاد سے

سکتا ہے۔

اس کھنگو کے بعد ابراہیم کا سوڈا کافی خراب ہو گیا۔

میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھوں میں کچھ لڑکی تھی۔

اس نے مجھے بتایا کہ اس کے عام میں کچھ لڑکی تھی

انکھیں چلی گئی تھیں۔ لیکن اس کے بڑے بڑے بڑے

میں بولا۔ "آپ کچھ بھی نہیں جانتے۔ مگر اس کے

میں نے اپنا ہاتھ دھوا۔ "میں کچھ بھی نہیں جانتا۔

میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا۔"

راؤڈی اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اگلے اور

دوسرے قریب آتے آتے مجھے بہت دور دور پہنچی

ہے۔ اب میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ جتنا اس کی

نے سارا معاملہ چھپ کر دیا تھا۔ ابراہیم نے بات شروع کرتے ہوئے ان سرخ رتوں کا ذکر کیا تھا جو دوسے صاحب کے جسم پر پڑے جاتے تھے۔ میرے جسم میں اب تک بھی تھا کہ چند برس پہلے دوسے صاحب کو کوئی عارضہ لگا ہوا تھا جس کے بعد اس کے جسم پر دماغ نمودار ہوئے اور اس کی قوت سماعت پر بھی اثر پڑا۔ لیکن اب ابراہیم نے تھوڑی دیر پہلے ہی کہا کہ یہ دل کی بیماری کا نتیجہ نہیں تھا، تو کیا ان کا مسئلہ زبردستی سے تھا؟

ابھی میں گھر پر دو سے چند قدم ہی آگے گیا تھا کہ جنک کرک گیا۔ رہا ہی تھی کہ طرف سے ایک دم دوسنے کی آواز ہی بلند ہو گئی۔ یوں لگا جیسے ایک ساتھ ہی دونوں نے فوج بند کر دی ہو۔ آواز میں دم میں جس طرح اچھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان میں شاید بڑی تنگی کی آواز تھی۔

میں نے دیکھا کہ گزیر کے آخری سرے پر کھڑے آقا جان تھے جو وہاں دھڑاں سا ہو گیا تھا۔ وہ تھوڑی سی اعتراف تھی کہ طرف چلا گیا مگر شاید وہ دلا سے دوسرے ہند کر دیے تھے، آواز میں دم میں تھیں۔

میرے ذہن میں ابھی چند منٹ پہلے والے مناظر آگئے۔ ابراہیم بڑی پرانی شکل کے عالم میں والدہ سے بات کر رہا تھا اور میرے چہرے کے مطابق اس کی شکل کا کھنکھارہ سرخ رتوں اور اس کے سامنے کی موت سے ہی تھا۔ تو کیا ابھی تھوڑی دیر پہلے وہاں وہاں بند ہوئی تھی اس کا کھنکھارہ دھڑکنے سے بڑا تھا۔

میں اپنی اور سہیل کے پاس وہاں پہنچا۔ وہ جانا چاہو رہے تھے کہ میرے اور ابراہیم کے درمیان کیا گفتگو ہوئی ہے لیکن میں نے انہیں جھجکا دیا۔ انہیں تھکوان لیا۔

میں نے کہا: ”مجھے لگتا ہے کہ آقا جان سے دوسری دھڑکنے سے ہونے والی عمارت کو گراؤ ڈالا ہے لیکن اس کا نتیجہ پورا ہاؤس والوں کے لیے اچھا نہیں نکلا۔ وہاں اغدر روہنہ پڑا ہوا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے کی خاص واقعہ ہو گیا ہے۔“

”کیا؟“ سہیل نے پوچھا۔

”بھوکے؟“ کہیں ہوا ہو۔۔۔ یا بھر روئی ہیں۔ لیکن ہوا ضرور ہے۔“

”شاید کھل گئے تھے۔“ ایشی نے کہا۔

سہیل ترخ کر پڑا۔ ”ہم ایسا کر کے جا کر اپنی اس لڑکی کو دیکھ ہی بیٹھ جاؤ۔ وہ جو جاتی جاتی ہے اس کو

جاسوسی ڈائجسٹ 106 اکتوبر 2016ء

پرتگیزی قیدیوں اور خوب صورت سلسلوں سے کیا اکتوبر 2016ء کا دوسرا نمبر



پاکیزہ

انجم انصار اور رفعت سراج۔ کے قلم کار ناموں کی نظر پر اقبال

دن من بالالہ سلسلہ نعل۔ ایسے عشق و ترے میں کھیل عجب خبیثت اختیار

خوب صورت مہمان اور پراثر مہمان لیے سحر سجاد کا دلشیں دولت۔ من چاہنا زم

سیما رضا ادا کی خوش خیر۔ ہم کو عجب بد نام کیا تھی، دل کی صورت

عمر الحرام کی مناسبت سے فلسفہ شہادت پر اختر شجاعت کا پرکھن

نزہت اصغر۔

وہ آنے لزم ہیں۔ فاطمہ گرامی کی موزن

رائز لٹریچر عظمیت علی سے

رسخ علی غلام

شگفتہ شاہ، نعلیم احمد بشیر کی خصوصی تحریروں کے ساتھ، سات پڑے ام ایمان،

عقبہ حق، عنبرہ سید، ہاجرہ رحمان، فرحین اظفر، نادیہ احمد،

صفد اصغر، دیگر مایہ ناز نگاریوں کی حسین کاوشیں

پہلے پہل، مہر، قی، اور ان کی مستقل سلسلوں کا مجموعہ، صرف آپ نے

جاسوسی ڈائجسٹ 106 اکتوبر 2016ء

”بات کا غلط مطلب مت لو۔ لیکن اگر وہ نہیں مانتا تو ہم لوگوں کو یہ تو بتانا ہی ہوگا کہ اسے کہاں تلاش کیا جائے؟“

”ہم تو اس سے سر راتوں تھے۔ ہم سے زیادہ تو اس کے خفاکوں کے بارے میں آپ جانتے ہوں گے، آپ کا اس سے پرانا تعلق ہے۔“

”میرا حلق صرف لالہ نظام اور دریام کے واسطے سے تھا۔ لالہ نظام مر گیا اور دریام کو بھی اس کے ذریعے کا کچھ جان نہیں۔ دریام اور سجاد علی کی صرف ایک ملاقات ہوئی تھی اور وہ بھی چاند نوشی کے عالمگیر نامی زمیندار کے ذریعے سے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ یہ عالمگیر سہولت کے
 فائدوں کو مٹاتا ہوگا۔ مجھے پتا ہے، چاند کڑی سبب بھی
 بات شیوہ برحق کی کہ سہولت اور عالمگیر کا نام ہے۔“
 گھٹیلے نے یہ قہر اُری سے چلو کر لا کر ”کارل ورام
 نے پھر جی دہانت پر عالمگیر سے رابطہ کرنے کی کوشش
 کی، لیکن پتا چلا ہے کہ کونوار کے کہ اس پر کوئی قاتلانہ حملہ
 ہوا ہے اور وہ سب سے درپیش ہے۔ اس کا ایک قریبی ساتھی
 مارگریٹا بھی ہے۔“

میں نے ان کے دیرینے اس بارے میں جان کیے تھے لیکن میں نے خاص طور پر مناسب سمجھا۔ پہلی نے بیٹھائی سہلے ہوئے کہا۔ "میں کبھی نہیں آ رہا کہ اس شخص نے اتنی بڑی بے وفائی کی کہ اس کو وہ سب کچھ نہیں دے گا۔" اسے یمن کی کسانوں سے بھی ملاؤ اور ان کے اس کے ساتھ کچھ نہیں آئے گا اور جو کہ پانچواں والا اس سے بڑا وہ سب کچھ غلام ہو گیا ہے۔ اس کے لیے بہت سے راستے مل سکتے تھے۔ انہوں نے حاصل کر سکا تھا کہ اس کے فزیشن کو اس کو تنہا نہ رہی۔

”کیوں آیا تو نہیں کھیل صاحب کہا سے کسی پھر میں
 مرادو کیا گیا ہو۔“ میں نے کہا۔
 ”آپ تم جی اہقوں والی بات کر رہے ہو۔ سب کچھ
 کھیلوں کے سامنے ہے۔ کھب فوج کی کوئی طمّاش ہی نہیں
 ہے۔“ کھیل جیسے ہی ختم کیا۔
 میں نے کہا۔ ”آپ مجھے رفاہی افون واپس دلا کر،

”کوئی قائدہ نہیں۔ سیکڑوں بار کوشش ہو چکی ہے۔
 اُن کا فون آن آ جا رہا ہے۔ تمہیں کسی اور طریقے سے ہماری
 کرنا ہوگی۔“

”جو بھی تم مناسب سمجھو۔ اس کا ایک ٹکڑا نکالیں اور اس
شیر میں بھی ہے، کوئی سے کچھ آگے۔ مجھے لگتا ہے کہ تم اس
ٹکڑے کے بارے میں کچھ نہ تو بتا سکتے ہو۔“
”نہیں، یہ آپ کی لفظی فہمی ہے۔ ہم دونوں یہ بات پہلی
بار آپ سے کر رہے ہیں۔“

تھکیل کے چہرے پر سرفی لہرائی۔ خود پر حید کرتے ہوئے بولا۔ "دیکھو شاہ زیب! اپنے لیے مسائل پیدا کرنا اور ناس لڑائی کے لیے جو تمہارے ساتھ یہاں آئی ہے۔ ہم اب بھی تمہارے لیے دل میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ آئے اے! ان لوگوں میں تم دونوں کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "کلی بات تو یہ ہے جب کہ وہ لڑکی
(سہیلی) ہمارے ساتھ نہیں جھاول کے ساتھ یہاں آئی
تھی۔ ہم اس کے برے بھلے کے ذمے دار نہیں۔ دوسری
خیرم کو سننے والی بات آپ نے کی ہے، اس کااں سے بڑا
ثبوت کیا ہوگا کہ وہیں پندرہ ہفت کے اندر ہی ہم یہاں موجود
کہاں سے قیدی بن گئے تھیں۔ ہمارے ہتھیار، موپاؤں
غیرہرے لڑکھیں یہاں لاک کر دیا گیا ہے۔

[illegible][illegible]

”آپ جناب کا کیا خیال ہے۔ میرا کیا مقصد رہا ہے؟“ میں نے بے باکی سے ٹھیکر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

تھوڑا دیر دیکھا تو وہاں کسی کو نہیں ملا۔ وہ تاجوڑا کی طرف سے
 چلے گا۔ ساتھ میں ہیں۔ اس کے ال باپ اور بھائی بھی جائے
 تھوڑی سی دیر پہلے ہو چکے ہیں۔ شاید کسی کو ڈھونڈنے سے
 نہیں ملے گا۔ وہاں سے چلے گا۔ وہاں سے چلے گا۔ وہاں سے چلے گا۔
 دیکھا اور میرے پاس سے گئے۔ وہاں سے چلے گا۔ وہاں سے چلے گا۔
 صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آج کو لوٹ مار کے لیے ال باپ اور
 میں بھی گئے۔ کہہ رہا تھا کہ اس کی سہولتیں بھی دیکھیں کہ اس
 کی اور ایک بڑی ٹھکانہ کی کچیت ہو گیا۔ اس نے ایک
 بار چار سو ایک تھوڑی سی میری طرف دیکھا۔ اگر وہ میرے
 خاڑ سے کہہ جاتا تھا چاہے وہ اچھا ہو یا برا۔

میں نے کہا۔ ”ایک تیری وجہ تھی جو کوئی سے اور وہ
 آپ کی تحفوں سے اوکل رہی ہے۔ شاید اس کا سبب یہ
 ہے کہ بہت سے لوگ سوچ رہے ہیں کہ کسی مناسبت کے
 بغیر میری کوئی کام کیا جاسکتا ہے یا کسی کام کیا جاسکتا
 ہے۔“

”کیا کہنا چاہتے ہو؟ وہ میرے نیچے لہجے کو
 نظر انداز کرتے ہوئے کہلا۔

”آج نہ جان کر تھی سے اور تو بہت کچھ معلوم کر لیا

[illegible]

دوسرے یاروں کی اس نے پاراہوا کی کس فرقت کی تھی۔
میرے اس اشتیاق نے کھلی دوار اب کو کچھ زیادہ
شدت نہیں کیا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ وہ اس حوالے سے کافی
کچھ جانتا ہے۔ بہر حال اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ سو فی فیس
کے لڑکیوں کو یہاں پہچانے والا چاند کرمی کا حاکم بری
ہے۔

میری بات سننے کے بعد اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔ ”جہاں تک مجھے معلوم ہے یہاں آنے والی لڑکیاں بڑی حد تک بے آسرا ہیں اور انہیں یہاں ایک اچھی زندگی ملنے والی ہے۔ بہر حال، تو بارہا دوسروں کے معاملات

تھا، ان کی کچھ محجوریاں ہیں اور وہ ان کی قیمت ادا کر رہے ہیں۔ میرا سوال اپنی جگہ پر ہے۔ اگر کسی جمہاری یہ بات مان بھی لوں کہ تم اس زمیندار خالص کو سستی سکھانے یا سزا دینے کے لیے یہاں پہنچے ہو تو..... جمہار اعلق اس ذمیت کا مال سے کسے بنا؟“

”آپ جانتے ہو کہ عالمگیر اور سجاد کو دوستانہ ہے۔ سجاد کو کسی طرح بتا چلی تھا کہ عالمگیر اس سے بالا والا کوئی ٹھیل ٹھیل رہا ہے۔ کسی بہت امیر کبیر جی کی تو ایک ایک لڑکی سوا کروڑ میں فروخت کر رہا ہے۔ وہ بھی اس بات کا کھوج لگانا چاہتا تھا۔“

سچاؤں کا میل کہاں ہوا، یہاں تک کہ کل نے پھر سے تھاپا۔
وہ اس درسیاتی کڑی کے بارے میں جانتا ہوا رہا تھا
جس کے لئے دینا نہیں جا رہا تھا۔ میری لڑکی اور تاجو کا اتفاق
کھول کے پڑے کی طرف ملے ہانا اور پھر کئی مہینوں
دہاں رہا۔ پھر محسن ہوا کہ کھیل جیسے کھیل جس کو محسن
کرنے کے لئے تھوڑے بہت کچھ نہیں پڑے گا۔ جس کے پتھر
الفاظ میں آئے گا کہ کیا کچھ کچھ آقا کا روز کوئی
یک ہوئی میں اور کھول کا آگے سامنا ہوا۔ مجھے علوم

کہ جہاں اور گلیز گھیر دستانے یہاں میرے پاس آگئے
 خطہ قاجار کے خروٹوں میں لکھا گیا تھا۔ اس میں عالمگیر نے
 لڑکیوں کی فروخت کا ذکر کیا تھا اور ساتھ ہی جہاں کو گورنر
 انکسوں سے یاد کیا تھا۔ یہ عجیب سننے کے بعد جہاں کا دل
 عالمگیر کی طرف سے کتنا ہوا اور اس نے میرے ساتھ دل
 لڑکیوں والے جانے سے کھوکھن کا حال پیدا کیا۔
 کھلی ایک بستی کی طرف میں تھیں جہاں سے میرے عجیب
 ہوا تھا۔ اس نے سارے جانے ہوئے میں ہی پیچھے کرے ہوئے
 تھے۔ وہ دیر بیٹھے جہاں نے نوک زانوہر کا پیسہ بدلا۔

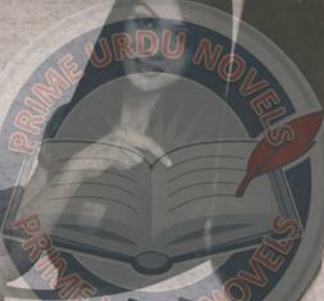
جہاں سے سامی لڑکے کو بیلپر بنایا اور ہمیں ساتھ لے کر
 "کٹوی اور دوی" کو لے کر یہاں پہنچ گیا؟
 "ہم اس کے ایک ٹکڑے پر گئے تھے۔" میں نے
 اقرار کیا۔ "مگر کوئی سے یہ طویل فاصلہ ہم نے ایک ہند
 چڑی میں طے کیا تھا اور جاری آنکھوں پر بیٹھ بیٹھی ہوئی
 تھی۔ وہاں سے نکلے وقت بھی میں بیٹھ بیٹھا کر نکلا گیا۔"

(اور یہ بات کافی حد تک حقیقت کی۔ سجاد اس سلسلے میں ہمیشہ بہت محتاط رہتا تھا۔ باہر سے ڈیرے میں داخل ہونے والوں کی آنکھوں پر مٹی یا گندمی جاتی تھی اور کبھی کبھی انہیں خواہ مخواہ گھرا کر ڈیرے پر پہنچایا جاتا تھا)

لے لیا ہر اتے حسین بال ہمیشہ کے لئے۔

MEDICAM SHAMPOO

مہینے بھر کا شیمپو



یہاں میرے آنے سے پہلے ہو رہا تھا؟
 میں اس کا جواب یہاں نہیں، پارا ہاؤس میں جا کر
 دوں گا کہ اس کوئی جواب دینا پڑے گا۔ آقا جان
 نے حج اعزاز میں ہماری طرف اشارہ کیا۔ پھر محل
 کرتے ہوئے بولا۔ "ان کی وجہ سے تین ہفتے دہی
 ہوئے ہیں اور جس سے پیٹ میں کوئی گل ہے وہ شدید دہی
 ہے۔ پتا نہیں کہ کتنا مہینے پہنچ جائیں۔"
 "لیکن جو کچھ ہوا ہے دونوں طرف سے ہوا ہے۔
 مجھے پتا چلتا ہے کہ کچھ کیا کریں؟" سوال میں ڈٹ گیا۔
 اس کے تاثرات دیکھ کر آقا جان ڈرامیسا پڑا۔ کہنے
 لگا۔ "میں نے اپنی طرف سے ان دونوں کا کھلا کیا۔
 جب تمہیں ماری صورت حال کا پتا چلے گا تو تمہیں خود بھی ان
 کی حرکت پر ہنسوں گا۔"
 "لیکن آقا جان صاحب! میں ابھی جا رہا ہوں۔
 ہوں۔" سوال نے دو دھک دے کر میں کہا، "ابھی کا یہ تھا تو
 تھا اور اب اس کی گرفت ہماری کسی کمرہ کی بھی وقت
 اسے بھرے خانہ بنا ہے۔"

آقا جان کا یہ سوال ایسے نہیں لگے گا۔ اگلے
 تین چار منٹ میں اس نے جو کچھ کی غڑی اور سالی دو کچھ
 یوں ہی اس نے کہا کہ اس نے میں ہمارے کھیلے کے لیے
 پارا ہاؤس سے نکالا تھا اور ایک دو دن کے لیے لیکن اور رکنا
 چاہ رہا تھا اس "بھلا" کی وضاحت کرتے ہوئے اس نے
 سوال کی طرف اشارہ کیا اور ہر بات جاری رکھتے ہوئے
 بولا۔ "تم کہہ رہے ہو کہ اس میں ایک ختم کار درختان کے پتے
 تھے لیکن پارا ہاؤس میں کچھ بھی تھا کہ نہ تھا ہوا ہے تم
 کے کیا ہے۔ کیا بات ہے یہ کہ تمہارے ساتھ ساتھ
 تمہارے ان دونوں ساتھیوں کے بارے میں ابھی وہ کچھ
 باتیں بتائی گئی ہیں۔ پارا ہاؤس والوں میں سے کچھ لوگ ان
 دونوں کے بارے میں بہت زیادہ سے ہوئے تھے۔ مجھے
 ڈر پیدا ہوا کہ کہیں ان کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کی
 جائے۔ کچھ اور یہ بھی ہوتا تو اس پوری کے بعد ان سے
 زبردست مار پیٹ ہو سکتی تھی۔ میں خاموشی کے ساتھ انہیں
 وہاں سے نکال دیا لیکن راستے میں انہوں نے دوسرا ہی
 تمنا کر دیا۔ تم نے گاڑی کوئی ہوائی آگ دیکھی تھی ہوگی۔
 یہ انہوں نے خود لگائی اور میں سو ڈرو کوٹنے پر مجبور کیا۔
 اس کے بعد یہاں جو کچھ ہوا ہے وہ کوئی معمولی واقعہ
 نہیں ہے۔ دعا کرو کہ کبھی کی جان بچ جائے ورنہ ہاتھ دور
 تک جائے گی۔"

دونوں ایک ایک بند گاڑی میں رکتے تھے جس میں
 میں نے اپنے لیے چاہا تھا۔ سوال اور آقا جان کی اس
 گاڑی میں بیٹھے۔ میں اور ان میں کچھ آوازوں میں کالے
 خانانہ دیکھ کر ساتھ ساتھ ہوئے۔ دونوں گاڑیاں اور تینوں
 پوری سڑک پر بکس برق و تندی سے پارا ہاؤس کی طرف گھوم
 ہو گئیں۔

☆☆☆

ہم پارا ہاؤس پہنچ گئے۔ اگلے چار بجے میں وہ سب
 کچھ حرف بہ حرف درست ثابت ہو گیا جو سوال نے بتایا
 تھا میں نے سوال کو اس شکوے کے کارڈ یا ہتھوڑے آقا
 جان اور علی کے درمیان راستے میں بتی تھی۔ سوال نے جان
 کر شہر ہوا کہ بات یہاں تک پہنچ چکی تھی اس کے
 قاتل ہونے کی وجہ سے میں گارڈر میں پہنچا یا جا

ہمارے لیے جس میں کلکٹن ہوتا تھا چاہتا تھا کلکٹن
سوجا کرتے سانسے سانسے میں جو آواز کے گادوہے
آواز کے گادوہے اس کا چہرہ جوں سے سمجھا رہا تھا اور اصل
کار کے کان پر آنے لگا تھا۔
”کیسی خیر“ میں نے کہا۔ ویسے میں کہہ کہہ کچھ کیا
تھا۔
اس نے جیسے میرے سر پر ہم چڑھا۔ ”تاجرو کا بیٹا
تاجرا کا دیکھا۔“
پھر کچھ مجھے پہلے سے معلوم ہو چکا تھا تاہم
بلوان کا دل رکھنے کے لیے میں نے اپنے چہرے پر شادی
کے ”شہزاد“ آکھوں سے اس کی طرف
نہایت

[illegible]

تن و توئی و دکائی دے گیا۔ وہ حسب معمول مشغول
 لاروری و دارسترش تھا۔ اس نے مجھے دوری سے
 تھا دارائی یا نہیں پچھائی تھی۔
 میں نے گاڑی روکی۔ میں نے نظریہ کر کے
 اندر ہی بیٹھے۔ باہر کی سرد ہوا میری آنکھوں پر
 کا ہے کہ باہر کے بیٹے نے بھی چلنا ہے۔
 اس کو تھا۔ اس کے ساتھ جو توجہ دیکھنا
 ان دونوں چیزوں کا انتظام کمراتی کر گیا تھا۔ وہ
 چاہے گرمی سے قریب میں کھڑا کھڑا کھڑے کرے
 یہاں پہلے تھا اور سردی سے کانپ رہا تھا۔ میں نے
 حقیقت جاننے سے آگاہ نہیں کیا تھا اس لیے اس نے
 میں سوالی سوال کیے۔ "شوہر! اگر کوئی

[illegible]

نے پہلوانوں کو بھگادیا تھا کہ اس نے کہاں اور بھینٹا ہے۔
اور اس نے سچا کیا لڑکر کرنا ہے۔ سوز کی کارہ میں نے
خود اس کے ساتھ چاہ کہ ایک کسان نے کہا بھرا ایک
سختان جبکہ ہر گاڑی کھڑی کی اور سڑے کے ہونے
رمضان کوئی میں نے لالہ اب اس کے تھے اور
خون کے دباؤ سے سرخ ہو رہے تھے۔ وہ مضبوط لیکن
وادر جسم کا مالک اور شادی تھی کی میں سڑکر کی آسمان
کام نہیں تھا۔ وقت رخصت اس کی انگوٹھوں میں ہی آگئی۔
"....." وہ سب صاحب! اگر آپ کی مدد نہ ہوتی تو میں اس
فٹنے سے کبھی نہ نکل سکتا۔ میں کس منہ سے آپ تھیں کا کھریہ
اداکروں۔

[illegible]

خبر پہنچی مگنی ہے؟“

”جی ہاں۔ اور بے حد حیرت ہوئی ہے۔ ابھی تک یقین نہیں آ رہا۔“ میں نے انگلیں میں کہا۔

”اب یقین کر لیں۔“ اس نے اپنے مہندی لگے ہاتھوں سے اپنے ریشمی چہرے کی مٹلیوں درست کرتے ہوئے کہا۔

چونکہ خاموشی دہریہ تب میں نے کھری سانس لے کر کھنگو کا سلسلہ جوڑا۔ ”ابراہیم اگر باقی ساری باتوں کوئی لحاظ ایک طرف رکھ دیا جائے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسے جنگی حالات میں..... اور اپنے ماموں کی موت کے بعد ان بعد ہی آپ نے یہ نکاح کر لیا ہے۔“

”یہ ایک بھجوری بھی اور یہ جو کچھ ہوا ہے پانکھ سادگی سے ہوا ہے۔ بس گھر کے چار پانچ قریبی افراد ہی اس نکاح میں شامل تھے۔“

”اور آپ سب کچھ جانتے بھی تھے۔ آپ خود کہتے تھے کہ میں اس کی زندگی برباد نہیں کر سکتا۔“

”لیکن... کئی دفعہ حالات انسان کے بس میں نہیں رہتے۔“ اس نے عجیب لہجہ میں کہا۔ ”میں اسے کوئی نہیں پایا تھا۔ اور وہ بھی مجھے کوئی نہیں پاتا تھا۔ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اسے سب بھونہا کر لیا ہے۔ کچھ بھی اس سے چھپا نہیں ہے اور سب کو اندھ اور بالے پر چڑھ دیا ہے۔“

”انسان کو عقل بھی اوپر والے نے ہی دی ہے
براہیم..... اور بتایا ہے کہ آگ میں کودے تو جلو گے، پہاڑ
سے جمائے گا تو مرے گے۔“

”آپ جس طرف اشارہ کر رہے ہیں اس کی طرف
 ہوں۔ لیکن یہ صرف نکاح ہے، ازدواجی رشتہ نہیں ہے۔ میں
 نے خود سے دل لیا ہے، شاید آپ کو اس وقت تک قریب نہ
 قریب نہیں جانتا، کاجب تک اس میری ذات سے ملنے سے
 کا خطرہ بھی لاحق ہوگا۔ شاید میں ابھی نکاح بھی نہ کر سکیں
 بھوری ہے، جی کہ اس میں یہاں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔
 اس لئے ساتھ رہنا ہی ہے، جانے کا اصرار نہ کرنا ہی تھا کہ ہم
 کب ہو سکیں گے۔“

میں نے لوئیز ابراہیم کی طرف دیکھا۔ یہ خطرناک ترین جوانی کی عمر تھی اور وہ زیب کلوٹ کے چادر ہاتھ۔ اب وہ کھنکھوہی کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھی اور وہ اپنے اور اس کے درمیان بند باندھنے کی بات کر رہا تھا۔ یہ آگ اور پتھر دل کا مکمل تھا۔

کے کمرے میں رہتا ہے۔ آپ اس سے دور رہے ہوں گے مگر یہ دوری کب تک قائم رہ سکتی ہے؟“

”میں نے خود سے اور اپنے اللہ سے وعدہ کیا ہے۔ شاہ
زیب صاحب اور میں اس پر قائم رہوں گا۔ دلت کو بھی وہ
میرے کمرے میں قیام سناجھ والے کمرے میں تھی۔ اور
آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ یہاں تک کہ قدرت کو ہم پر رحم
آجائے اور ہمارے لیے کوئی راستہ نکل آئے۔“

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ”کیا وہ آپ کے ساتھ
برونائی جانے کو تیار ہے؟“

”ایک سو ایک فیصد۔“ وہ پورے یقین سے بولا۔ ”وہ خود بھی یہ کہتی ہے کہ اب۔۔۔ اپنے بائیں کی طرف پلٹیں“

ہماری انگلی کو ایک بار پھر بڑی جھک کی وجہ سے بریک
لگ گئی۔ ایک ملازم نے آکر ہمارا کیم کو اطلاع دی کہ بڑی
جھک کی طبعیت ہمارے سامنے اور وہ آپ کو بلاری ہیں۔ ابراہیم اللہ

کونج رہا تھا۔ وہ ایک سوائیک فیسڈ تیار ہے۔ وہ خود بھی اپنے
 انصاف کی طرف پلٹ کر دیکھتا ہے۔

مشرقی لڑائیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ان کے سینوں میں درد اور جدائی کے لیے بے پناہ جگہ ہوتی ہے۔ وہ خود کو ہلے ہوئے

حالات میں اوجھل جاتی ہیں اور ایسا کرتے ہوئے ہزار بار وہ خاموشی سے پھیل جاتی ہیں۔ پھر وہ ان سے پیار کرنے لگتی ہیں۔

تھی۔ اس نے اپنی اور اپنے ماں باپ کی بھلائی کے لیے سب کچھ اسوش کر دیا تھا۔ ماں باپ کی پسند سے اس کی ساری

ہو گئی تھی۔ اور کیا چاہا کہ اب وہ خود بھی اسی کو پسند کرنے لگی ہو جس نے اس کے جسم و جاں کا مالک بننا تھا۔ یقیناً یہ مشرقی

میں ایک راہداری سے گزرا تو چمک گیا۔ میں نے دیکھا کہ ملازمین ایک جگہ کچھ فصل جمع کر رہے تھے۔۔۔ سفید

ان کی تعداد جو مجھے دکھائی دی، دس کے قریب تھے، ہر خلیے،

MT لکھا ہوا تھا۔ میں نے ایک مقامی ملازم سے پوچھا: "کیا ہے؟"

میں ان جیلوں کو چھو کر دیکھنا چاہتا تھا مگر وہاں کئی گاڑی

بھی موجود تھے، میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن پتا نہیں

primenove

PRIME URDU NOVELS

Poora Pakistan Raha Hai Bol Hashmi Ispaghool

روزانہ ہاشمی اسپغول
قدرتی فائبر کا استعمال رکھے
✓ معدے کو صاف
✓ بلڈ شوگر کا لیول برقرار
✓ کولیسٹرول کو کم اور دل کو صحت مند
✓ قبض سے دور اور نظام ہضم کو درست

Hashmi Ispaghool

Daily Lo Fit Raho

www.hashmimunnas.com Hashmi Since 1794

دوسرا طریقہ

عکس سلف

کہتے ہیں کہ مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی... دولت مندوں کو اپنے ان کی دولت کسی امتحان اور مصیبت سے کم نہیں ہوتی... دو بڑی عورتوں کا ماجرا... جو نہ صرف دولت مند تھیں بلکہ آپس میں بھی نہیں تھیں... ایک مشرقی تھی تو دوسری مغرب... دونوں متحضرانہ فطرت و شوق رکھتی تھیں... اختلافات اور چھٹکلیاں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوششوں میں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال بیٹھیں۔



ایک مجرم کے اٹوٹے طریقے و واردات کا قصہ

مذکر کرنی کی باتو جانوروں کی دکان کی مہنگی بیٹی اور اٹری کوئن اپنی نانک ٹیکڑا ہوا اندر آ گیا۔ اس بیٹی کی دکان میں بیکلی ہوئی پونیو یا رک کے چڑیا کھر کوئی ات کر دی کی بیک دہاں صرف پھونکے جانوریں رکے ہوئے تھے۔ وہ ان کی ہمت بھارت کی آواز سن کر بہت متحفظ ہو کر ہاتھ ان سب کی اپنی اپنی بایاں میں۔ جن میں چیتا، بھونکا، بھانہ، کرکٹ، آواز نکالنا، ناسخ ہونا، تیز چلتی آواز، مایاؤں، مایاؤں، فراہٹ، چمچاؤ، پچھلاؤ، پتکار اور

جاسوسی ڈائجسٹ 14 اکتوبر 2016ء

کیوں میرے دل نے گواہی دی کہ ان جلیوں میں جو کچھ بھی ہے، ان حالات سے خبردار ہونے کے لیے ہے جو وہاں چڑیے سے پرورش ہیں۔ MT سے مراد کوئی کتا تو نہیں ہو سکتی۔ (خیر کتا تو ہوتی تو اس طرح عام لحاظ میں اس کی صلہ حرکت نہ کرے ہوئے) پتا نہیں کہ وہاں کیا صورت حال تھی؟

پاراڈس کے برآمدوں سے گزرتے ہوئے میں نے دل کی دلی خوش خود سے یہ سوال پوچھا: "شاہ زیب! تم ڈسے صاب کے ساتھ بردہائی کیوں جارہے ہو؟ اس کا نام تیرا جراب بھی سامنے آیا کہ وہاں کے حالات کے حوالے سے میرے ساتھ بہت محسوس کیا ہو چکا ہے اور اس سے زیادہ اہم یہ کہ میں مولوی فدا صاحب کی سیمینٹی کو بھیجی حالت میں ہے اسرا پھور نہیں چاہتا۔ باقی دیگر اتر کی اہمیت تو کسی عمر بہت زیادہ نہیں۔"

میں چالوں کے پاس دیکھ کر اس کے سامنے ایک ناک اٹھانے کا حکم دیا۔ "یہاں سے گزرتے ہوئے کھیل رہا ہے۔" "میں تیرے کے پاس سے گزرتے ہوئے اور کٹ۔" "کھیل رہا ہے۔" "پاور کا چنٹ۔" "دور سے کہہ رہا تھا۔" "اسی میں کتا فدا دیکھ کر پتا تھا کہ یہاں کے لون کا میڈیک بیکے گا۔ اس نے کال ریسیوئیں کی اور مجھ سے مخاطب ہوئے۔ "ہوئے چڑی سے بولا۔" "یہ ڈیسے سے ہانکی کا فون ہے۔ تم سے بات کرنا چاہتی تھیں۔" "یہاں سے ہانکی کا فون ہے۔ وہاں سے کھیلے بتا رہا تھا۔" "میں نے اہمیت میں کتا لایا۔ اس نے کال ریسیو کی اور کچھ دھڑکنے کے بعد میں کتا میری طرف بڑھا دیا۔" "شاہ زیب! پتہ چل گیا کہ وہ؟" "کات کی باٹ دار آواز نہ تھی۔"

"بیلہ مادی، میں یہاں ہوں چالوں بھائی کے ساتھ۔" "بائل شک تھا کہ آپ تھکے ہیں یا نا؟" "مادی نے بھون بھون رہا شروع کر دیا۔" "اپنی ناکو مار کر پوچھ رہے ہو کہ شک تو وہ میرے پورے اتھر سے پھر جینا کوئی مینا نہیں۔" اور مجھ سے بھی پتہ چل گیا کہ اس ہونے والی کا ہے۔ کتنی بھون بھون کرنا لگا ہوئی ہے۔ کتنی کئی دن کچھ کھانسی پھینکی نہیں ہے۔ اب تو کھانسی کی تاریخ کچھ ہور آگے ڈال رہے۔ میری کچھ میں نہیں آتا کہ کیا ہے۔" "مادی نے کھنکھناتے کے انبار لگائے اور پھر فون ماتی کھنکھایا۔"

وہ آفت کی کارلہ سے مخصوص انداز میں بولی اور اس جاسوسی ڈائجسٹ 14 اکتوبر 2016ء

جاسوسی ڈائجسٹ 14 اکتوبر 2016ء

primenovels.blogspot.com

primenovels.blogspot.com

کیونکہ مجھے وہی ملی پسند ہے۔ اس لیے کوئی دوسری لینے پر تیار نہیں ہوں۔ تم وہی واپس لینے اور اس کی جگہ دوسری دینے کو تیار ہو۔ تم کو بھی ایسا بات کر سکتی ہو جس کے ذریعے مجھے سہ دیکھنے اور تمہیں کرنے کا موقع مل جائے۔ یہ سہرا کافیت ہے اور سارا این بھی شاید قلم دیکھنے ملی ہو۔ لو کہ ابھی ہو؟

میں کہنے سے ایک دلاؤ پر گھبراہٹ اس کی جانب
پھینکی اور بولی "ایک منٹ۔ جس کی دوسرے شخص کو دکان
پر بٹھائی ہوں کیونکہ یہاں کسی ضرورتی ہے۔"

وہ منٹ بعد وہ دونوں ناخوشی سے اپنا فریضہ کے
دروازے پر پہنچے۔ وہ کہتے تھے۔ ایک پرانے نرسے
فہارت تھی اور وہاں اس وقت مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔
بہادر اسی کے فرش پر دوڑی وہ بے یقینی ہوئی کہ کسی
کے کنبہ کو پریشان دکھائی دے رہی تھی۔ ابھی کوئی لمحہ
گزرے کہ فرش پر سر ہوئی یوں دل کو جھکاؤ اور وہی پریشان
دکھنے لگا۔

”پہلے اور آج کا تمہیں کیا ہے۔“ دو بڑا بڑا پیرا اس نے اپنا ہاتھ دوازے کی کڑی سے تکیا کر رکھا۔ وہ قفل تھا۔ اس نے کہا: ”تم نے بتایا تھا کہ اس کی بہن باہر جاتے وقت دروازے کو کھول دے؟“

”نہیں وہ کسی اندری ہو۔“ مس کوٹنی نے بے چینی سے کہا: ”اور اگر وہ دہری کی بہن ہے تو شاید دروازے کو کھول کر قفل کر رکھ لی؟“

اپری نے دوسری تہی خیال کی تھی کہ اب یہاں کون سے نہیں ملا اس نے بے پرواہی سے کہا: ”میں نہیں لکھتا کہ تم اندر ہو؟“

”میری بھینس میں لکھا ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”تو نے تو نے کہا۔“ مس کوٹنی نے کہا: ”اور اس کی بھینس میں صرف کڑی کروں گا باہر منت ہے۔“ دروازے کی کڑی سے تکیا کر رکھا۔

”مگر دم کے دوازے کو اب کون سے نہیں کھولے ہیں۔“

ایٹرنی نے دوبارہ آواز دی پھر دروازے سے کانٹا
 دے۔ ”مس کرنی کی خوب صورت آنکھوں میں خوف کی
 چمپیاں لرز رہ گئیں۔ وہ گھبراہٹ ہوئی آواز میں ہولی۔
 اوہ، مسز کوئن، لگتا ہے کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔“
 ”ہمیں پھر ٹھنڈت کو تلاش کرنا چاہیے۔“ ایٹرنی نے

انہیں گراؤنڈ فلور پر ہی ایک دروازے پر سپر شینڈلٹ کے نام کی تختی نظر آگئی۔ اٹری نے کھنٹی بجائی تو ایک پرسنہ دروازے پر دوڑا۔ اس نے اپنے ہاتھ اچرن سے

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿144﴾ اکتوبر 2016ء

”یو..... پولیس۔“ وہ پکارتے ہوئے بولی پھر فوراً ہی اندر گئی اور وہاں آ کر چابی انٹری کو دے دی۔ ”کاش مسٹر پوٹر گھر پہنچتے۔“ وہ رونی صورت بناتے ہوئے بولی۔
”کبھی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں مسز پوٹر۔“

انہوں نے موتی عورت کو سراہنے کی جگہ عالم میں دھن
چوڑا اور لٹ کے ڈریسے پانچویں منزل پر پہنچ گئے۔ مس
کرنی کا چہرہ خوف سے سفید ہو رہا تھا اور وہ بیزار نظر آ رہی
تھی۔

ایٹری نے اس کی کیفیت محسوس کر لی اور دروازے میں جانی لگاتے ہوئے کہا: "شاہد یہ بہتر ہوتا کہ تم میرے ساتھ نہیں آؤ۔ ممکن ہے کہ کوئی ناخوشگوار صورت حال ہو۔" "دوہلے دوہلے ہونے اچانک رک گیا۔

کوئی چیز محسوس جاری ہو۔ اٹھری نے جانی کھائی۔ لیکن دروازہ صرف آدھا اچھی حرکت کر سکا۔ اٹھری چیخے پڑے ہوئے پڑا۔

”دروازے کے ساتھ کوئی راز کھائی ہی ہے۔“
 پیچھے ہی رہتا۔۔۔ کہہ کر اس نے دروازے کو دڑ سے کھٹکھا
 مارا۔ کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی اور دروازہ اندر کی
 طرف کھٹک چلا گیا۔ وہاں ایک نئی ہوئی کچی توین پر پڑی
 ہوئی تھی۔ اس کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ ”بہت دیر ہو
 گئی۔“

”آتش دان کی طرف دیکھو۔“ میں کہنے چلا
 ہوئے یوں۔ ”بائیں طرف والے بیڑہم ہیں۔“
 وہ ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا جس میں دوستر
 گئے ہوئے تھے اور کمرے کی کھڑکی ملی ہوئی تھی۔ لیکن اسے

”وہ جو کوئی بھی تھا جھٹ کے راستے باہر نکل گیا ہے۔“ پھر اس نے اپنا سر اٹھوایا اور ایک سگریٹ سلاکتے

ہوئے بولا۔ ”ایک نظر کمرے پر بھی ڈال لو۔ یہاں کوئی
شون ریڑھی نظر نہیں آ رہی۔ تم نے کوئی غیر معمولی بات
کہی؟“

”میں نے انہی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
 ”وہ اس کا بستر کافی بے ترتیب حالت میں ہے لیکن
 وہ خود کہاں ہے؟“

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿145﴾ اکتوبر 2016ء

سپہرہین

سرور اکرام

اطلاقات حسین بولے ہیں... دلخیز بھی اور پُر قریب بھی...
ایک اتفاقیہ ملاقات سے شروع ہوئے والی دلچسپ کہانی... قدرت
نہ ان کو بچکا کرتی کہ مواقع فراہم کیے تھے... مگر اچانک ہی
جانبہ والوں کے درمیان امتحان کی کڑی شرط اٹھتی...

ہار کے بھی جیت جاتے والے ستاروں کا دل گداز مارا

دووں کی ملاقات دلیے سے عاشق ہو کر تھی۔
سبیل گری پی سے لاہور جا رہا تھا اور وہ کسی لاہور
یاد تھی۔ بلیٹ قائم پر آئینہ کے گھر والے اسے اورداع
دیا پھر یہ سبیل کی چار دیواری میں... دیکھو راستے میں
چمکے مت لہا... نہ جانے کسی کبھی چڑیں لگا دیتے ہیں
اور ہاں، کوئی اشتیاش آئے تو پھر کے حق کی شامت
جائے تھارے پاس پانی کی پیمیں ہیں۔ ان ہی سے کام



منسوب تھا کہ بارہا توکل کر دے اور اس کا الزام سادہ کے
سرا جائے کیونکہ بھاری دہشت گردی بھی جانی۔ اسکی
میں سادہ اور این اور دھنشت میں موجود ہوتا جاسے تھا
وہ قاضی سے بچھلے کے کہ اس نے یہ قتل ہوئے تھے
تھا اور اسے بھی قاتل سے ٹھکانے لگا دیا تاکہ جرم کا
گواہی تیرے در و در دوسری صورت میں وہ اسے
کرے۔

”کیا تمہیں بارہا کی چھانی ہوئی دولت کا پتا مل
سکتا؟“
”ہاں۔ وہ پہلے بڑے بڑے نوٹوں کی شکل میں
پائل کے صفحات کے درمیان رکھے ہوتے تھے، وہ پھر
اسپے سرانے رکھا کرتی تھی۔“
”اور ان کی تلاش؟“
”میں کرتی تھی جرم بھی لپے
ہوئے ہوئے۔“

”یقیناً جیسی شے پیک ہوئی تھی ہوں گی۔“ انہری نے
کہا۔ ”میں نے ملا وہ تو ان اور اسکی چمک میں جہاں لاہور
ٹھکانے لگایا جاسکتا۔ آج سب جگہوں کے گھر رکھا ہو گیا
گا۔ اس کے بھر بھرا ہوا آسائی وہاں سے پتا چلا جاسکتا
ہے۔“
”وہ معاشی دن تھا جس نے تم پر حملہ کیا۔ میں نے
اسے پہلے ہی میں دیکھا۔ یقیناً وہ سارا دن کا پتہ تو میں
سکتا۔“
”پائل نہیں۔ وہ یہ معاشی ہی تھا جس کو کہتی؟“
”اس سے پہلے میں نے مجھے میری کہہ کر بلا دیا تھا۔“
”میں کرتی تھی کہ وہ سارے ہوئے ہوئے۔“

انہری جلدی سے بولا۔ ”سادہ اور بارہا کے
ملا وہ اور بارہا میں شے کوئی اور نہیں رہتا تھا۔ تاہم قاتل
کرتی انہری سے بچے کر تھکا دیا۔ وہ اسے مفرد کرت
کھانے کے سراسرانی تھی اور بھاپا ہوا پر کی کو شہر میں بھی ہو
سکتا تھا۔ انہری کو تو ہو سکتا ہے۔ وہی جگہ ایک بار میں نے
زیادہ ورے سے پہلے سے ڈر کے وقت تک بارہا میں
میں کام کر رہا تھا۔ وہ جس کو سبیل پلاٹ میں کام کرتے
اور اسے زہر کے بارے میں معلومات ہی نہیں بلکہ اس کی
رسائی میں تھی۔ وہ ختم ہو گئی تھی تاکہ جاسکتا ہے اور اسے آپ
کو کی خبر سے میں ڈالے بغیر ان ختموں کی بنیاد
ٹھکانے لگا سکتا ہے۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ عمارت
پر شہرت تیری پڑ ہے۔“

”میں جانتا جانتی ہوں کہ کیا ہوا تھا۔ تم نے یہ معاشی سے
کیا کیا تم جانتے تھے کہ وہ وہاں آ رہا ہے؟“
انہری کھنکھہاتے ہوئے بولا۔ ”اس کا امکان
تھا۔ یہ بارہا کو اس کی غلطی دولت حاصل کرنے کے
لیے زہر دیا۔ اس کا کل پتہ پراس ہوا ہو گا۔ کیونکہ میں
دروازے پر دودھ کی دو پیمیں لگی ہیں۔ کیا قاتل کو اسے
بارہا کے بعد میں نے پھر وہ کوئی تھا جس نے سر پہر
میں دروازے کے پیچھے رکھ دیا تو کڑی اور غصہ ہوئی
ماتے فرار ہو گیا۔ اس کا بھی مطلب ہے کہ اسے جرم کرنے
کے بعد بھی ہوئی دولت تلاش کرنے کا وقت نہیں ملا۔ اسی
لیے وہ دروازہ آ گیا تھا جس کی تھاری اچانک آمد سے گھبرا گیا
اور وہ اسے پارسی اسے وہ دولت نہیں تھی۔ اسی لیے میں
جانتا تھا کہ وہ ایک بار پھر آئے گا کیونکہ اس نے پہلے پیمیں
کے لیے کیا تھا۔ جب فی نظر پڑی کے پاس کی ہوئی
تھی تو کیا وہ نہیں کوئی کر رہا تھا۔“

”کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون تھا؟“
”ہاں۔ بہت سی پائل اس جانب اشارہ کرتی ہیں۔
ایسا نہیں جھانکے میں بارہا پر بارہا تھا۔ وہی ہو سکتا ہے
جو بارہا یا اس کی خوراک سے بہت قریب ہو۔ کم اور کم اس
وقت سے جب یہ کوئی شروع ہوئی تھی پائل پتہ نہیں
بھاپا اس کی سبیل کی شے میں جاسکتی ہے کیونکہ سادہ ان کے
پاس کرنے کا ٹھکانہ تھا۔ وہ اپنی سبیل سے فرت کرتی تھی
اور نہ طور پر اس کی سبیل میں لایا جاتی ہو سکتا تھا۔ اس کے
پاس اپنی سبیل کو لے کر کے کا سوچ تھا کیونکہ وہی اس کے
لیے ٹھکانہ بناتی تھی میں نے سادہ کا نام شہر افراد کی
فہرست سے انتہائی شے بنایا پر غور کرنے لگا۔“

”اگر اس سوال پر غور کیا جائے کہ سادہ تو اسے پہلے
نے اتنی بے دردی سے مارا تو وہن غوراً منتول یا تھا جس کی
طرف جانے لگا۔ میں وہ بارہا نہیں ہو سکتی کیونکہ پتہ کو تو
روم میں مارا گیا جبکہ بارہا منتول ہونے کی وجہ سے مل نہیں
سکتی۔ اس کا مطلب ہے کہ قاتل نے ہی پتہ کو تو مارا گیا
اگر سادہ ان ہی بارہا کی قاتل ہے تو کیا وہ پتہ کو تو مارے
سے بارہا ہے۔ وہ جو پیمیں سے پکارا کرتی ہے۔ یہ پائل
تا قاتل پیمیں سے بھڑا سادہ ان کے نے قاتل نہیں کیا۔“

”پھر؟“
”میں جانتا ہوں کہ سادہ ان کے ساتھ کیا ہوا؟
ایٹری منہ لگاؤتے ہوئے بولا۔ ”لکھنے کے سادہ کا انجام
بھی اس کی سبیل اور پہلے سبیل ہی ہوا۔ یقیناً قاتل کا بھی

چلتا... اور.....

”ہاں ہاں... میں اب بھی نہیں ہوں۔“ آئینہ

جھٹکریوں میں اچھایا رکھتی ہوں۔“

سکیل ان خاندان کے قریب ہی ٹھہرا ہوا ان کی

باتیں ہاں رہا۔ اسے لڑکی کی جھٹکری پر ہی آری تھی۔ وہ

شاید کبھی بارہا کیے سڑکری کی۔

”اور ہاں، مایہ اور فضل ہوں۔ پر ایشیں بیچ جائیں

گے۔“ اس دورے کا شاید اس کی کا پ تھا۔

سکیل کے خیال کی تھوڑی سی بھی تھی۔ لڑی نے کہا

تھا۔ ”ہاں، یا، میں نے سب نے کیا ہے جبکہ وہ لوگ نہ

آجائیں شیں آئیں سے باہر نہیں جاؤں گی۔ راستے میں

نہیں نہیں اتاروں گی۔“

”آئینہ“ اس عورت نے اسے قاضی کا بیٹا شاید

اس کی بات کی۔

سکیل کو اس کا نام بھی معلوم ہو گیا۔ ایک اچھا نام تھا

اور وہ خود کی آئینہ کی عمر صاف ظاہر کی زیادہ سے

زیادہ ان میں برس کی۔ خوب صورت قدر، خوب صورت

زبانیں، خوب صورت چہرہ۔ اس کی خوب صورتی کے لیے ہر

سڑک خراب ہو جائے۔

سکیل نے اپنے دل میں یہ ارادہ کر لیا کہ وہ اس کے

ابھی طرح اس کی دلچسپی بھال اور نہ کھاتا ہو جائے گا اس

لڑکی کو اس کا احساس تھا۔

فرین تاراجی اور کبھی دیر میں بیٹے والی تھی۔

آئینہ کے کمرہ والوں نے اس کو لکھوا دیا۔ سب گئے

ملے۔ چار کی اس کے بعد وہ اپنا سوٹ میں اٹھا کر اپنے

کی پائنت کی طرف چلی گئی۔ اس کے پاس میں ایک ہی

سوٹ میں تھا۔

سکیل کو یہ دیکھ کر ایمان ہوا کہ اس لڑکی کا دل بڑا

کھا پائنت کے اس کے پائنت کے باگل ساتھ ہی تھا۔ شہن

وہ اپنے دل سے اس لڑکی کو کرا کر دیکھ سکتا تھا۔ اپنی

موجودی کا احساس دلانے لگی۔

سکیل کے لیے یہ سزا جیسا نہیں تھا۔ اسے سال میں...

کہا کہ چار یا پانچ بار کرائی سے لاہور ضرور جانا پڑتا تھا۔

وہ ایک بڑی نرم دلہن میں ملازم تھا۔ اس نرم کا ایک آفس

لاہور میں تھا۔ سکیل کا کام تھا کہ اسے کچھ کھوں تک لاہور

آفس کی کسی دیکھ بھال کی ہوتی تھی۔

وہ ایک تھراپن تھا۔ اس نے اس کی شادی کی تھی کہ

تھی۔ اس کے باجود اس نے تھراپن کمریاں بہت تھراپن

تھیں۔ باقاعدگی سے ورزش کیا کرتا۔ اس کے علاوہ اس

مارشل آرٹ کی فرینک بھی لے رہی تھی۔ مطالعے کا بھی

فرینک تھا۔

زندگی کو تھراپن سے دیکھتا چاہتا تھا اس لیے ریل میں

سڑک کرتا۔ اس کی نرم اگرچہ اسے اپنے بیٹے جیسا بھی لگتی

تھی اس کے خیال میں ہوا ان جہاز کا سڑک یا سب سے بچے

کرسے میں بیٹھ کر پاکستان کا نقشہ دیکھ کر یہ ایک شہر دار

دیکھ کر کم نے پاکستان کی سیر کر لی۔

جنگل میں شیں پائیں کے سڑک زندگی کے مختلف رنگ

دیکھنے کو ملے تھے۔ زمین، آبی، پتھر، اپنے پتھر، اپنے درختوں

اور اپنے لوگوں سے آگاہ ہوتی جاتی تھی۔

کیسے کیسے تجربا ہوتے تھے۔ بہت کچھ سیکھنے کو

چاہتا ہے۔

سلمان جیسے کا وقت انگریزوں میں ہوتا۔ تاکر

دوسرے بڑے والوں کو کچھ دکھائی نہ دے۔ آفس معلوم ہوتا

تھا کہ اسے نیا کر اسے منٹ پر ان کے دوسرے سامنے

پڑیں گے ساتھ کھڑے ہوتے ہوں گے اور اپنے نیا کر

اسے منٹ پر آئیں دیکھ کر نیا کر چاہتا ہے۔

اس کی آفٹک بہت جلد ہوئی تھی اس لیے وہ

لوگ آج تک بکھرے نہیں گئے۔ ویسے بھی ان کی

اور ان میں سلسلے سے نہیں ہوا۔ کسی بھی ایک سیکے کے بعد،

بکی دو تھیں گے۔ ہوا۔ اس کے علاوہ اس میں بھی بڑے

رہتے تھے۔

ذہن میں داخل ہوتے ہی ان میں سے ایک خطرے

کی زنجیر کے اس جا کر کھڑا ہوتا تھا۔ دوسرے سوٹ دار

شہزادوں کو چاہتے۔

زنجیر پر لوگ خود کو ڈینے اور مل کے آہستہ ہوتے

باہر کو چاہتے تھے کسی کی آفس پر کسی ہوتی تھی

موتوں کے لیے شہن داخل ہوتے۔ کھڑے ہوئے جیسی بہت

خف تھا۔ چلتی فرین میں آئیں ایک ذہن سے دوسرے

ذہن کے ہونے کی عادت ہو گئی تھی۔

استاد پیلے ریل کی ڈانگ ہوئی کسی کام کیا کرتا تھا۔

اس کا کام ہی جیسی تھا کہ کھانے کی فرسے لے کر ایک ذہن

سے دوسرے میں جاتے۔

لڑوں کو ایک دوسرے سے شلک تو دیکھنے دو چار

برسوں میں کیا کیا تھا۔ دوسرے سے پیلے کھانے کے جانے کا

پتھر پتھر تھا۔ استاد نے یہ فرینک دوسروں کو بھی دے دی

تھی۔

اس کا کام بہت ڈانگ کا تھا۔ اس وقت گاڑی میں

سوار ہونا ہے۔ اس وقت محروم کے ذہن میں جانا ہے۔ کس

وقت محروم سے سلمان جیمن کر ڈبے سے باہر پھینکے جانا

ہے۔

سلمان جیسے کا وقت انگریزوں میں ہوتا۔ تاکر

دوسرے بڑے والوں کو کچھ دکھائی نہ دے۔ آفس معلوم ہوتا

تھا کہ اسے نیا کر اسے منٹ پر ان کے دوسرے سامنے

پڑیں گے ساتھ کھڑے ہوتے ہوں گے اور اپنے نیا کر

اسے منٹ پر آئیں دیکھ کر نیا کر چاہتا ہے۔

اس کی آفٹک بہت جلد ہوئی تھی اس لیے وہ

لوگ آج تک بکھرے نہیں گئے۔ ویسے بھی ان کی

اور ان میں سلسلے سے نہیں ہوا۔ کسی بھی ایک سیکے کے بعد،

بکی دو تھیں گے۔ ہوا۔ اس کے علاوہ اس میں بھی بڑے

رہتے تھے۔

ذہن میں داخل ہوتے ہی ان میں سے ایک خطرے

کی زنجیر کے اس جا کر کھڑا ہوتا تھا۔ دوسرے سوٹ دار

شہزادوں کو چاہتے۔

زنجیر پر لوگ خود کو ڈینے اور مل کے آہستہ ہوتے

باہر کو چاہتے تھے کسی کی آفس پر کسی ہوتی تھی

موتوں کے لیے شہن داخل ہوتے۔ کھڑے ہوئے جیسی بہت

خف تھا۔ چلتی فرین میں آئیں ایک ذہن سے دوسرے

ذہن کے ہونے کی عادت ہو گئی تھی۔

استاد پیلے ریل کی ڈانگ ہوئی کسی کام کیا کرتا تھا۔

اس کا کام ہی جیسی تھا کہ کھانے کی فرسے لے کر ایک ذہن

سے دوسرے میں جاتے۔

لڑوں کو ایک دوسرے سے شلک تو دیکھنے دو چار

برسوں میں کیا کیا تھا۔ دوسرے سے پیلے کھانے کے جانے کا

پتھر پتھر تھا۔ استاد نے یہ فرینک دوسروں کو بھی دے دی

تھی۔

اس وقت اس نے ایک عجیب حرکت کی۔ وہ بھی نہیں

سچا سچا تھا۔ وہ جیسی سکیل کی تھی۔

فرین کے باہر انگریز جیسے کا تھا۔ گاڑی اس کی کرائی

کو بہت پیسے چھوڑ دی تھی۔ اس نے اپنی ٹھوس رفتار گاڑی

جیسی فرین کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

روشنیں دیکھ کر بڑے بڑے تھے۔ کسی ایک دلچسپ نظر ہوتا

تھا۔ سیاہی اور اچال۔ اچال اور سیاہی۔ دونوں ذرا سی دیر

کے لیے۔

سکیل جب چھوٹا تھا اس وقت اسے بچہ والوں کے ساتھ

فرین میں سڑک تو ٹھوڑی سے اس کی عمر بڑھتی دیکھی سے

دیکھا کرتا تھا۔

دوسرے بڑے بڑے ہوتے۔

نے ایک کورٹ کو دیکھا جو محروم کے ذہن کی طرف چار سی

تھی۔

خیر یہ کوئی ایسی ان ہوئی بات نہیں کی تھی جن بات چچی

کے سکیل نے اس کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

تھی۔

اس وقت اس نے ایک عجیب حرکت کی۔ وہ بھی نہیں

سچا سچا تھا۔ وہ جیسی سکیل کی تھی۔

فرین کے باہر انگریز جیسے کا تھا۔ گاڑی اس کی کرائی

کو بہت پیسے چھوڑ دی تھی۔ اس نے اپنی ٹھوس رفتار گاڑی

جیسی فرین کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

روشنیں دیکھ کر بڑے بڑے تھے۔ کسی ایک دلچسپ نظر ہوتا

تھا۔ سیاہی اور اچال۔ اچال اور سیاہی۔ دونوں ذرا سی دیر

کے لیے۔

سکیل جب چھوٹا تھا اس وقت اسے بچہ والوں کے ساتھ

فرین میں سڑک تو ٹھوڑی سے اس کی عمر بڑھتی دیکھی سے

دیکھا کرتا تھا۔

دوسرے بڑے بڑے ہوتے۔

نے ایک کورٹ کو دیکھا جو محروم کے ذہن کی طرف چار سی

تھی۔

خیر یہ کوئی ایسی ان ہوئی بات نہیں کی تھی جن بات چچی

کے سکیل نے اس کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

تھی۔

اس وقت اس نے ایک عجیب حرکت کی۔ وہ بھی نہیں

سچا سچا تھا۔ وہ جیسی سکیل کی تھی۔

فرین کے باہر انگریز جیسے کا تھا۔ گاڑی اس کی کرائی

کو بہت پیسے چھوڑ دی تھی۔ اس نے اپنی ٹھوس رفتار گاڑی

جیسی فرین کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

روشنیں دیکھ کر بڑے بڑے تھے۔ کسی ایک دلچسپ نظر ہوتا

تھا۔ سیاہی اور اچال۔ اچال اور سیاہی۔ دونوں ذرا سی دیر

کے لیے۔

سکیل جب چھوٹا تھا اس وقت اسے بچہ والوں کے ساتھ

فرین میں سڑک تو ٹھوڑی سے اس کی عمر بڑھتی دیکھی سے

دیکھا کرتا تھا۔

دوسرے بڑے بڑے ہوتے۔

نے ایک کورٹ کو دیکھا جو محروم کے ذہن کی طرف چار سی

تھی۔

خیر یہ کوئی ایسی ان ہوئی بات نہیں کی تھی جن بات چچی

کے سکیل نے اس کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

تھی۔

اس وقت اس نے ایک عجیب حرکت کی۔ وہ بھی نہیں

سچا سچا تھا۔ وہ جیسی سکیل کی تھی۔

فرین کے باہر انگریز جیسے کا تھا۔ گاڑی اس کی کرائی

کو بہت پیسے چھوڑ دی تھی۔ اس نے اپنی ٹھوس رفتار گاڑی

جیسی فرین کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

روشنیں دیکھ کر بڑے بڑے تھے۔ کسی ایک دلچسپ نظر ہوتا

تھا۔ سیاہی اور اچال۔ اچال اور سیاہی۔ دونوں ذرا سی دیر

کے لیے۔

سکیل جب چھوٹا تھا اس وقت اسے بچہ والوں کے ساتھ

فرین میں سڑک تو ٹھوڑی سے اس کی عمر بڑھتی دیکھی سے

دیکھا کرتا تھا۔

دوسرے بڑے بڑے ہوتے۔

نے ایک کورٹ کو دیکھا جو محروم کے ذہن کی طرف چار سی

تھی۔

خیر یہ کوئی ایسی ان ہوئی بات نہیں کی تھی جن بات چچی

کے سکیل نے اس کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

تھی۔

اس وقت اس نے ایک عجیب حرکت کی۔ وہ بھی نہیں

سچا سچا تھا۔ وہ جیسی سکیل کی تھی۔

فرین کے باہر انگریز جیسے کا تھا۔ گاڑی اس کی کرائی

کو بہت پیسے چھوڑ دی تھی۔ اس نے اپنی ٹھوس رفتار گاڑی

جیسی فرین کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

روشنیں دیکھ کر بڑے بڑے تھے۔ کسی ایک دلچسپ نظر ہوتا

تھا۔ سیاہی اور اچال۔ اچال اور سیاہی۔ دونوں ذرا سی دیر

کے لیے۔

سکیل جب چھوٹا تھا اس وقت اسے بچہ والوں کے ساتھ

فرین میں سڑک تو ٹھوڑی سے اس کی عمر بڑھتی دیکھی سے

دیکھا کرتا تھا۔

دوسرے بڑے بڑے ہوتے۔

نے ایک کورٹ کو دیکھا جو محروم کے ذہن کی طرف چار سی

تھی۔

خیر یہ کوئی ایسی ان ہوئی بات نہیں کی تھی جن بات چچی

کے سکیل نے اس کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

تھی۔

اس وقت اس نے ایک عجیب حرکت کی۔ وہ بھی نہیں

سچا سچا تھا۔ وہ جیسی سکیل کی تھی۔

فرین کے باہر انگریز جیسے کا تھا۔ گاڑی اس کی کرائی

کو بہت پیسے چھوڑ دی تھی۔ اس نے اپنی ٹھوس رفتار گاڑی

جیسی فرین کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

روشنیں دیکھ کر بڑے بڑے تھے۔ کسی ایک دلچسپ نظر ہوتا

تھا۔ سیاہی اور اچال۔ اچال اور سیاہی۔ دونوں ذرا سی دیر

کے لیے۔

سکیل جب چھوٹا تھا اس وقت اسے بچہ والوں کے ساتھ

فرین میں سڑک تو ٹھوڑی سے اس کی عمر بڑھتی دیکھی سے

دیکھا کرتا تھا۔

دوسرے بڑے بڑے ہوتے۔

نے ایک کورٹ کو دیکھا جو محروم کے ذہن کی طرف چار سی

تھی۔

خیر یہ کوئی ایسی ان ہوئی بات نہیں کی تھی جن بات چچی

کے سکیل نے اس کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

تھی۔

اس وقت اس نے ایک عجیب حرکت کی۔ وہ بھی نہیں

سچا سچا تھا۔ وہ جیسی سکیل کی تھی۔

فرین کے باہر انگریز جیسے کا تھا۔ گاڑی اس کی کرائی

کو بہت پیسے چھوڑ دی تھی۔ اس نے اپنی ٹھوس رفتار گاڑی

جیسی فرین کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

روشنیں دیکھ کر بڑے بڑے تھے۔ کسی ایک دلچسپ نظر ہوتا

تھا۔ سیاہی اور اچال۔ اچال اور سیاہی۔ دونوں ذرا سی دیر

کے لیے۔

سکیل جب چھوٹا تھا اس وقت اسے بچہ والوں کے ساتھ

فرین میں سڑک تو ٹھوڑی سے اس کی عمر بڑھتی دیکھی سے

دیکھا کرتا تھا۔

دوسرے بڑے بڑے ہوتے۔

نے ایک کورٹ کو دیکھا جو محروم کے ذہن کی طرف چار سی

تھی۔

خیر یہ کوئی ایسی ان ہوئی بات نہیں کی تھی جن بات چچی

کے سکیل نے اس کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

تھی۔

اس وقت اس نے ایک عجیب حرکت کی۔ وہ بھی نہیں

سچا سچا تھا۔ وہ جیسی سکیل کی تھی۔

فرین کے باہر انگریز جیسے کا تھا۔ گاڑی اس کی کرائی

کو بہت پیسے چھوڑ دی تھی۔ اس نے اپنی ٹھوس رفتار گاڑی

جیسی فرین کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

روشنیں دیکھ کر بڑے بڑے تھے۔ کسی ایک دلچسپ نظر ہوتا

تھا۔ سیاہی اور اچال۔ اچال اور سیاہی۔ دونوں ذرا سی دیر

کے لیے۔

سکیل جب چھوٹا تھا اس وقت اسے بچہ والوں کے ساتھ

فرین میں سڑک تو ٹھوڑی سے اس کی عمر بڑھتی دیکھی سے

دیکھا کرتا تھا۔

دوسرے بڑے بڑے ہوتے۔

نے ایک کورٹ کو دیکھا جو محروم کے ذہن کی طرف چار سی

تھی۔

خیر یہ کوئی ایسی ان ہوئی بات نہیں کی تھی جن بات چچی

کے سکیل نے اس کی ٹھوس رفتار پر چلا کر آئی ہوئی

تھی۔

اس وقت اس نے ایک عجیب حرکت کی۔ وہ بھی نہیں

سچا سچا تھا۔ وہ جیسی سکیل کی تھی۔

کہتا تھا۔ اور وہ بھی کسی غیر بڑی کے ساتھ۔ سبیل سے ٹکری
پس جا کر اسے غائب کیا۔ اس وقت وہ ٹکری کو ہلکی
بھی۔ جسے کمرہ سٹینڈ پر رکھی بات میں۔ جسے ملازم
بھی۔

”کی۔“ وہ حیران ہو گئی۔ ”کیا بات ہے؟“

”بھئی، مجھے ایسا کچھ رہا ہے جیسے آپ کے ڈبے

میں کوئی ٹریزور ہونے والی ہے۔“

”کی ٹریزور؟“ اس نے سخت ہنس پھینچا۔

”جی ہاں خوش چاہا کر کسی ٹریزور۔“ سبیل نے کہا۔

”لیکن میں اسے اس کا احساس ہو گیا ہے۔ میں آپ کو اس کی

تفصیل نہیں بتا سکتا۔ آپ اتنا کہہ کر اس کی اس بات

سے ایک غور سے ڈبے میں داخل ہوئی ہے جس کے ساتھ میں

ایک ٹوکری ہے۔ جس میں اس پر کھڑکیں۔ مجھے وہ ٹوکری معلوم

ہوئی ہے۔“

”آپ کا تعقل کی حد تک پہنچ رہا ہے؟“

”بھئی، اس وقت اس طرح ٹھہرنے کا نہیں ہے۔“

”سبیل نے کہا۔“ ٹریزور میں داخل ہے۔ آپ میں ایک کام

کریں۔ میرا سوچا ہے کہ میں اسے میرے ڈبے میں

ہوں۔ مجھے نہیں ہے کہ میرا سوچا ہے کہ میں اسے میرے ڈبے میں

کا دروازہ شروع کریں۔ کہ وہ وہ غور سے دروازہ کھول دے

کی جیسے اسے وہ دروازے کی طرف پرے۔ پتیز آپ مجھے

فون کر دیجئے۔“

”آپ کوئی پتہ نہیں ہیں جو چلتی ٹریزور سے اس

اس غور سے کہہ رہی ہیں۔“

”جی ہاں۔ میں نہیں کہوں گی۔“ سبیل نے کہا۔

”میرے ڈبے میں اس غور سے کہہ رہی ہیں۔ میں اس

پر کسی طرح قابو پا کر فون کرواؤں کہ میں اسے فون

پس کے خاتمہ کر دوں گا۔ پھر ان کی ساری باتیں سمجھ سکتے

آجائے گی۔“

”مکلی بارڈر کی کچھ عجیبہ ہونے لگی۔“ سزا آپ مجھے

ڈرا رہے ہیں۔“ اس نے کہا۔

”میں آئینہ میں نہیں دیکھ رہی ہوں۔“ سبیل نے کہا۔

”آپ نے اسے فطرت سے آگاہ کر دیا ہوں۔“

”کیا۔ آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا؟“

”فون سے اس وقت میں بھاڑی۔ اس کے پیچھے حرکت

کرنے لگے۔ سبیل اسے جواب دیے بغیر اپنے ڈبے کی

پٹھے سے لیکن ان کے اعزاز پر تیار ہے کہ وہ خود کو کوئی
طور پر کسی کارروائی کے لیے تیار کر رہے ہیں۔

”اس کو سب بات کا نہیں ہوا تھا کہ وہ اس بڑی کی

ایسا سوچا نہیں تھا۔ وہ پایا تھا۔ ٹریزور حیرانہ دے بہت

آگے کل آئی۔“ ہر طرف اندھیرا تھا۔ ڈبے میں موجود

لوگ ایک دوسرے سے پرہیز سے بیٹھے تھے۔

”ایک مشکوک شخص ایسا چلے گا۔ اچھے روزوں کے

طرف آیا اور دروازہ کھول کر اپنے گل کر کچھ دیکھنے لگے۔

ڈبے میں بیٹھے ایک شخص نے اسے غائب کیا۔

”اسے بھاڑی کیا کہہ رہے ہو کر پڑاؤ گئے۔“

اس سے پہلے کہ وہ مشکوک شخص کوئی جواب دے سکا۔

سبیل بھاڑی کی تیزی سے اٹھا۔ اس نے ایک شخص سے اس

مشکوک شخص کا ہمارے طرف اشارہ کیا۔

مشکوک شخص نے سبیل کی گرفت سے خود کو بچانا چاہا

لیکن اس کے لیے اس کا شک تھا۔ مشکوک شخص کے سامنے

سبیل پر حملہ کر رہا تھا۔

”سبیل اس کی طرف سے بھی غافل نہیں تھا۔ اس نے

دوسرے ہاتھ سے اس کے سامنے کوئی بھینسا لیا تھا۔ ڈبے

میں ٹریزور پر کھڑکی کی طرف سے دیکھ رہی تھی۔

”ٹریزور آہستہ آہستہ لگتی تھی۔“

”بہت سے فون اپنے اپنے ڈبے سے اتر کر سبیل کے

ڈبے کی طرف آگے لگے تھے۔ اس میں دو شخص والے بھی

تھے۔“

”میرے حال ابھی تک کسی کی مدد نہیں آئی تھی۔“

”سبیل نے ایسا نہیں کیا تھا۔“

”وہ مشکوک شخص اس کا سامنے سبیل کی گرفت سے

پٹھے سے لڑ رہے تھے۔ وہ اسے اس کا گالیاں بھی دیتے

چارہ ہے۔“

”پس والوں نے کھل کر کھیر لیا۔ سبیل نے کہا۔“ میں

سب کچھ بتاؤں گا۔ پہلے غور توں کے ڈبے سے ان کی ساری

غور کر پڑوں۔“

اس دوران میں آئینہ بول پڑی۔ ”وہ غور تو کا ڈی

کے رکھے ہیں دوسری طرف اندھیرے میں کوئی ہے۔“

آئینہ خود ڈبے سے اتر آئی تھی۔

بہت حیرت اور سسکی کا ہوں سے سبیل کو کچھ رہے۔

اس نے بتایا کہ جس وقت یہ دونوں ڈبے میں داخل ہوئے

تھے، اسی وقت اسے ان دونوں پر غلبہ ہو گیا تھا۔

”سزا نہیں ہونے تو ہے۔“

”واقعی کمال کر دیا۔“

”سبیل گرا دیا۔“

”رہلے سے سنی بھاڑی۔“

اپنے ساتھ لے جا چکے۔ سافر وہ دونوں کی باتیں

پر پڑے تھے۔ سزا ایک بار پھر شروع ہو گیا اور اس بار اور

تک نہیں ہوا۔

”سبیل پر اسے سزا کے دوران میں سوچنا رہا تھا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”سبیل ہوا۔“

”ہاں وہی۔“ آئینہ نے کہا۔ ”لیکن تم ابھی جانا
نہیں۔ میں اس سے کھلم کھلا کر دواؤں گی۔“

”دوسرا دروازہ کھولیں۔“ وہ سب آئینہ سے ملے لگے

پھر انہوں نے سبیل کی طرف دیکھا۔

”ہاں، میں سزا نہیں ہوں۔“ آئینہ نے ایک غور سے

بتایا۔ ”اگر یہ میں ہوتے تو شاید میں خالی ہاتھ آئی۔ یا خدا

جائے کیا ہو گا ہوتا۔“

”آئینہ کیا بات ہو رہی ہے؟“

”میں بتاتا ہوں جواب۔“ سبیل نے کہا۔ ”چلتی

ٹریزور میں کچھ تو کس آئے۔ میں اسے سزا دے رہی

ان کی ایک سزا کی غور سے داخل ہو چکی ہیں اور دوسرے

ڈبے میں تھے۔ مجھے ان دونوں پر غلبہ ہو گیا تھا۔“

”اوسے ہاں۔“ دوسرا دروازہ کھول پڑا۔ ”کی دلی پر لگے تو

میں ہوا تھا کہ کتنی ٹریزور میں ڈاکے کی کوشش کا کام۔ ایک

غور سے اس کی پڑی کی طرف سے لگے۔ تو وہ واقعہ

آپ کی ٹوکری کے ساتھ ہوا تھا۔“

”کمال ہے۔“ اس نے پتیز پر ہنسی کی۔

”آپ کو تو ایسا ہی ہوتا ہے۔“ آئینہ نے بھڑکی

دیکھا۔ ”میں آیتا ہاتھ بڑھا دیا۔“ بہت خوش ہوئی آپ

سے مل کر۔ میں آیتا کچھ بھینسی ہوئی اور میری طرف دیکھ گیا۔

آئینہ کی بڑی ہنسی اور میرے ہنسی ہوئی۔

”اس نے ایک سانس میں میرے خاندان کا تعارف

کر دیا تھا۔“

”مجھے سبیل کیسے تھا۔“ سبیل نے اپنا تعارف

کر دیا۔ ”میں اپنی ٹریزور کی طرف سے کچھ توں کے لیے

آپ کو سزا دے رہا ہوں۔“ وہ سب آیتا کچھ بھینسی ہوئی اور میری

طرف دیکھ گیا۔ ”آپ کو کیا ہوتا ہے؟“

”میں ہوں میں غور کی طرف سے۔“ سبیل نے

جواب دیا۔

”سبیل صاحب، ابھی ہمارے یہاں بھی آئیں۔“

آئینہ نے بھڑکی سے کہا۔ ”وہ میرے لیے شاید ابھی تک نہیں

بتایا۔ میرے کچھ نہیں۔“

”ہاں سبیل صاحب ضرور آئے گا۔“ آئینہ نے بھی

کہا۔

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“

”سبیل نے کہا۔“



آوارہ گرد

قسط: 30

ڈاکٹر عبد الباقی

میں کلیسا، سوئی گاگم دھرم شالہ اور افانہ آٹھم... سب ہی اپنے اپنے عقیدے کے مطابق بہت ٹھیک تھی سب ممانے جاتے ہیں لیکن جب پائپوں کے بعد نکیل بگڑے تو پین والوں کے پادہ آبی پر تو سب کچھ بدل جاتا ہے... محترم پوپ پال نے کلیسا کے نام پادراپوں کو جیسے کہ لٹوئے الزامات میں نکالا ہے، ان کا ذکر بھی شرمناک ہے مگر یہ پوریا ہے... استحصالی کی صورت کوئی بھی پوپ قابل نفرت ہے... اسے بھی وقت اور حالات کے دھارے نے ایک فلاحی ادارے کی پناہ میں پہنچا دیا تھا... سنکھ رہا مگر کچھ دن پہرہ پورے لگا جو نہیں پوتا چاہیے تھا... وہ بھی مٹی کا پتلا نہیں تھا جو ان کا شکار ہو جاتا... وہ اپنی چالیں چلتے رہے، یہ اپنی گھات لگا کر ان کو نیچا دکھاتا رہا... یہ کھیل اسی وقت تک رہا جب اس کی بازو توانا نہ ہو گئے اور پھر اس نے سب کچھ ہی الٹ کر رکھ دیا... اپنی راہ میں آنے والوں کو خاک چٹا کر اس نے دکھا دیا کہ طاقت کی گھنٹھیں راج کا خواب دیکھنے والوں سے برتر... بہت برتر قوت وہ ہے جو بے آسرا نظر آئے والوں کو نمرود کے دماغ کا مجھڑ بنا دیتی ہے... بل پل رنگ بدلتی، تلم رنگ کی سسٹنی خیز اور رنگا رنگ داستان جس میں سطر سطر دلچسپی ہے...

تجسیر... اسٹی اپرایشن نہیں ایچسٹراڈیو سٹاپ پلس...

جاسوسی ڈائجسٹ 162 اکتوبر 2016ء

میں نے ایک زوردار لات اس کے سینے پر جڑی۔ اس کی حالت پہلے ہی پتلی ہو رہی تھی۔ وہ لات کلتے ہی آنکھیں

موندے اٹھ کر اٹھ کر ایسی خاموشی مچ گئی۔
 یہاں کا ماحول غراب ہو گیا تھا۔ میں تیس تیس جا تھا کہ
 براج کھڑکوں کی یہاں کی ہینک ہے۔ پڑی کسی بات ایک
 دھن کے لیے تھوڑے تھوڑے جھانک رہا تھا۔
 اسے کھڑکوں کے ایل ایل ڈائی کی ہے لی ڈول پٹی رہا
 کی رہا ہوئی، انا کا تھوڑے جانتے ہوئے تھی کہ رنجائی مجھ
 سے خاموشی خود رہی، بدل تھی کوئی، تھوڑا سا مقصد
 براج کھڑکے سے کچھ میرے حوالے سے نہ پڑھ سکی گا
 ہو سکی۔

[illegible][illegible]

”اب ہمارا یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا خطرے سے خفاں
 ایک طرف کودو نہ گیا۔“

میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہاں ایک جوان بیٹا تھا جس کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی۔ وہ اپنے ہاتھوں میں ایک چمکدار شے رکھ رہا تھا۔ اس نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس کی آنکھیں پھلکنے لگیں۔ اس نے کہا: "یہ تو ایک عجیب سی شے ہے۔" اس نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس کی آنکھیں پھلکنے لگیں۔ اس نے کہا: "یہ تو ایک عجیب سی شے ہے۔"

ایک بار ہمیں اور سوڈان کی امنیہ خرابیاں دکھائی گئیں۔ سوڈان کی طرف رواں دواں تھے۔ اس بار ہمارے ساتھ ایک اہم ورجن کی بیگمائی تھی تھا۔ ہماری کئی منزل تھیں۔

جاسوسی ڈائجسٹ 367 اکتوبر 2016ء

تصور کرتے ہوئے کہ ایک عورت (سوشیلا) اور دوسرا "مرد" میرے سوا اور کون ہو سکتا تھا، مجھے کبھی اس نے مجھے پہلے نشانہ نہ بنانا چاہا تھا۔

میں نے کہہ دیا کہ یہ سچا ہے۔ چنانچہ اس کا جواب
 میرا جی اوجھڑا اور اس نے ہر ایک کے پاس لے کر اس کی کیفیت
 سنائی۔ میری اڑتوں نے وہ سب سنا لی کہ میں اوروں کو
 کر کے کیا جا رہا تھا۔ لیکن جبکہ میں میرا جی بھیج رہا
 تھا، وہ دروازے کی طرف لڑکھانے لگا، اور اچانک کھینچ کر
 قہار میں اس کے سر پر ایک گھبراہٹ سے کہہ کر کہہ کر کہہ کر
 ہڑا کر دیا۔ وہی "خبر" کھانا اور اس کے مرہم کے پتے

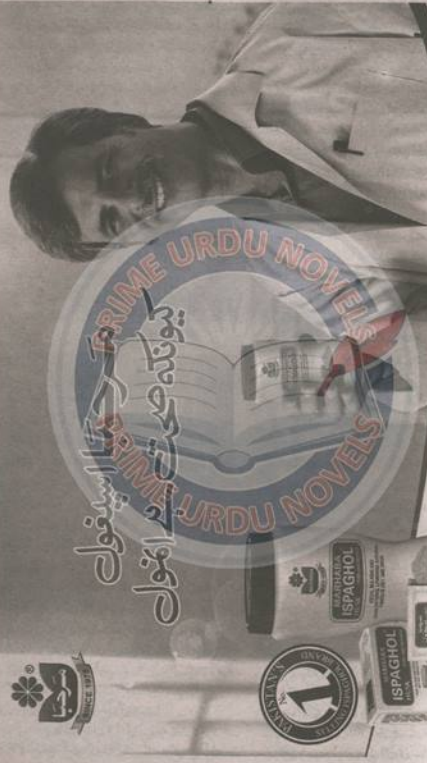
[illegible]

یاد آئے اور پھر ان کا سر اس میں بڑھوٹا ماسک،
چوچہ میں کے لیے اس "مکمل ٹیمری" کو دیکھ کر ایک
سکے کی کیفیت میں آئے تھے اور اب تک شاید یہی
ہو جو مجھے تھوکر لگا کر اور کیا کر؟

کچھ نثار اور کافی جھٹک اعزاز کے لیے تیار ہو رہی
 الٹ پر چلائی ہوئی دوسروں کو ان میں سے ایک کو تیار کرنے کے
 سامنے کے بیٹے میں کل اور دوسرے کے گن والے ہاتھ پر۔
 نتیجے میں سے رکھنے والے سامنے، اسے قتل سے ایک

بسیار کٹھن خارج کرتا ہوا کرتا چلا گیا جبکہ دوسرا کراؤ کے
مجھے آئی ڈی ٹی ٹیوٹیشن سے پہچان چکا تھا شاید۔

[illegible]



جواب درکار تھے، مگر بلبران سنبھلے کے اچانک شب خون مارنے سے پوچھنے سے روک گئے۔ بالخصوص "کلی منہار" کے مسئلے میں اس سے دریافت کرنا تھا کہ کیا معاملہ تھا؟ کیونکہ جہاں تک میری حدود معلومات تھی اس کے مطابق کلی منہار افریقہ کے ایک معروف اور دھواں کرار پہاڑی سلسلے اور وہاں آباد شی آدم غور ٹھیکے کو کہا جاتا تھا۔ اس سے تعلق کی اینڈوچرنا اور خطرناک بارود اور دستکاری فیس بھی میں نے دیکھ رکھی تھی، اگرچہ ان میں "شیشی" کا مکمل دخل زیادہ تھا۔ تاہم مجھے اپنی حقیقت پر بھی یقین تھا۔ لیکن دریافت طلب امر یہ تھا کہ آخر ہزار انڈیمان میں اس مقام اور ٹھیکے کا کیا ذکر؟

مجھے اپنے تینوں اہم ساتھیوں، اول نجر ٹھیکہ اور کسبل دادا کی طرف سے گھر ہو رہی تھی۔ بھجوانی کا گھر ٹیلا سے راہگیر کرنا اور کلی منہار کا اس قدر خوفزدہ ہو کر ڈر کرنا مجھے کشش آئیرا نہیں میں جتنا کہنے سے پہلے رہا تھا۔

"اب کہاں جا رہے ہیں ہم؟" بالآخر مجھے بیٹ پر، میری بھجوانی پر کاروائی کے لئے ہر اہم ان سوشلہ نے مجھ سے وہی سوال کر ڈالا، جس کا جواب میں خود بھی نامزد تلاش کر رہا تھا۔

"تم دونوں کو یہاں نہیں بھی لھانا نہیں لے گا۔۔۔" بھر بھی ہے کہ تمہارے ساتھ حفاظت کی راہ پر چلو۔۔۔ تو کچھ میں نے کچھ چار پیدائش ہو گئے تھے۔ میرے جواب دینے سے پہلے ہی بھجوانی نے کہا: "مجھے اس کے سبب سے نکال دے اور غریب کی پوتی کی گھر ہو رہی تھی۔ میرے کہنے پر سوشلہ نے ہی کی کہ منہ سے اس کا جب باندھی تھی۔ میں نے اس کی کوساں کو صرف نگر کرنے ہوئے سوشلہ سے کہا۔

"مومن کب کام آگے؟" میں اس سے راہگیر کرنا چاہے۔

"ہاں اگر اس کے لیے میں بھی کی طرف کا سفر کرنا پڑے گا۔" اس نے جواب دیا۔

میرا بھی یہی خیال تھا۔ جس پر صاف کرتے ہی سوشلہ نے مجھے بتایا کہ تم بھی جانتے والی میں وہ پری جو سوسلہ۔ میں نے کار کی رفتار بڑھا دی۔

پندرہ کی کے میڈارڈ میں تپائی جاتے اور اس کے سربراہ کرنل جی جی بھجوانی کو اپنی گرفت میں لےنے کے بعد کار میں سوچ رہا تھا کہ وہ کم ہو گیا تھا تو یہ ایسا کچھ غلطی تھا۔ لیکن بہر حال میری پہاڑی جھنڈی پڑی ہوئی تھی اور کوئی ہیڈ تھا کہ دیگر بھجوانی کی ایک نہیں پر مومن "را" والے

میرے پیچھے لگ چکے ہوں گے، یہ الگ بات تھی کہ اب میرے سلسلے میں تازہ کار رہنمائی کا حصول ان کے لیے مشکل تھا۔

میری بھجوانی نے مجھے سوشلہ کی موسی کے بارے میں بتایا تو کہا کہ اسے سردی شیشی کے بعد چھوڑ دیا گیا تھا۔ تاہم ابھی یہ بات ترمیم نہیں ہوئی تھی، ایک اعزاز کے مطابق یہ ممکن تھا کہ وہ جی ہی کر رہا ہوں، کیونکہ موسی سے ابھی ہم ٹیٹے ہی تھے؟

"جن لوگوں نے تمہارے قیامت پر مولا کیا تھا، یہ کوئی لوگ تھے؟"

میری منول کا کہنا ہوتا ہے اور میری کی طرف کا سوزن ہونے کے بعد ہی میں نے سوال کیا۔

"تم کوئی چوچ بند رکھو۔ اور مجھے بتاؤ کہ یہ کلی منہار کیا مولا تھا؟ شہری ساتھی کو ٹیلا نے نہیں میرے ساتھ نہیں کے تعلق کی بتایا تھا؟" میں نے اسے بھڑکتے ہوئے لڑکا سوال کر ڈالا۔ وہ میرے سوال پر ایک بار ہنسنے لگا۔ اس نے کہا کہ کوئی جواب دے پایا۔ مجھے آئیر پر بھجوانی نے اسے گھر لے لیا۔

میری دیر کی خاموشی کے بعد اس نے کہا: "وہاں غیر حرج طور پر ایک کڑی ہوئی ہے۔"

"جس کی کڑی کڑی کہاں ہوئی ہے؟"

"جراڑ انڈیمان میں۔" وہ بڑبا سنجیدی سے بولا۔

"جہاں تمہارے تین ساتھیوں کو ہم نے قیدی اور بھجوانی بنا رکھا تھا۔ وہاں ایک موقع ٹھیکے کے طور پر رہا تھا۔ جو خود کو افریقی ملک کے ٹھیکے۔ کلی منہار سے تعلق جاتا ہے۔" وہ بھجوانی نے کہا۔

"وہ بھجوانی نے کہا۔" میں نے بھجوانی کی بات کو سنا۔

"میں نے اس کی طرف گھرا۔"

"میں حرج کچھ نہیں بتا سکتا۔ تمہارے ساتھی اب ہمارے قیامت میں نہیں رہے، اس صورت حال میں اب تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"مجھے والا سلوک کروں گا۔" میں نے دانت ہیں کر کہا۔

"مکاری میں تمہارا کوئی جانی نہیں اور میں تمہارے کسی جھانے میں نہیں آؤں گا۔ اس لیے مطلب کی بات کرنا اور مصافحہ رکھو۔"

"اب نہیں میں یہ بات کا کہیں نہیں آ رہا ہے تو میں کیا کروں؟" وہ بھجوانی پر دھاوا اڑا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے اسے نازک صورت حال

بچے کا تین پر ڈال دیا تھا۔ اس کے چہرے سے غامضہ ذات
آجیرا اثرات ابھر آتے تھے۔ میں نے اس کی مطلق پروانہ
کی، وہ ہمارے سونوں پر برہان ہوتے ہی ایک تیری ہم عمر
کو نوجوان سلاٹر کا برآمد ہوا تھا، میں اسے دیکھ کر ان کا راز
گیا۔ اپنی کسی عمر میں اس نے بہت ترقی کر لی تھی یا پھر شاید یہ
سب اسے ترکے میں ملا ہو۔

دو بجے کا موٹا اور شاید اسی وجہ سے اپنی عمر سے
تھوڑا بڑا نظر آتا تھا۔ تھوڑے دیر میں آتا، چہرہ پھولا ہوا اور
آنکھوں کے گرد بڑے بڑے پتے پڑے ہوتے یا تو اس کی کم
خوابی کے فغان سے یا پھر کھڑے شراب نوشی کی وجہ سے۔
وہ بڑے پرچاک انداز میں ہم سے ملا اور ایک نظر

کا تین پر بندھے پڑے بھجوانی کو دیکھا تو سوشلا سے غور اس
کا کہہ دے میں پچھتاہو میرا بیکارہ۔ وہ میرا اچھا پیپے کی بھولائی
تھی۔

”اسے سڑا میں ان میں غلطی کا کچھ ہوں، ان
لوگوں نے مجھے اغوا کر کے جیلان آ کر نہیں ایک بڑی
صعیت میں ڈال دیا ہے، بہت سی کی بھولائی نام ہے
میرا۔“

ہم سے پہلے وہ چلا کہ وہ ان کی طرف دیکھ کر بولا تو
وہ بے جا دھوکہ کھانا گیا۔
”سی“ نے سب کچھ کہا، وہ سوتی، ”وہ اس کی
طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

”ہاں“ سوشلا نے بھی جیسے ہی کے اچھا
کرکٹ کی طرف اشارہ کیا، ”تو اس کی اس کا پتہ نہ پڑا
میں آؤ، یہ وہاں پہنچے ہوئے ہیں، ان کا فائدہ اٹھا کہ وہ خوف
زور کر کے ہم سے بڑھ کر بھاگتا تھا۔

”یہ بھلا وہ کیسے اس کی منکش روٹی اور پاکستانی
اچھے ہے۔“ وہ اپنی مبارزہ پر مزاحیہ جاری رکھتے
ہوئے سونکے بولا۔

میرے ہی میں تو آئی کہ اس رڈ میں مفت فیس کے
پر ہوتے ہی ایک غور کرید کر ڈالوں، مگر اس وقت کی
ناک صورت حال میں اسے سوشلا کے ہاتھ میں تھی اور
وہی وہ منکش کرکٹ کی پہلڈ اس نے بیک کیا۔

اس نے ہی بھجوانی کی اسلیٹ تیر اس کے ہاتھ
مفت اٹھا کر کے میں نے گناہ میں ایچ ڈی کے لوگوں
کے تھوڑے بڑے اور بعد میں اس کے بھانجے کے بارے
میں بتاتے ہوئے، یہ بھی بتایا کہ یہ خود ایک انڈین خفیہ
اچھی کے سربراہ ہونے کی آؤ میں یہاں کی کیا کیا علان

تازعات کے باعث ان دونوں گروہوں کے درمیان
لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں، لیکن آج کل شاید ایک خانوں
معاہدے کے تحت ان کے درمیان جنگ بندی ہو چکی ہے۔
اور یہ اپنے چھ علاؤں تک محدود ہیں۔“
میں نے اسے دیکھ کر اندر سے کھٹکے سے ملنے
کے گھڑے دوڑائے تو مجھے بہت سی باتوں کا انخودا لگا
ہوئے گا۔ صاف ظاہر تھا کہ بھولا چاہے گروپ، بھجوانی کا
علیف (دوست) تھا، شاید وہ گھور حریف (دشمن) اور اس
غیبت کے بھولا تھا جسے خفیہ بلکہ ”مجرمان“ حکومت کے
تعلقات تھے اور کوئی بھید نہ تھا کہ بھجوانی کے بھولا چاہے
گروپ کے ساتھ کسی اور کی تیر و تیرہ کو تو بھولا چاہے اور اس کی

کی تیر و تیرہ۔
”میں نے ایک پروسق بھکاری غارت
کی۔“ تو مجھے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔

”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“
”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“

”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“
”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“

”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“
”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“

”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“
”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“

”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“
”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“

”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“
”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“

”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“
”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“

”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“
”میں نے بھولا نا تھی کی حد سے میرے تینوں
ساحلوں کو بھی نا تھا۔“

ت کرنے کی کوشش کر جاؤں، ادا کے پھر.....؟“ میں
فرخیں اختتامی انداز میں کہا۔ زہرہ کا مجھے خدا حافظ
دینی نہ چاہا تو میں نے ہی اس سے تکی بخشی کے چند
کینے کے بعد خود ہی رابطہ قطع کر دیا۔
”مجھے ڈراما پر ایسی ہی بھی ایک اور کال کرنی ہے
پہلا سائڈ نہ کریں تو۔“ زہرہ ہانوسے ٹھٹھکو کرنے کے
نے موبائل کی طرف دیکھا۔

”شیر... شیر... آپ وہاں جا بات کر سکتے ہیں“ اس نے سیکل سے لے کر ایک طرف اشارہ کیا، میں ٹھیک سے ادا کرتے ہوئے گونے کی طرف چلا گیا اور ٹھیک سے ادا کرتے ہوئے آئے آندہ کلا کا نمبر لیا۔
میں کوشش کر رہا تھا کہ بائیں طرف سے ایک شیر اور دوسری طرف سے ایک شیر آئے۔
میں نے اسے دیکھا تھا کہ وہ ایک کوشش کر رہا تھا کہ بائیں طرف سے ایک شیر اور دوسری طرف سے ایک شیر آئے۔
میں نے اسے دیکھا تھا کہ وہ ایک کوشش کر رہا تھا کہ بائیں طرف سے ایک شیر اور دوسری طرف سے ایک شیر آئے۔

اس کے بعد میں نے صوفیوں کے سبیل فون کے لاکھ
ہائے تیرہ چار نو اور آٹھ خالہ کے ہجرہ کی ہیبت کر دیے
میں ان کے درمیان صوفیوں پر کڑی نظر کیا۔
میں نے انہیں کے درمیان تھوڑی سی رتبہ ضروری امور پر
ہوئی دیکھی وہ اس کے بعد صوفیوں نے کہا کہ وہاں ہر جاہل
رجل صوفیوں کے نام پر کڑی کرے گا۔ میں اس میں
شک نہ کر رہا تھا کہ وہ کڑی کرے گا۔ وہ صوفیوں کی تمام
شہادت اور اس کے بعد صوفیوں پر کڑی کرے گا۔

اسی میں اور سوچنا ہوا تھا۔ وہ تو ملازم مسلمان
 ایک بھر دھرتا ہے، جس کے بارے میں وہ بتایا
 تھا کہ ایک عورت کے چپاں میں اس کی رازداری
 رکھا تھا وہ عورت کی خوش گراہی تھا۔ رازداری
 کے لئے اس کی ہوا گرائی تھی۔ وہ دیکھ کر دنگ رہا۔
 اس کے بعد میں ایک بار پھر سی کی گجوانی کی کلاس
 کی کرسی پر آ گیا تھا۔ وہ رکھا تھا وہ اس کی
 ہیومن کے لئے ہے۔ اس کے کھیل کے لئے اس کی اور
 ایک کلاس لگائی تھی۔ وہ اس کے لئے ہے۔ اس کے بعد
 رازداری کے لئے اس کی کرسی پر بڑھ گیا۔ وہ
 دیکھتا ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔
 اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔ اس کے لئے ہے۔

میرے اس اہم سوال پر دوسری جانب نکتہ
اسی چمکی اور اس لحاظی خاموشی پر میرے اندر بے
ایک غبار سا آئینہ چمک رہا تھا دوسری جانب سے زہرہ
خائف ذرویی آواز ابھری۔

[illegible][illegible]

اپنے عزیز کریں۔ میں نے یہاں سے صحت مند ہوا اور اٹھا اور اللہ بہت جلد ان تینوں تک پہنچ جاؤں گا۔
 "یہ ان اور امیر کیسے ہیں؟"
 "وہ بالکل ٹھیک ہیں، جہاز کی طرف سے اہل جان
 واپس آئے ہیں۔ انہیں لایا رکھا ہے مگر کب تک وہ
 یہ بتاؤ کیا واقعی ہے؟"
 "ہاں زہرا امیر! انہیں کرو اور بے فکر ہو مگر محتاط رہی
 میں بہت جلد ان کی خبر وغیرہ سے جانوں گا۔ اب
 کمر بستہ ہوں، اور اب تم سے مسئلہ رابطہ کا بھی کوئی

موبہن نے سگریٹ کا ایک کش لگاتے ہوئے اپنی
جاری رکھی۔ "اس پر مقرر ادیب مسٹر شیخزئی کو بھی وہہری
مہبات کا سامنا ہے اور اس کے دشمنوں کی بھی کمی نہیں۔
مجھ میں نہیں آتا کہ....."

[illegible][illegible]

ہاں۔ ہیرو نہ ہو۔ ایسے میں ہوں شہر کی
لو۔ مانی گاڑا ٹکڑے خدا کا، ہماری آواز تو
تحت۔ تم کہاں ہو؟ گل۔ کیسے ہو؟ ابھی تک
نہیں کیا۔ وہ دھڑکی پٹائی آواز میں بولتی چلی گئی
نے اپنے کپڑے پر سونگن رکھے ہوئے کہا۔
زور و ایشیا بالکل ٹھیک ہیں اور میرے پاس وقت
مجھے جب بھی موقع ملتا ہے میں تم سے بات کرنے
کر رہا ہوں۔ سب سے پہلے مجھے بتاؤ کہ کیا تم نے

تھا۔ کے میں ایڈوائی کی زندگی مکر انسانیت سوز زندگی
 ال اس کے سامنے تھی جو اس نے موبہن کے بھائی اور
 نے محصوم بیوی بچوں کے ساتھ کی تھی۔

میں نے دیکھا مومن اور سوشل کے مابین ایک
 انٹرا سوشل نیٹ ورک جس کے بارے میں سوشل
 کے لوگ کچھ نہیں جانتے تھے۔ اسے کال کرنا میرا
 ایک نئی تھریڈ تھی جس سے یہاں کے مجاہد بھی
 میں نے وال پانک کوئی نقصان ہو اس کی حیثیت
 نے پورے مسلم اعزاز میں مومن کی اور یہاں
 کے میری سروسز کو کسی بھی کارڈ کی کارروائی
 اسے اپنے ساتھیوں کی رہائی اور کے ایل این ڈی
 سے مستمع اس سے دور یہ حاصل کرنے کی ہر ایک
 کارگزاری کو محدود رکھا تھا۔ یوں اب مومن میری
 سے خاصا متعلقہ تھے۔ یہاں تک کہ میری "میں
 میں، میں نے اسے آرتھروپڈ "میں سوشل"
 ہے، وہاں میں کوئی مومن نہیں رہ سکا تھا۔ اب
 آگے بڑھ کر اسے کال کرنا ایک سب سے بڑی کامیابی

پہلے اس کو کوئی بندوبست کرو جب ہی ان کی تمام
 کمر کوئی آئندہ کا لائحہ عمل ترتیب دے سکے ہیں۔
 نے تائین پر قریبی رقم حالت میں چڑھے ہوئے
 کی طرف اشارہ کر کے ہوئے ہیں۔ کہا۔ لہذا جب
 کے اشارے پر میں بھیجی ان کو جانے کے پیکر کر گیا
 کی طرف نظر آئے وہ اسے منسل کر کے کی طرف لے
 دی کی طرف سے خود بخود اسے صوفی کو کھڑے
 کرنے کا اور اپنی اس کی تہذیب کی لڑائی میں ہی
 سربراہان اہل حق آ رہا۔

کریکٹ اسے ایک کس سے بند کرنے کے لئے جو
کے لئے یہاں چھوڑی تھی۔ وہ اپنے ہار پر بھٹکے ہوئے
ہوئے والی کھٹو سے اپنے کسے جاکھ کاٹتی تھی۔
بلران سیکھ کر ایک دانی کی وجہ سے صورت
خاصی بڑی ہوئی نظر آتی ہے، حالانکہ وہ تیار
دوڑ میں شامل ہے۔ بہت ہی محنت کا حامل تھا۔ "سوہن
کا ایک کس ہے، ہونے ایک کس میں لگا جاو
ہوئے ہے، جسے ہمیں بھی اشارے
کئے ہوئے دوں گا۔ جسے چاہیے اسے کھار
کھار کر کھاتا تھا۔ اس وقت یہ اسی کس چاہتا تھا۔

”کون ہے؟“

[illegible][illegible][illegible]

”بھئی! اور اصرار کرو۔۔۔۔۔“ میں تیزی سے جھکا جگا
اس کی طرف کو لپکا اور اس کے اشارے پر ہنسنے کے
بعد اس کی طرف جھکا اور میری اول چپکاری زور سے جھوکا
لیکھا کہ ”میرا طرف“ اور میری غصہ کی آواز سے اس کے اندر سے
کسی حسرتی جہنم کے اظہار برآمد ہوئے تھے۔ ان کے اعزاز و
اعزاز کے بارے میں اس دور صورت سے حق بھونے
اور اس سے نفرت کرنے کے۔۔۔۔۔ پھر میرے دیکھنے کی دیکھنے سے
مجھے اس سے عذر بخلائی گئی۔۔۔۔۔ میرے پاس بقیہ کی
چیدہ اور خود کار کھنچترین سامان دیکھ کر بھی کبھی مشہور سا
روا کیا تھا۔ اپنے اعزاز و طور سے بھی بے گلوب بے گنہی
کے پیش رو بھائی دیتے تھے۔ میرے بدترین فحش بات
کی گندہ پن کو بھائی

تیسرے آدمی کو میں نے بین کیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا، اس کا کاندار البتہ اپنے دو ساتھیوں کی طرح چہرہ پر مسکراتا تھا، لیکن میں اس کی طرف سے کام کرنے کے انکار سے اس میں دلچسپی نہ لائی۔

میں سوئیٹا کو اٹھتا ہوا دیکھ کر کاندار اور راتے داؤلوں پر ہلکا سا تکیہ کیا اور گویا جیسی ہے نیچے آیا اور بین کیٹ کی طرف بڑھا۔ یہاں اس کی بیوی چڑھ چکی تھی اور کاندار کو بین کیٹ میں موجود خفا سے لبک روایں تھا۔ چنانچہ وہ مجھے اس طرح کاندار داخل ہوتے دیکھ کر چونکا گیا اور پریشان ہو گیا۔

[illegible]

سولہواں باب ایک نیک فطرت شخص کی پالیسی۔ جبکہ میرے
 ذہن میں اس طرح سے ہنوز بھجوانی کا یہ جملہ بار بار گردش کر رہا تھا
 ”جب بھولا جاتا ہے حیران ہو کر کھڑا۔“
 ”بھلائی بار ایک ایک فیئر سے تلام کو یاد کیا،
 خیریت تو ہے جناب۔“
 ”تو جواب میں بھجوانی نے کہا تھا۔
 ”ہاں، والد! میں ایک فوری خبری جیڑی کے تحت دوسرا
 نمبر استعمال کرنا چاہتا ہوں، دوسرا وارہ اس نمبر پر نہیں ملوں گا۔
 ”اے! یہ ہے خیریت ہی ہے، تم سے ایک کام کام آ رہا ہے
 ”اے!“

لیکن سب سے زیادہ مکمل بحث ہوئی جنہاں پر خرمش بھی پیچھے کے سلسلے میں مولانا صاحب جلی انعام ایک مضمون لکھا تھا اور اس سے کہتے ہوئے "میں بھی دوائے" نور" کے ایک نکتہ کو یاد کرتا تھا۔

اب اس بات سے میرے فکر میں ایک بات اور بھی اچانک میرے ذہن میں آئی تھی جو خیال کی طرح "مکمل" ہوئی تھی کہ مجھ کو نے چوتھے پیراں کے سیر بلکہ لپٹن اڈا سیر ہوئے تھے۔ سب سے بات کی کہ اور میں تھا کہ مولانا صاحب جلی انعام اس "میں بھی دوائے" نور سے کہہ ضرور روگہ کو اپنی پیر میں کہہ دیتے ہیں اور مولانا صاحب نے اس کے اپنے طور پر تصدیق فرمائی ہے۔

یہ بھی ممکن تھا کہ ایسا میرے سے ہی ہو جیسا کہ وہاں ہمارے
مادری ملک میں بھی میرے اپنے ذہن کی اختراع یا
سے زیادہ اور بڑی کوشاں تھی، لیکن جانے کیا
تھی کہ میری اس فوجی فکر سے کتنی عمارتیں ہی کہیں
ہو جیسا کہ ضرور ہوئی تھی۔

میں نے اس کی ایک کچھ بھی جان لی تھی، اور کچھ بھی نہیں
تھی، کیونکہ وہ حالات سے کتنی نرگزی تھی، میں نے
اپنے اسے اپنے اس ملک آئیرش سے آگاہ ضرور کر دیا
تھا۔

میں سوشلزم کو بے شک کی جھٹ پڑا اور اس کے
 ہزار اطراف میں کھینک آئی یا کسی اور میں کھینک
 حرکت پر خود نظر آئے بغیر نگاہ دوڑاتے رہنے کی تاکید کی،
 اس کے بعد میں نے اُسے خود سے علیحدہ کر دیا۔
 اب وہ بھٹکے کے عقب اور داغیں بائیں نگاہ رکھے
 ہوئے کسی اور میں بھٹکے کے پیرو کی تہ اور اس کے باہر کی
 دھوک پر نظر رکھے ہوئے تھا۔
 جلد ہی مجھے سوشلزم کی سرگوشی نما آواز سنائی دی۔

[illegible]

”بھولا تھا وہ ملے کے لیے مجھے کہاں جانا ہوگا؟“
اس نے اندر ہی اندر کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے اس سے
چھا۔ اس نے مجھے مٹکی کے کسی ہوا اکاب نامی جگہ کہا
ایا، اس کے بعد سوشائے میرے اشارے پر اس کے
بارہ ہاتھ پکڑ کر رہے۔
”تم واقعی بہت عجیب شخص ہو، میری بڑے سے ہر طرح سے
آگے بڑھ رہے۔“

دوسرے کمرے میں آئے ہی وہ سیٹھ نے شروع کیجے
 مجھ سے کہا۔ جبکہ میرے پیچھے سے ہر قاعدہ خاموشی کا راج
 تاہم میں نے اس کے سامنے والا صوفی نہ سنبھالتے ہوئے
 کہا۔ ”جہاں خیال۔ ظلمت ہوئی۔“
 ”واٹ؟“ وہ جبکہ کمری جانب سوالیہ امیزا بھی
 ہوں سے بھٹکتی۔

”میرے دامن مجھ سے زیادہ مکار اور جالاک ہیں،
میرا اندیشہ درست ہے تو تم سے ایک ناشِ عظمیٰ ہو چکی
اور شاید تم اس مکار بھائی کی چال میں آ گئے ہو۔“

میں نے کمری کی تنبیہ کی ہے کہ اوپر یکدم سوسٹاپ کا ٹکا لگا کر
وہ بھی سامنے اس کی کشادہ اور مستن آنکھیں مت حوصلہ انداز
لیں گی راہ نہیں۔ پھر اس کے منہ سے نکلا۔ ”گنگ..... گنگ..... کیا
طلب؟“

”مطلب یہ کہ مشتری ہو یا ساز، اعداد کے میرا
شہ باطل ہو، مگر میں اپنی چھٹی سطر اور اپنے اندر کی
ایک بیدار ہونے والی کلک کو رو نہیں سکتا۔ آج میرے
تھمے اور غور کوئی رکن ہے جس نے اچانک کس خطرے کی
گھنٹی ہے۔“

میں نے صوفہ چھوڑ دیا۔ سوشلائسٹس کی آٹھ غرضی
ٹی۔ میرے پاس جو پتول تھا، اس میں خطہ چار گولیاں
تھیں۔

معاہدہ کرنے کے کاتیب کر سکتے ہیں۔
 اسی نے اپنی بات سنی کی جی کہ دوڑا سے
 سے گھومتی اندر ہوا، دیکھا اندر آئے ہی
 اس نے بڑی لڑکی اور دو گھوڑوں سے سویت کی طرف
 دیکھا اور سخت کھینچے ہوئے۔ "پھر ہماری کار کھڑی ہے،
 تم جا سکتے ہو۔"
 وہ بے چارہ نہ لگتا، اٹھ کھڑا ہوا، مجھے سلام کیا اور
 خاموشی سے گریس سے لٹکا ہوا۔
 "اس بے چارے کا کوئی قصور نہیں ہے۔" میں نے
 گھومتی اس کے رونے کو کوشش کی کہ انداز میں دھمکے لیتے
 میں کہا۔ "جیتا آپ کو اپنی بیٹی کا اندوہناک موت کا
 دکھ ہے اتنی اسے بھی اپنی سیکڑی موت کا کم ہے پرتا
 نے مجھے بتایا تھا کہ سویت اور وہ دونوں آپس میں شادی
 محبت کرتے تھے۔"
 "کلیں۔ کیا میری بیٹی پر (پرتا) سے تمہاری
 ملاقات ہوئی تھی۔" وہ حیرت اور دکھ کے لٹے چلے
 تاثرات سے میری طرف دیکھ کر لڑاؤ دیکھنے کی حیرت پر
 حیرت ہوئی، ایک لمحہ میرے کھانے کے مطابق سویت سے اس کا
 سیاہ رات والے وقت کے بارے میں تحقیقات کے اس کا
 ہوگا، پھر گھومتی نے اس کی بات کو محبت نڈی ہو کر
 "ہاں" میں نے جواب دیا، "میرے شوہر کو ایشیا میں جتنی
 دیتے ہو نظر آتا ہے۔"
 "نہی۔" "کیسے؟ تم یہاں کیا کر رہے تھے؟"
 وہ ابھی ہوئی لڑکیوں سے میرے چہرے کی طرف دیکھنے
 لگا۔ میں نے ہولے سے گھومتی سے بڑے دور ملاحظہ
 خواہشات انداز میں اس کا۔
 "میں پہلے، دائمی روم چاہا، جہاں گا، اپنے اصل
 چہرے اور صفیہ میں آنا چاہتا ہوں میں۔"
 "ہاں۔ ہاں۔ ٹھیک ہے جاؤ۔" وہ کوئی کہ
 انداز میں لگا۔
 قہوڑی دیر بعد میں اپنے اصل روم میں اس کے
 سامنے بیٹھا تھا۔ وہ اپنا جواب سننے کے لیے بہت بے چین
 نظر آ رہا تھا۔
 "تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو؟"
 بلا خواہ میری طرف شاکی نظروں سے گھومتے ہوئے
 ہوا۔ میں اس کی بات سن کر بے چارہ کی طرح سے ہوا۔
 "اگر کوئی بات نہیں ہے گھومتی! میں تو خود آپ
 کے پاس کچھ کینے کچھ نہیں اس کیفیتوں سے پردہ اٹھانے
 جاسوسی ڈائجسٹ 184 اکتوبر 2016ء

آیا تھا، جس کا جاننا آپ کے لیے بے حد ضروری تھا
 کار آمدی۔ لیکن گھومتی اس سے پہلے آپ کے
 ضرورت تھی۔
 "میں تم پر پورا دھواں کرتا ہوں، تو جہاں اس
 تمہاری کی بات سے مجھے کوئی شبہ نہ ہوگا۔" وہ پورے
 ہر سے کھینچے ہوئے اور میں نے ایک طرف رخ بھیجی
 کی طرف۔ دیکھا اور پھر دیر سے دیر سے گھومتی اس کو اپنے
 بارے میں ساری اور اصل حقیقت بتادی، دیکھنے دو کہ
 دھواں اور اندھک سے سنا رہا، اس دوران میں اس کے چہرے
 پر کی حیرت اور شوٹیں میرے اندر چڑھا دی گئیں۔
 گھومتی اس کے کھینچنے کی میری کی بات نہیں کہانی۔
 ساری رات اس کا سننے کے بعد (جس میں، کے لیے
 اور اپنی اور روم کو میرے کا ذکر میں اور جتنے جتنے کہنا
 اس نے مجھے اپنے انداز میں اپنے ہونے سیکڑی کر جب ہی آئے
 اپنے کھینچنے سے خود ہی بھرا ہوا ہر جگہ کر لایا۔
 "میں سب ایک ہی طرح اور وہ اپنی مفادات کا مکمل ہے۔
 دور دونوں طرف کی خواہش اس اور ہماری چارے کی غذا
 چاہتی ہے، لیکن وہ پھر شہر کے ملک پاکستان میں
 ہماری ہماری گھوڑی کا بھی چر چا ہے تو اور انداز میں
 پاکستان کے کئی دورے کرتے رہے ہیں۔
 اور دونوں ملک کے تمام یہاں اور وہاں کے فضا
 سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ یہ دونوں طرف کے تمام
 میں ایک دوسرے سے نفرت نہیں کر سکتے، اس لیے کہ ان
 کے رشتے وہاں وہاں اور ان کے رشتے اور یہاں بھی
 ہیں، وہ دونوں ملکوں نے ایک طرح سے ایک دوسرے کے
 تمام کو دیکھ کر دیکھ کر۔ ہاتھ میں ایک دوسرے کے
 برداشت اور دل سے تسلیم کرنے کی ہے۔ لیکن شہر اور
 خان۔"
 گھومتی ذرا رک کر ہوا تو اس کی آواز میں چلائی
 اور بات داری سزا میں تھی۔
 "ایک حقیقت یہ بھی ہے، جتنے جتنے ہوئے
 شہر میں ایک احساس ہوتا ہے کہ ہماری ایک کھوش
 اپنی پاکستان کے خلاف ہو گیا وہ ہماری کے چہرے
 ہوئے۔ تم نے اب تک جو کیا وہ ہماری کے چہرے
 خلاف ہیں، لیکن ان کے خلاف کیا جو ان میں دونوں
 شہر اور پاکستان کا جو ہے۔ میں نے سنی کی گھومتی اور اس
 درمیان میں لگاؤ کو ان کے برائیاں کیا۔ جیہاں سے
 جاسوسی ڈائجسٹ 184 اکتوبر 2016ء

اوارہ گرد
 بھجوانی بھی بھولا تھامے سے دسکر کر چکا ہوگا، وہ ہے
 تمہارے سامنے۔"
 "مجھے ان ساری باتوں کا پورا اعزاز ہے
 گھومتی! میں نے گہری سزا سننے سے کہا۔ اور میں اپنے
 راسخوں کی طرف سے بھی سخت گھر و توشیح میں
 بیٹھا ہوں۔ لیکن میں چاہوں گا کہ میرے یہاں دیکر
 خیر خواہوں کی طرح آپ پر بھی "تھار" یا "دیش دروی"
 کا ٹیکہ چسپاں ہو جائے۔"
 "تھار!۔" "جی! اس کی چسپاں پر ہوا
 میں سب جاننا ہوں۔" گھومتی نے اپنا ہاتھ جھٹک کر
 بے پرواہ انداز میں کہا۔ "لیکن مانی ڈیر خان! میں
 مجھیں چر بات بھگتا چاہ رہا ہوں وہ اس نے زیادہ اہم
 ہے۔ یہ کہ اس کے اندر میرے ساتھ ایک لگاؤ کا چٹا
 میں اور کچھ بہت کچھ اس کے کھانے میں بائیں کھولنے والی
 ہوں، مگر ان کے کھانے کے باوجود وہ کھوٹا کھوٹا ہو گیا۔
 بھولا تھامے کی ایک کڑواہٹ ہے، یہ ہر ایک مانگا ہے۔
 جس کی بڑی بھارت کے کونے تک چمکی ہوئی۔
 وہ اس وقت تمہارے کچھ سے تمہارے تخیل
 راسخوں کی صورت میں ایک بڑی لڑکی بھجوانی، بھولا
 تھامے سے دسکر کر چکا ہے، بھجوانی کی ایک اہم سامی کوڑیا
 بھی زندہ ہے۔ بھولا تھامے میں تابو کرنے کے لیے تمہارے
 تخیل راسخوں کی بڑی بھارت کے کھانے کے کھانے کے
 بھی مکمل ملتا ہے۔" گھومتی نے جس طرح میرے "تخیل
 آئندہ" ملاقات کا ایک کھینچنے سے چڑھا ہوا ملاقات۔
 میں نے کہا۔ "میں نے سنی کے سامی اس وقت انداز میں
 کے ایک دیکھ کر "تھار" کی تھار میں اس وقت میں اور
 فائدہ دے رہا ہے، چاہے اس حال میں ہوں کہ کچھ چٹا
 "تھار" میرے سے دور ہے، اس کے اندر کوشش کرتا
 تھی، جسے محسوس کرے گھومتی مجھے سزا دے رہی ہو۔
 میں اس نے کہ میرے قریب آ کر میرا ہاتھ ہولے
 چھو، یا میں ایک گہری سانس لے کر بیٹھا۔
 "میں نے تم سے بھارت کی سرزمین پر اپنے ایک
 بڑے دھن کوئی نہیں بلکہ ایک خیر خواہی کے لیے
 بڑے پیر اور ان کے بہت گوارہ سیمت کی گردابی سے، لیکن
 شام میں اپنی اس بڑی رخ کے بعد پیدا ہونے والے کچھ
 "انظر شام" کا انداز میں ہے، اگر یہ بھی تو تم نے
 کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں ہو۔ یہ پورا ٹیکہ ہے، جسے
 تمہاری لڑکیوں کا کم ہے، سب سے بڑی لڑکیوں کی
 جاسوسی ڈائجسٹ 185 اکتوبر 2016ء

نیرتاری سگھڑا امیر آئی تھی۔

”کمال ہے تم نے یہ نہیں ہو؟ تو پھر کچھ اور مٹھواؤں
تھمارے لیے؟“ ناگھار نے جھاک کر گرائی جیسے اسے ایک
چمک مٹھوا اور ایک اپنے لیے بناتے ہوئے میری طرف
دیکھ کر پتہ چلا۔

”کھڑا بیچھے اس وقت کی بے کی طلب نہیں ہو رہی
ہے۔ میں نے مختصر ادا کیا۔ دیا۔ متعدد بھی تھا کہ وہ جلد ہی
”دور“ چلے جائے گا۔ یہ بات ہے پھر کیا اقدام کا بھی سوچے۔

سوٹیلے نے بڑے سے تباہ انداز میں ایک ایک بڑا
گھونٹ پھر کر اپنے منہ سے میں صحت کی آواز ساتھ ہی جیسے
جیسے انداز میں ایک بکا رانگی خارج کر ڈالا۔ یوں کہ جیسے وہ
ایک جام کے لیے بڑا تڑپتی ہوئی تھی۔ ناگھار نے بھی ایک
گھونٹ پھر کر دوبارہ دے ہوئے ہے کہ۔

”یہ ہے کیسے مٹھوا ہے۔ میں یہاں میرے مٹھوا کے لیے
کچھ کھانے سے بغیر ہوئے۔ میں نے اسے صبر کے
بچھا ایک ایک گھونٹ سے جا کر کھانے کیلئے ڈال دیا۔ اس میں کچھ
تھوڑا اور اس کے ساتھ ہی مٹھوا ڈال دیا۔ ڈال دی دوبارہ اندر
داخل ہوئی۔

”میرے اس دوست کے لیے کوئی اچھا ماسا سوٹ
ڈسک لے آؤ۔“ اور پھر بڑبڑا۔ ناگھار نے میری طرف
اشارہ کرتے ہوئے اس کی بے گمانی کیا تو وہ لڑکی میری
طرف قد سے جرت پڑی لگا ہوں سے تھی ہوئی مودبان
انداز میں داخل ہوئی۔

تھوڑی دیر بعد وہی ایک اور سے اٹھا لی وہ جس
میں ایک کولڈ ڈسک اور ایک مٹھوی بڑی جیسے اور کچھ
سینڈویچز تھے۔ وہ دیکھ کر سہمی تو میں نے اپنی کمر پر
بیٹھ بیٹھے اسے اشارہ کیا وہ بھونکی اور اسے لیے لے گیا کرتا ہے
ہوئے میرے قریب آئی۔

میں نے اس کی طرف دیکھ کر بھیڑے اس کے ساتھ
سے لے لے اور کولڈ ڈسک ایک فیضان گھونٹ بھرے
کے بعد اسے گود میں رکھ کر سینڈویچ اٹھا کر کھانے لگا۔
بے تڑپ کر میں نے ہاتھ میں لیا تھا کیا معلوم اس میں
الکوحل شامل ہو؟

یہ سارا ”دور“ کچھ مٹھوں تک پھیلا رہا اپنی کمری
پر بیٹھا بار بار سے کھینچنے سے چلو بدلے جا رہا تھا۔ ناگھار
میری بے غاری بھارتی انداز پر بارہ کی کھانا لایا۔
ایک مٹھوا اندر لایا اور انداز نہایت مودبان انداز میں
اس کے سامنے رکھ دیا۔

”دیر کو بلاؤ۔“

”میں ہاں“ آئے والے نے مودبان انداز میں
اپنا سر جھکا کر اور اس کی طرح اداس ہو گیا۔ اس کے
ہاں دیر بعد اس کی یہی جسامت کا کھنڈ وہاں پھینکا
بادیا ناگھار کے سامنے رکھ دیا۔

دیر بھلا جاتا تھا جسے ہمارے گھر کی ابتدا ہو چکی
ہے۔ ہم اسے جواب تو دے دی تھے، چھ لہجہ میں
سامعین کو اپنی اکرش کر دے۔
”بہتر چناب! آپ اس کی فکر نہ کریں، ہمارے
سامعین یوں بھی یہاں ہر دم اکرش آ رہے تھے۔“ دوسرے
مودبان کیا۔

”کلو۔“ اب یہ تاناؤ کڑو اور ادا ہی اس پر نہیں
واقع ہو چکا تھا کہ ایک اہم اڈے، اسے سے ساتھ
کا لائی ایک ملک میں ہمارا لائی کمر جو دے۔“
وہاں پر ٹھیک رہے۔ اور دوسرے کے ساتھ سامعین میں ڈولی
انعام دیتی ہے۔“ دیکھ کر جواب دیا اور ناگھار کی
آنکھوں میں ایک جگہ تک اپنی بری بولا۔

”کیا اس وقت ڈولی سے بات ہو سکتی ہے؟“
”نہیں۔“ اب یہ کچھ پتہ چلتا ہے۔“

”ابھی اس وقت آئی ہے رانیہ کے دور پر چھو کر
تھا نہ نے اپنے ایک ایک آدھی شاہ کا کوئی ٹھکانہ کی جس کے ہم
لے لے رانیہ کی تھا۔ اس میں اب تک ایک کچھ وقت ہو گیا
ہے۔“ وہ نے اپنے لیے دیر کی اسے شلے میں گھونٹ کر
برائے کی کر دیا۔ اور خود اوقت ڈانک کر لوت گیا۔ اس کے
بعد ناگھار کچھ سے طلب ہو کر پڑو لگے میں بولا۔

”وہ حقیقت اس خطرناک ہم پر جانے سے پہلے میں ہی
مانا جاتا ہے کہ کھانا ناگھار لایا اب تک کچھ کھانا حاصل
کر رہا ہے؟ ممکن ہے وہ اپنی ہم سے کامیاب لونا ہو جی
تھمارے سامعین کو وہاں دینی چیلے سے پھرا لایا۔“
”آپ نے یہ شیک کیا ناگھار صاحب!“ میں نے سچے

اس کی بات پر صدمہ کرتے ہوئے کہا۔ ”جہاں رانہ اوقت برادر
ہو گیا تھا۔“

کا لائی دیر ای طرح اس موضوع پر تبادلہ خیال کر
ہوئے تھوڑی۔ پھر دیکھ لونا۔ میں نے بے کھیتی سے اس کی
طرف دیکھا تھا نہ کہ وہ ڈولی سے کیا چرچا لایا ہو گا۔
خاصا یہ جس سے ناظر آ رہا تھا۔ اس نے ناگھار سے۔
”چناب! میری ڈولی سے بات ہو سکتی ہے۔ اہ۔“

لے جاتا ہے کہ شاہ کا کو اپنے سامعین کو لے سیت اس ہم
کے ہوئے آئے تھوڑے تھوڑے اور وہ اب تک وہاں سے
نکلے نہیں تھے۔“

”ہاں کچھ کے بعد ان کی کوئی اطلاع وغیرہ ہو کوئی
غیر۔“ ناگھار نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ میں نے
وہاں سے اور دوسرے دن کے ساتھ ان کی کھنڈوں پر ہاتھ۔
”چناب! اس کے پاس زیادہ بات کرنے کا وقت
نہیں تھا، شاید وہ اور بھی بہت سی اہم باتوں سے میں آگاہ
کر چکا ہے، یہ اسی نے ڈولی خود بخود ڈھکی دیر میں کچھ
دیا ہے۔“

”اچھا۔“ ناگھار نے پرسوج انداز میں اپنی پھولوں کو
نیکار تھا، خود میں بھی جو کچھ نہیں دیکھ رہا تھا کہ میں
سوچا کہ ان کی سامی تھوڑے دن کے میرے مطلب کی جو
بات تاناؤ وہ دیکھ گیا میں اب یہاں آ کر دیکھوں سے پتہ
دینے والے آکاشات کرنے والی، اس کے پاس میں سے
کوئی ایک اندازہ ہو یا تھا کہ وہ ان کے آگے کے کئی
محاطات سے خلیقوں کے۔ ناگھار نے آگے کے کئی
سے انکار تھا کہ مجھے اس انکار سے کوفت ہوئے گی۔
تاہم اس کے بعد ناگھار نے دیر ایک اور سوچا۔

”اس وقت ہماری روٹی کی تیاری کر رہے ہیں ایک
تیز رفتار ہیں اور دوسری جاچیں۔“ اچھی طرح دیکھو وہ
جلدی۔ ”ناگھار کھورے اسے کئی بات نہ دی۔“

دوسرے مودبان انداز میں اپنے سر کو کھنڈ دی اور
لوت گیا۔

”کیا ہم اس کی قیلے کار کرنے دے تھے ناگھار؟“ میں
نے ناگھار کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”ہاں!“ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”اب اس
کے احوال پر اس کی کوئی چارچہ نہیں تھا۔“
”یہ قیلے کی تھوڑی۔“ جیسے اس کی کون سی سب سے
واقع ہے؟ میرا مطلب ہے آپ کو ان کے کھانے کا تو علم
ہو گیا؟“ میں نے تسلی چائی۔

”جی ہاں قیلے کے کھانے سے کون واقف
تھا۔“ وہ بولا۔ ”آدھے جیسے پر ان کی تھوڑی
تھا۔“ اور وہاں تک جانے کے راستہ اپنی تھوڑا تھوڑا اور
کچھ کھانے کے دلدل بجھوں پر مٹھوں سے۔
”جبریت ہے۔ اب تک ہماری حکومت اس وقت
چھٹی کھانے کے لیے کچھ نہیں کر پائی۔“ میں نے کہا تو ناگھار
انکار پر بھی کے ساتھ بولا۔

”یوں تو انہی اس جیسے سے اپنے مکمل کنٹرول کا
دھکی کرنا ہے کہ حقیقت اس کے بائیں ہر س، ہماری
مثال تھمارے سامنے ہی ہے کہ یہاں ان کو لوگوں کا قبضہ ہے
کہ میں نے یہ تین گھنٹے ہوئی کہ میں سب سے بھی
جرام پتہ میں حاضر تھا، وہ سب بھارت کی چند مٹھوں اور
مختصر شخصیات کی سر پرستی حاصل کے ہوئے تھے۔ وہ ہم
کے کس کی صورت میں براہ جہت تھے اور دوسرے کے وہ داری
کے کس کی صورت میں تھے۔ یہاں ہم نہیں کی اجادہ داری
ایک کمرے سے یہاں کا کمرے، اگرچہ جیسا میں ہماری کئی
جگہ کئی کرنے کی کوشش کی تھی، اور ابھی ”شخصیات“ نے
ہماری درون خانہ پشت پٹائی کی تھی لیکن اس میں

بھارتی حکومت کے جھٹ کو بڑا زبردست دھکا پہنچا تھا۔
سارے کچھ عوامی طور پر اگر گراؤ آئے ہوئے تھے اور
میں نے بڑے بڑے کے دوروں اور دوسرا گراؤ راتوں کا
ریخ کیا تھا۔ یہ وہ علاقے تھے جہاں ایک کھو کے کسی
کوئی ایک پینڈنگ سر کرنا، کچھ دیکھ دیکھ کر اس کے علاوہ
قدرتی آفات کی بھارت میں۔ کچھ کچھ دیکھ کر اسے
خبردار سازوں، پھولوں اور ان کی دلدلوں کے ایک میں
کچھ کچھ میں تو ان آفات اور حالات میں دھکی کے ادا کیے
کر کرنا کرنا لایا اور جوار مطلب اور کل حراج تھے، ایک ہی
دن میں کھر کر بھاگ کر گئے تھے۔“

میں پرسوج انداز میں بے ہوش کھینچنے تھے ناگھار
غور سے بنا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کچھ کے لیے ہر پہلے
جس کوئی جیسے جو ”مستحکم اور بے گناہ“ دیکھنے کے لیے
جنم دیتا رہا گیا تھا وہاں وہ کچھ بھارت کے گئے کا پتہ چا
ہوا تھا۔ اس حقیقت میں بہت کم دیا واقف ہوئی کہ یہاں
آج بھی ”کالانی“ اپنی تمام تر کھنڈوں کے ساتھ
جبریت کے گئے کا طوفان بھی جیسے کھورے سے رہا تھا
اور خود ان کے لیے ہی سمیت بنا ہوا تھا۔ آخر یہاں تھوڑی
برائی کا جو کچھ کر گئے تھے، اس کے خضرات سب کے
سامنے تھے۔

جائے تھی یہ گزرتی تھی کہ دوسری ہی وہی شخص ایک
چھان سی چٹا پر زہنظر آئے والی دینی پٹی لڑکی اس کے ساتھ
مشغول ہوا۔ جو میں مجھے معلوم ہو کہ کبھی ڈولی کی اس کی کمر
کچھ میں بائیں کے پیٹے میں بھی تھوڑی تھوڑی تھوڑی
رنگت سازوں، وہ دھان بھارتی حیدر علی معلوم ہو گئی۔
اغیرہ داخل ہوتے ہی اس نے ایک چھٹی کچھ سوٹا
اور کچھ پر بھی لائی تھی۔ اس کے بعد وہ ناگھار سے مودبان نہ تا

کرنے کی۔

”یعنی کیا خبر ملی؟“ ”نہا نکھرے اس کے
چہرے سے ایسی ظہر بر سر زد کرنے ہوئے کہ تو وہ اس کے
سامنے ایسی گری پر براعتا ہو گئی، مہربان چکھتے ہوئے
پہلے اس نے ایک جذب حبیب کی طرح ہونے والی تو اس کی
”اچھن“ چاہت ہوئی۔ ”نہایت سہل ہوئی۔“ ”تو اسے
ڈولنے سے ایک کمری سانس لیتے ہوئے پہلے تو اسے
مفتا ایسا اور ان کے کہیں کے جھانکنا تو نویسہ سے عقل
تھا کہ وہ اس کے لہو کا جس کے لیے وہ ان کے حریف بھولا
تھا کہ وہ اس کے چہرے کے لیے پہلے ہی سے مفرحی۔ اس
کے بعد وہ اس کے چہرے کی بات کرتی۔“

”ابھی تھوڑے دنوں پہلے ہی بمبولا جاننے سے پہلے ایک فریج میں ماسی شکار کا جامہ پانچ سائیکل کے ہمراہ ایک گھیب کی پیڑروانہ لگا کر اٹھا کر اپنے محل کے چارے کے ساتھ جنوب مشرق میں اڑا دیا۔ اچانک ہی ایک بڑا سا ہوا جہاز اچانک ہی اڑا ہوا تھا اور ٹھیک ایک قریب آباد تھا۔ یہ امر اس لیے عجیب تھا کہ یہ جہاز کوئی ضرورت نہ تھا کہ میں اس کی خبر کی شیشیت سے اس کی خبر کو بھیجا کروں۔ اس کی پہلی طور پر وہ کہہ کر دلائی کہ میں نے اس کی خبر کی پہلی خبر کے سلسلے میں اس طرف روانہ کیا تھا۔ ”وہ یہاں کیا تھا کہ چوراسی۔۔۔ میں نے یہ خبر کوئی خبر کی اس کے چارے کے بجائے دیکھ کر اسے اس کے وقت پر پہنچائی ہے۔“

وہ آگے بڑھ کر آئے۔ "اے لکھنؤ! میں نے تجھے دیکھا ہے۔" لکھنؤ نے اس کی بات کو سنا اور اس کے پاس سے گزرا۔ وہ آگے بڑھ کر آئے۔ "اے لکھنؤ! میں نے تجھے دیکھا ہے۔" لکھنؤ نے اس کی بات کو سنا اور اس کے پاس سے گزرا۔ وہ آگے بڑھ کر آئے۔ "اے لکھنؤ! میں نے تجھے دیکھا ہے۔" لکھنؤ نے اس کی بات کو سنا اور اس کے پاس سے گزرا۔

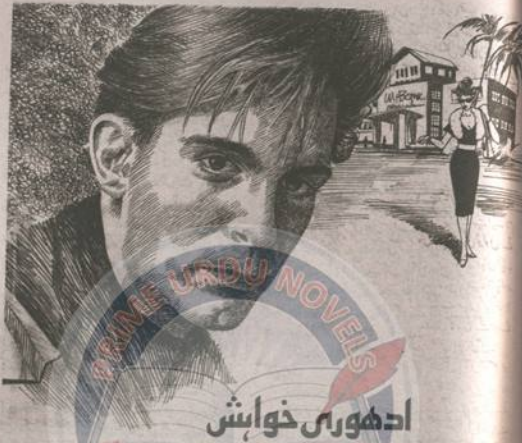
باس کہ یہ آپ کے لیے سو مند گایت ہو سکتی ہیں یا نہیں، لیکن بہر حال میں نے اس کا بھی کھوج لگالیا۔

شکا کا بھولا تاجہ سے صرف دو دن رابطہ رہا تھا اس کے بعد وہ اچانک لوٹ گیا۔ وجہ نامعلوم رہی، تاہم بھولا

خونی رشتوں کی خود غرضی اور پرانی بن جانے والے اپنوں کی ہے غرض محبت میں پرورش پانے والے نوجوان کی سستی غیر سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ ماہ

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿198﴾ اکتوبر 2016ء

primenovels.blogspot.com



محمد اسرار علوان

خواہشوں کی آگے بند ہانڈیوں پڑتے ہیں... مگر کچھ خواہشیں اس نوعیت کی ہوتی ہیں... ان کو دھکیل دینا تک پہنچانے کے لیے انتہا تک جانا پڑتا ہے... محبوبہ کی حصولِ ثمرے سے پہلے انھیں ہانپا کہ اس کی زندگی میں بیہوشی چلا آگیا... پھر کچھ ہی دن بعد، چرات اور عبرت سے بھر پور ایڈیٹر۔

کشتار قتل اور کشتش زین کا عملی مظاہرہ ایک مختلف آدمی کی مختلف کہانی

عاشق کا طور پر اپنے کام سے کام رکھتا ہوں جو کوئی بارود مشکل کام نہیں ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ تھی کہ میں کسی کام کی نہیں سمجھتا۔ میرا مطلب ہے کہ میں اس کا بھی بے روزگار ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ میں نے کسی سمجھوتہ، جاسن کا ایک ٹکڑا کیونکہ یہ کام ایک بڑے ہوشیار ہونے والے تھوڑے سی بات نہیں کیونکہ وہاں میں ہر روز میں ایک بار اپنے آپ کی پیش اور انھوں دوسرے لوگ بھی دیکھتے رہتے ہیں۔

جاسن، جسے میں انتہائی مشاطہ اور شہیدہ باہر کام کا

جاسوسی ڈائجسٹ 199 اکتوبر 2016ء

primenovels.blogspot.com

ایک نوخیز دوشیزہ کی شادی کا معاملہ جو والدین کے لیے پریشانی کا باعث بن رہا تھا... وزمانے کی گرم ہواؤں سے نالاشٹا تھی... اور ایک نازک کلی کے مانند تھی... والدین اس کے متعلق بدگمانی کا شکار تھے جو وقت گزرنے کے ساتھ جال کی طرح الجھتی اور پھلتی جا رہی تھی۔ حقیقت و سراپ کے بھید میں چھپے فراڈ کا انکشاف۔

[illegible]

جاتا اور وہاں ہم کو ساری دیر دھوری طرح کام کرنے کے
جاتے۔ لیکن یہ سب ٹھیک تھا۔ کی بنا پر وہ دو درجہ پہنچ گئے
کارڈز حاصل کر لیے تھے۔ جیسے دیکھا کہ ہم لائن میں گن
جاتے۔ اگر قسمت باوری کر جائی تو فوراً ہم اسی سے اشارہ

میں سے کہ زیادہ تر دن کام کے بغیر یہ گزرتے
تھے۔ اگر ہماری جیب میں چھپے ہوئے تو میں اور لوگ
خود کار مشین پر جا کر ایک بیلانی کاٹی اور ایک سوٹ رول
لیے اور اسے آٹھا آٹھا کر کے کھاتے اور اپنی قسمت کو

ڈاکوؤں کی گاڑی میں سے زیادہ بچے بچس گئی۔ کلا سٹارڈ رائڈر نے کلا کارن اسٹیٹ ہائی وے کی جانب موڑ دی۔ وہ اعلیٰ کارڈ ریٹان نظر میں آ رہا تھا کہ دو توپے سرور ادا کرے گا۔ کچھ گنگنا کر ہاتھ دے دیں۔ بھیس بھڑاؤ اڑا کر اس کی جیب میں پھسل کر ہٹے ہوئے۔

ایہ تمام پہاڑ پر پڑنے لگے تھے۔ ڈاکو بدستور تھے
 قابض تھے۔ ہمارے سربراہان قاضی صاحب نے ہر جگہ
 ہاتھ مارا۔ "فریک" کہتا ہے کہ وہ جیل میں آئے انہیں
 کپ شپ فرسٹ کرتے ہوئے دیکھا۔ "میں نے ایک سربراہ
 سوسائٹی میں سوسائٹی پر ایک مضمون پڑھا تھا کہ شریف شری کی
 ایک کے معاملات میں دیکھا کہ وہ جاتے ہیں؟ ظاہر اس
 کے خائب کا ہے کہ ڈاکو نے کہا کہ وہ جاتے ہیں کہ
 وہ دیکھ لیں کہ وہ صرف ایک طرف آئے ہیں۔

اور دواؤں کا یہ ایک طرف ان کا دھان کہہ دیا جاتا ہے۔ اس کے ایک سامنے پورہ آئے گا۔ اس پر لکھا ہوگا کہ چڑھائی صاف ترے وقت کا ذی پہلے دوسرے کی طرح دے۔

فائلز کا آغاز "میں نے اس کی بات کا ستے کہا۔" چوٹی کاوی کی شے ایک دریاں مری سے بار بار لے کر پتوں کا کھڑکھڑا کر رہا تھا۔

"میں نے اس کی بات کا ستے کہا۔" فائلز کا مزید نہ کرانی سے

"میں نے اس کی بات کا ستے کہا۔" فائلز کا مزید نہ کرانی سے

"میں نے اس کی بات کا ستے کہا۔" فائلز کا مزید نہ کرانی سے

[illegible]

”اور۔۔۔ تو ہمیں جس معلوم سے چننا؟ اس سے گویا
بردار اور جس میں اب اس کے ایک سنائی ہوئی کوئی
اس میں تو جس کی کہیں کہیں سے عدو قہن ہو گئے ہیں
معاملات میں ذہانت کی اس میں کوئی بات
تجربہ بردار تو جس سے بچنے سے شادی کے لیے سنا رہا
رہے تھے۔ اب میں انہیں کی اور کام میں تو میں اس
تجربہ خیال میں اب مجھے انکار کرنا چاہیے کہ میں جس
اور کی میں سے کرنا۔“

میں نے مزکر دیکھا۔ ڈاکوؤں کی بڑی سی کار موڑے

جاسوسی ڈائجسٹ - 206 - اکتوبر 2016ء



primenovels.blogspot.com

primenovels.blogspot.com



وہ دے دی گئی۔
 ”دو فی فی تم پر بھر دیا ہے لیکن تم کچھ جارہے
 ہیں اور تمہاری اداوت ختم نہیں کر سکتا۔“ بھروسہ نہ
 لیا کہ طرف دیکھ کر کہا۔ ”اب یہ تھوڑی دیر ہے۔ ہم
 اسے بتاتے ہیں۔“
 لیوک نے اثبات میں سر ہلایا تو میں نے جواب میں
 ہاتھ دڑکایا کہ کارڈ لگا کر اور دو فی کو دے دے تو بے گولہ۔ اسے
 اپنے پاس رکھو۔ ہم خاص مشن پر کام کر رہے ہیں اور جاہل
 مقتدر خاندان کو ان کے اہلکار کے صفات سے دور رکھنا ہے لیکن
 بے کاروں سے پسند نہ کرے اور اس میں جاہل کا کام ہے۔

کے کہ کورنر اسے پسند نہ کرے اور میں نہیں جاؤں گا کہ میرے کوئی بات آئے۔“

وہ خوف زدہ ہو گئی اور اس نے میری تائید میں سر ہلا دیا۔ اچانک وہ اٹھا کھڑا تھا کہ وہ اس فوٹو ایلیمنٹ میں ہوتی۔

تو ایک لمحہ کی کیفیت کا اندازہ ہو گیا اور پولا۔ ”خود بخود جاؤں گا اس کی سر پر کھڑے آؤں گا اور اس کے بعد جس کے لیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد یہ مقام پر بعد میں اسے مطمئن کر دیتا۔“

”بات بات میں آتی ہے۔“ میں نے کہا لیکن ڈوٹی مکمل طور پر مجھے سبق نہ لائی تھی اور میں اسے جتنا دماغ سے کہا۔

دشمن باب

ہزار کی گنتاکیاں اور دل کا یہ کھل جان پہاڑی علاقہ پر سبیل
آخری صفحات پر فطور ہادی کا ٹھہرے ہوئے

غلام بادشاہ

میر کا ایک ایسا باب جس کی کوئی اور گنجی سے
میر کا یہ ہے جو میر کے ہاتھ لکھی ہوئی

ابوالحسن سینا پیوری کا رہا ہمارا
 تلمیذ حسن
 کہ در زمان سرزد کونہی ہوا
 دلی کہ در شہر کربلا ہوا
 ماہوی
 اوقات اور حالات سے مقابلہ کرے مراد اور
 مہی الدین نواب شاہکار
 شہر شاہ سید ضیا نسیم ہلگراس
 راجہ کے بیٹے جو مرزا کے بیٹے

ہر دھارس ناپ پڑی ناپ ناپ



دولت کلی سولی

سہ ماہی

جھوٹ... فریب کاری... دغا بازی شوہر، منافک، قابل نفرت اور ناقابل محافی گناہ ہوتا ہے... لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور انہیں سزا نہیں ملتی... یہ بھی حقیقت ہے کہ تاریخ میں ایسی لاتعداد مثالیں ملتی ہیں کہ جب سچ بولنے پر سزائیں ملیں اور انہیں جھیلنا پڑے... کیا جانا ہے کہ سچ سے انکھیں نہ چرا کر لے تو اور بھی زیادہ جرات درکار ہوتی ہے... اگر سچ کو رد کر دیں تو اب کو سکون نہیں ملتا... صمیم کی ادیت پھیلے یہ چین رکھتی ہے... ایک سادہ مزاج اور نرم خو نوجوان کا قصہ... جو سچائی کو زندگی کی حقیقت گردانتا تھا... مگر اچانک وہ جھوٹ... حق و صداقت سے دور رہنے والے سفاک صفتوں کے ہتھے چڑھ گیا... جو مال و زر کے غلام تھے... اس کے اطاعت گزار تھے... وقت کے یہ رحم ہاتھوں میں کھلونا بن جانے والے زخم گزیدہ کی دیدہ بدیل کہانی...

شہید گری اور دینی کی شاہکی کی تحفہ میں
اور کی... مجھے جو غریب تھا، میں ایک نر پلے کی غریب
چکا تھا اس میں ہماری جان اور ہماری کے مجھے کٹ
تھے۔ ہماری جان نے خاص طور پر گرتے طور اور چڑے

"میرے کام کا حصہ تھا۔ اس کے بغیر پریشان اور
رہتا۔ مومن جاتا تھا کہ تم نے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے
استعمال کر رہے ہو۔ اگر اس کی شادی ہو جائی تو کیا شہر اس
کے حسابات کی دیکھ بھال نہیں کرتا؟"

وان ہیلڈن نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"بالکل۔"

"لہذا مومن نے کچھ خٹوں کو میرا راستہ روکنے کے
لیے کچھ باتیں خوف زدہ ہو کر آئین کا ساتھ چھوڑ دوں اور
جہاں کی جگہ لے لے کر سے تک کواری بھی رہے اور پھر وہ خواہش
کا امیدوار بن کر سامنے آجائے۔"

"تو لڑتے چہ، ہاں میں کی بار بار میگزین کا ارادہ ظاہر
کر چکا ہے۔ میں خود جیسا کہ وہ اس خواہش میں کسی طرح
غلبہ حاصل کر کے گریس کر رہا ہے۔"

وان ہیلڈن نے ایک بار پھر نظر میں جھڑپیں
اور میں نے کہا کہ اس طرح اس کے سامنے ہے۔ میگزین کو
منسوب بنانا بڑا حجاب مجھے معلوم ہوا کہ میری بیٹی اتنی فضول
خرچ نہیں کی جیسا کہ میں جھڑپیں حساب شاہد آئین کے

بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔
"میں، شمس وان ہیلڈن، میں ایسا نہیں سمجھتا۔
آخری بات جس میں کیا ہوا رہا تھا۔ وہ یہ کہ آئین کو کسی
مناسب شخص سے شادی کے لیے بھجوا دیا جائے۔"

مجھے میری زبان سے یہ الفاظ ادا ہوجائے۔ وان
ہیلڈن نے اس کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر
کا اشارہ کیا اور اس کا منہ کھلا۔ اس نے کہا کہ میری بیٹی
آج سے آج ہی شادی ہو کر گھر آئے گی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد
دیکھا اور وہ بیٹی کے لیے "میرا بھائی" ہے۔

ایک لمحہ بعد میں میں نے میرے پاس آئی اور اس نے
مجھے ایک ہاتھ سے دھکیلا۔ میں نے وان ہیلڈن کے دھکے
میں نے وہ چپک چپ میں دھکیلا کہ اس کے سامنے کیا ہوا۔

آگ آئین سے شادی کا خواب پھرتا کر گیا۔ کم از کم اس کے
بارے میں وہ خود اس کے متعلق معاوضہ دینے میں کوئی کمی
نہیں دکھائی۔ مجھے وان ہیلڈن کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اس
سے میری اس ملا جلی اور بابت کی جس کا مجھے خود کوئی فائدہ نہیں

تھا۔ اب میں کوئی پروردگار کرنے کے مجھے سے پرانی ہے
سراخ رساں کے طور پر کام کرتا ہوں۔ یہ بتانے کی ضرورت
نہیں کہ لیکن میرا سامان اور میری عمر میں نے آئین کے
ہم ابدل کے طور پر قبول کر لیا ہے۔

"میں پورے غلط سے جہاں شکر ادا کرتا ہوں۔ تم
نے وہ کام کیا ہے جس کا مجھ سے کوئی فائدہ نہیں۔"

"دوٹی، تم نے بھی اس جگہ کے خرمیں واقعہ سے فائدہ نہیں
رہے تو میں میں بچ گیا ہے۔ میں نے اس کی بہت طرف تکی
ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے لیکن کو اس کے پاس چھوڑا تاکہ وہ
اسے باتوں میں لگائے دے اور چپے کے برابر والے
دروازے میں داخل ہو گیا۔ وان ہیلڈن کے کمرے کے

برابر میں جی سوزن کا کمرہ تھا جس کے دروازے پر اس کے
نام کی گئی ہوئی تھی۔ میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور
اندھ چکا شاہد مجھے وہ کچھ نہ تھا جس کی تلاش میں میں ہر سال

کہہ رہا تھا کہ مومن مجھے لوگ ایسا نہیں کہیں نہ کہیں چپا
رکھتے ہیں۔ جلد ہی مجھے آئین کا نام یاد آ گیا۔ میں نے
جلدی جلدی کچھ صفحات پلے لیکن اس میں کوئی بے تادیب نظر

نہیں آئی۔ میں میں جاتا تھا کہ کپڑاں، ٹائیں اور کڑاؤ
جرسٹوں سے بھرے ہوتے اس ختم میں کوئی کارڈ لایا ہوا
جس سے معلوم ہو سکے کہ مومن اب تک کسی طرح اس کا

چوری کر چکا ہے پھر مجھے دروازوں کے دھکے میں دبا ہوا ایک
ریشم لایا۔ میں نے وہ لکھ کر پڑھ کر دیکھا اور ان کے
ایک ایک صفحے اور کام کا نوٹ لکھ کر لے گا۔ مومن کی برسوں

سے آئین کے حساب کتاب میں خود پر گزرا تھا۔ وہ جب بھی
اسے قدم دیتا یا اس سے باتیں لیا کرتا تو جھڑپیں
پانچ صفحہ کا ایک انداز کرتا اور پر اس کی تکیب میں میں

جانی جانی اس کے علاوہ ہوتے چڑا اور دوسرے دو دیوں میں
آئین پر ہی کے ہوتے جس میں آئین کے پروردگار کو لکھ کر
کچھ لکھتا تھا۔ اس نے لکھا کہ ایک لکھ کر دیکھ کر حساب لکھا

ہوا تھا۔ میں نے لکھ کر پانچ سال کے حسابات دیکھے اور
لیکھ کر لکھ کر دیکھ کر لکھ کر لکھ کر لکھ کر لکھ کر لکھ کر

ڈائری یاد دہندہ خود پر گزرا تھا۔
میں نے دونوں ریشم اٹائے اور بے دھکے وان
ہیلڈن کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ مجھے مجھے ہی اور کسی

سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس نے مجھے میں آکرمون کو آواز
دی لیکن جب میں نے دونوں ریشم اس کے سامنے سے تو
اس کے دے میں تھپی آئی اور وہ جھرن جھرن سے مجھے

دیکھتے ہوئے دوبارہ میری میں دھکے لگائے۔ اس نے دے ریشم کے
صفحات پلٹا شروع کی اور میں اندازاً بات کا پتہ پتہ سے
کے بعد وہ ایک بار پھر میری سے کھڑا ہو گیا اور مجھ سے مصافحہ

کرتے ہوئے بولا۔
"میں پورے غلط سے جہاں شکر ادا کرتا ہوں۔ تم
نے وہ کام کیا ہے جس کا مجھ سے کوئی فائدہ نہیں۔"

دو پے بڑا اور ویر و خیر دی گئی تھی۔ وہاں یہ تمام چیزیں
 تھیں۔
 میں بھی سب کروڑوں۔ میرا بل پر پڑو ہوا ہے
 اگر کم سے کم دیر کی تو مجھے گھر کے بجائے ہسپتال کے جانا
 پڑے گا۔
 ”بھیا! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔“ روہنی منہ بنا کر
 بولی۔ ”ممارے پاس آج ہی کا دن تو ہے۔ کل تو ہماری
 فلائٹ ہے۔“
 ”تم نے ایک طویل اسٹینڈیج کی تو وہ پوری ہو چکی
 ہے۔ بس اب گھر چلو، جوک سے میرا دم اٹکا رہا ہے۔“
 میں طارق روڈ پر ڈرائیو کرتے ہوئے ایک ٹریفک
 جھپٹے میں پھنس چکا تھا۔ وہاں جھپٹے پر کچے تھے۔ روہنی کی شاگدھی
 کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔
 ”میں اسی سال ہی میری بیٹی سے اہم بی بی اے لیا تھا۔
 روہنی میں نے کھڑا ایئر سیٹ پر چاٹا ہوا پیسے اٹھا کر
 بیٹے گئے تھے۔ وہاں وہاں نے اپنے جوتا بڑے شرمشروع
 کیا تھا کہ جب اس کی سٹیٹس ٹو ڈیٹا ہوگا تو بھیا اور بھائی
 کو بھی بلا لیا۔ میں ان دنوں کئی بھرتی میں پھر رہا تھا اور
 روہنی نے اسی سال ان کی شادی بھی کر دینی تھی۔“
 ”بھیا تو جانتے تھے کہ میں اور روہنی اسریج آج بھی
 لیکن میں نے سب کچھ اور چھوڑنا مناسب سمجھا۔ مجرورنی
 بھی نہیں سے اہم بی بی اے لیا کہ جسے جانے کا جاتی تھی۔ وہاں
 جا کر تو اسے سب سے پہلے پوچھ کر آ گیا تھا۔“
 ”گھر میں میرے اور روہنی کے علاوہ خالد، سیر اور
 افضل جانتے تھے۔“
 ”وہ تو خالد سیر، ہماری ملازمین لیکن میں نے انہیں
 بھی ملازمین نہیں سمجھا۔ خاص طور پر روہنی تو اس سے بہت
 محبت کرتی تھی۔ ماما کے انتقال کے وقت روہنی صرف باقی
 سال کی ہی تھی اور میں دس سال کا خالد سیر نے ہماری
 پرورش کی تھی۔ ہماری چھٹی سے چھٹی ضرورت کا خیال رکھا
 تھا۔“
 ”پاپا کو امریکا جانے کا موقع مل گیا تو وہ امریکا چلے
 گئے۔ امریکا جانے سے پہلے انہوں نے بھائی جان کی شادی
 کر دی تھی۔ سیمیا بھائی ان کی خوب صورت اور بڑی
 لکھی سی تھیں۔ انہوں نے بھی عداوت خیال رکھا تھا۔
 ہم لوگ شاگدھی کے گھر پہنچے تو ہمیں جوک اور جھن
 سے ٹال رہا تھا۔
 ”کھانے کے بعد میں ذرا جھن اتارنے لیت کیا کر

میں بہت دیر سے کھانا کھا رہا تھا۔
 ”نہا ہو کر پانچ لاکھ تو رات کا اندھیرا تھی یہ سب کچھ
 تھا۔ میں لاؤنج میں آیا تو خالد سیر میرے کمرے کے پاس
 آئے۔
 ”اطلاقی چھٹی تھی تو فیصل چاچا اور دانے کی طرف بڑھ
 گئے۔“
 ”مجموعی دیر بعد فیصل چاچا نے بتایا کہ روہنی جی
 کوئی کنبی ہے۔ اس کے ساتھ ایک لڑکا بھی ہے۔ میں نے
 ان دنوں کو ڈرائنگ روم میں بخدا بیٹے۔
 ”سیر خالہ سے کہیں کہ روہنی کو اغوا دیں۔“ میرا
 خیال تھا کہ روہنی ایک بڑی سوری ہوئی۔
 ”روہنی جی تو بہت پہلے اٹھ گئی تھی۔ وہ اس وقت
 بکٹ میں نہ جا رہا تھا کہ روہنی تھی۔“
 ”میں ڈرائنگ روم میں جا رہا ہوں۔“ میں نے
 افضل سے کہا۔ ”وہاں وہاں کی چٹائی ہے۔“
 ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔
 وہاں خوب صورت بی بی ایک لڑکی بھی تھی۔ مجھے دیکھ کر
 وہاں بیٹے کے بھری ہوئی۔
 ”وہاں بی بی ایک لڑکی بھی تھی۔“
 اس کے ساتھ دیکھ کر وہاں چار سوپ سائیک
 دروازہ کھلا گیا تھا۔ وہ دھڑکے سے کی کان کا پتھر یا پتھر
 لگ رہا تھا۔
 ”آپ شاید روہنی کے بھائی لگے؟“ لوہی نے
 پوچھا۔
 ”جی نہیں بلکہ واقعی میں روہنی کا بھائی فرماؤں۔“
 ”میں اہم ہوں اور یہ میرے بھائی جان لیکن
 میں نے تو جان کا تعارف کرایا تو اس نے سرکار
 مجھے بول دیا۔“
 ”بلکہ۔“ میں نے بھی اپنی غور پر کیا۔
 ”روہنی میرے ساتھ کنبی میں پرستی تھی۔ پرہوں
 کئی سال بعد اس کے ملاقات ہوئی۔“
 ”ماما بھیا روہنی کی کنبی فرماتے ہیں؟“ میں نے
 ہنس کر پوچھا۔ ”ایم بی بی انہیں نہیں کر رہی ہیں؟“
 ”ارادہ تو تھا۔“ اہم سرکاری۔ ”لیکن۔“
 اسی وقت روہنی کا ہمارا دم میں داخل ہوئی تو اس کا
 جملہ اور دور کیا۔ وہ روہنی سے بہت اہمیت سے گئی
 اور بولی۔ ”روہنی بتا رہی ہیں کہ امریکا ہماری ہے؟“
 ”ہاں، اگلے رات ہی ہماری فلائٹ ہے۔“ روہنی نے

”ایک چھٹی سے زحمت دوں گی تمہیں۔“ اہم نے
 کہا۔ ”میری ایک کنبی کو ڈلاس میں رہتی ہے۔ اس نے مجھ
 سے کچھ کہوں کی فرمائش کی تھی۔ اگر راز چاہی تو
 اعراض نہ ہو تو کچھ دنوں کے لیے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں نہیں
 ان لوگوں کا کیلنبر دے دوں گی۔ وہ اپنا سامان خود ہی
 لے جائیں گے۔“
 ”زیادہ دیر نہیں ہے؟“ میں نے سرکار پوچھا۔
 ”روہنی نے تو اپنی شاگدھی کی ہے کہ مجھے نہیں لگتا اس کے
 پاس میری کنبی ہوگی۔“
 ”تو براہ راست سہیل نے جس کر کہا۔“ اہم سامان
 کو ریت پر چھوڑ دیں گے۔
 اس دوران میں خالد سیر چائے اور بسکٹ وغیرہ
 ڈرائنگ روم میں پہنچا چکی تھیں۔
 ”اب اس بات میں نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔ ”م
 لوگ وزٹ پر جا رہے ہیں اس سامان کے لیے۔“
 ”میرا سامان کی کنبی ہے۔“ اہم نے کہا۔ ”میں سامان مجھے نہیں۔“
 ”وہ تو ہم ان کی کنبی لائے۔“ سہیل نے کہا۔ ”میں
 کل آپ کو دھوکا دیا تھا۔ وہاں اس کا سب کچھ
 بتا رہی۔ میں اپنے کزن کیلنبر کزن کا۔ وہ خود آپ
 کے گھر سے سامان لے گئے گا۔“
 ”میں نے ایک بار سہیل سے۔ ان کا سامان وہاں سے
 ڈلاس پہنچا رہا تھی ایک مسئلہ تھا۔ سب کچھ کر میں نے بھائی
 جان کا سب کچھ لے لیا۔ بتا رہا تھا کہ اپنے سب کچھ میں
 محفوظ کر لیا۔“
 ”مجھ کو لوگ زیادہ دیر نہیں بیٹھے۔ اہم نے کہا۔
 ”سوری روہنی! میں نے نہیں فرسٹ پر نہیں لیکن اسکی
 پیکیجنگ بھی کر ہوگی۔ کئی تھوڑی فلائٹیں کبھی گزرتی ہیں۔
 ”میں رات کو سنا ہے بارہ بیٹے ہے۔“ میں نے
 کہا۔ ”مہماڑے تو کچھ راز کھڑے کے لیے روانہ ہو جائیں
 گے۔“
 ”میں اس سے پہلے ہی سامان پہنچا دوں گا۔“ وہ
 لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ”زحمت کے لیے ایک مرتبہ پھر
 معذرت سزا فرما۔“ سہیل نے کہا۔
 ”میں انہیں باہر تک چھوڑنے چلا گیا۔ ان کی گاڑی
 چریدہ ڈال ہی بھڑکی تھی۔
 ان کے جانے کے بعد میں نے روہنی سے پوچھا۔
 ”روہنی! یہ تمہاری کون کی دوست ہے؟“

”دوست کیا، بس شاما ہے۔“
 ”دوستوں سے کی کر مجھ سا شاما ہوتا ہے۔ وہ اسے
 تپاک اور گرم جوشی سے کی کر مجھ خود پر ہمت ہوئی کہ میں
 نے کنبی سے لے کر ان کو لے کر لیا۔“ پھر دو چنگ ہو گئی۔
 ”بھیا! آخر تیرے تو ہے۔ یہ آپ کے داسے میں کر لے
 کر یہ کر لیں پھر یہ ہے؟“ پھر وہ دس کر بولی۔ ”وہی
 لوہی ہے، خوب صورت۔“
 ”زیادہ دیر اس رات میں اور جا کر پیکیج کر دو۔ تم کوئی
 کنبی پیکیج میں ہی لگا دو گی۔“
 ☆☆☆
 افضل چاچا ہم لوگوں کو کواپرٹ چھوڑ کر واپس چلے
 گئے تھے۔ میں نے روہنی سے کہا کہ میں اور سیر خالد کو
 ہدایت کر دی تھی کہ گھر کا خیال رکھیں۔ روزانہ صفائی کریں
 وغیرہ وغیرہ۔
 ”سہیل دھڑکے کے مطابق سامان لے کر نہیں آیا تھا۔
 مجھے خدشہ تھا کہ اس سامان میں کچھ تھا تو کم سے کم ٹی ٹون
 پر اٹھا کر آوے گا۔“
 ہم لوگ ابھی ڈرائیو لاؤنج کے باہر ہی کھڑے
 تھے۔ ٹرائی پر روہنی کے دو بیٹے سامان میں تھے۔ سیرا
 سوٹ میں تیرا اٹھائیں دو اٹھائیں تھے۔ ہم دونوں کے
 پاس ایک ایک پیکیجنگ کیلنبر تھا۔
 ”میں نے انداز جانے کے لیے ٹرائی کے پیڈل پر ہاتھ
 رکھا تھا کہ پیکیج سے ڈرائیو آئی۔“ روہنی نے کہا۔
 ”آواز پر روہنی کے ساتھ میں نے بھی گھوم کر
 دیکھا۔ وہ اہم تھی۔ شاید وہ بھائی ہوئی آئی تھی۔ اس کا
 سامان بری کر لیا گیا تھا۔“
 ”وہ پہنچنے ہوئی۔“ سوری فرما صاحب! اچھے
 پتھر ہو گئی۔ سہیل بھائی کو آج دن صبح بہت بڑی رہے۔
 ”وہاں ایک کنبی نہیں آئے۔ میں ان کی انتظار کر رہی تھی۔“
 ”سیر! میں نے اسے سر سے پاؤں تک پھر
 دیکھا۔“ اگر آپ حیدر ایک منٹ لیٹ ہو جائیں تو ہم آپ کو
 نہ دیتے۔“
 اہم روہنی سے سارے ایک سوٹ میں کنبی کنبی ہوئی لائی
 تھی۔ اس سے پہلے گئے ہوئے تھے۔ میں نے اس کا سوٹ
 میں بھی اٹھا کر ٹرائی پر کر لیا۔ اہم روہنی سے گئی۔ پھر
 مجھ سے ہاتھ ملا کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اہم جب کنبی میں
 نظر پڑی تھی ہاتھ پائی رہی۔
 ہم لوگ اپنے پاسپورٹ پر ایگریجیشن کی اسٹیپ لک

رہے تھے کچھ نیچے کی فراہم ستانی دی۔ اس کی فراہم
 سن کر میں دھڑکے پھر کھانے کا کہہ دوں دیر میں ہے۔ میں جانا
 تھا کہ بیٹنگ کے لیے کسم آؤں گے فریڈ نے بھی رکھے
 ہوئے تھے۔ وہ ڈرگ انجنری سوچو گی ہر حرکت میں
 آجاتے تھے۔
 روٹی تھرا کر میرے پیچھے چپ کی کیونکہ تھکا ہاری
 لڑائی کے درمیان کھانا تھا۔
 "ہے۔" میں نے کھانے کو مخاطب کیا۔ "وہاں از
 روگک دیر پڑا ہے؟" (تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟)
 "یہ سامان آپ کے مسٹر؟" کسم کا ایک افسر
 وہاں آگیا۔
 "فرزا۔" میں نے فس کر کہا۔ "میرا ہاؤس آ رہا ہے اور
 یہ سامان میرا ہی ہے۔"
 "آپ دیر آنا سامان چیک کر میں گے پلزز۔"
 کسم آفسر نے احتجاجی منہ پر مجھے دیکھا۔
 "ضرور۔" میں بھی کسم آفسر اور لڑائی کی طرف
 بڑھا دی۔
 "اے کسم! یہ کس لڑائی کے اور کد کھانا تھا۔ اس آفسر
 نے مجھے کسم کے ایک ساتھی کے حوالے کیا اور میری لڑائی
 کے کسم کا ڈاکٹر کی طرف بڑھا۔
 "ہے آپ اور آکا کا ہوا سوٹ میں رکھا تھا۔
 اس اب پر بھی میرے نام کا لیک تھا۔
 "اے کسم میں پلزز۔" کسم آفسر نے کہا۔
 میرا اعزاز تھا کہ ان کے سوٹ میں کے کسم سیٹ
 نہیں کے ہوئے ورنہ وہ بھی کسم کے سر پر ہوتا۔ میں
 ٹینک سیٹ ہو تو فریڈ والے لاک ٹریڈ میرے گل جاتے
 تھے۔ میرا اعزاز اور ست تھا میں نے سوٹ میں پہنایا۔
 اس کا میں کس کے لڑنے کیڑے تھے۔ چارے کا ایک
 جگہ تھا اور ایک چھڑے کی جینٹ اس کے علاوہ دو تین
 جوڑے مرد اور لڑائے جن کو میں نے
 کسم انجنیر نے پہلے وہ چارے کی جینٹ اٹھائی اور
 الٹ پلٹ کر اس کا جائزہ لیتے تھے۔ میرا نے جینٹ کا اسٹر
 دیکھا۔ اس پر ہاتھ لگا یا اور ایک کٹر سے اسٹر سے کاٹ
 دیا۔
 میری آنکھیں جرت سے پھٹی ہو گئیں جب اس میں
 سے چھوٹے چھوٹے پتھر نکلتے ہوئے آ رہے تھے۔ ان میں سفید
 رنگ کا سفوف تھا۔ میں ان کو دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ کد
 میری دانت ہے۔ میرا ہارم پیسے میں ڈوب گیا۔

کسم آفسر نے وہ جینٹ کا ڈاکٹر پر ایک طرف ڈھک کر
 دیے اور مڑے گاؤں سے مجھے دیکھا۔ میرا نے ایک
 زنا سوٹ اٹھا یا پہن لیکن میں شرت میں ہی ایک اسٹر لگا
 تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے اعزاز ہوتا تھا کہ سوٹ کا ٹیڑا چنگ
 بہت باریک ہے اس لیے اسٹر کی ضرورت پڑی ہے۔
 کسم آفسر نے کٹر سے اس کا اسٹر بھی کاٹ دیا۔ اس
 قسم کے چند بڑے جینٹ چمک کر کاٹ کر گر گئے۔
 کیڑوں کی تھوں میں جن کو میں نے کسم آفسر اور اس
 سوٹ میں لڑائی کے دوسری تھوں میں بیڑوں بھری ہوئی تھیں۔ میرا
 دل واپس جا رہا تھا اور پچھتاہی کی طرح میرا ہاتھ تھا۔ میرا ذہن
 باؤف ہو رہا گیا۔
 اس وقت روٹی بھی وہاں آ گئی اور بولی۔ "میرا آپ
 اب بھی کسم کے ساتھ ہیں؟"
 "مسٹر فرزا! یہ کیا آپ کے ساتھ ہیں؟"
 حالات میں ہونے کے باوجود میرا ذہن اتنا تو کام
 کر رہا تھا کہ روٹی کو اس معاملے سے الگ رکھوں۔ میں
 نے ڈوڈی کو آواز میں کہا۔ "ہیں، یہ میرے ساتھ تھیں
 تھے۔"
 "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" روٹی نے جرت
 سے کہا۔ "آپ کی بیٹی تو فیک ہے؟" میں روڈ میں چلتی
 ہوں، آپ کیا کہتے ہیں۔"
 "مسٹر فرزا! آپ کو ہمارے آفسر میں چاہا ہوگا۔"
 کسم آفسر نے روڈ پر مجھے کہا۔
 "میری بیٹی تو فیک میں ہو جائے گی۔" میں نے
 کہا۔ "مجھے ان کے بیٹے کی ضرورت ہے اور میں آ رہی ہے۔"
 "خلاف میں ہر بات کریں۔" کسم آفسر نے مجھے
 میں لایا۔ "تمہاری بیٹی جاتی ہی رہتی ہیں۔" پھر وہ روٹی سے
 بولا۔ "میں مدعا آپ بھی آگیا۔"
 "میں صاف کہتا ہوں کہ آفسر۔" میں نے سنبھل کر کہا۔
 "میری بہن کو اس میں انوائسٹ کریں اور جانے دیں۔"
 "سوری مسٹر فرزا! آفسر نے کہا۔ "میں مدعا کو
 بھی انوائسٹ ہوگا۔ میرے ساتھ آگیا۔"
 وہ کسم آفسر کو ایک کمرے میں لے گیا۔ وہ کمرہ
 ایک جنگ واقع تھا۔ اس میں فریڈ کے ہاتھ پر گن کر سکیاں
 اور پٹائی کی پٹیلی رکھی تھی۔ کمرے میں ایک سارے میں
 نیچے لافٹ درخت تھیں جن پر بھاری روشتیں کے کھانے تھے
 وہ اسٹوف تھا۔ میں ان کو دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ کد
 دماغ میری دل میں ڈوبا ہوا تھا۔

کسم آفسر نے مجھے اور روٹی کو کمرے میں رہنا دیا اور
 خود وہاں سے چلا گیا۔ جاتے ہوئے اس نے دروازہ بند کر
 دیا تھا۔ یہ جین تھا کہ اس نے دروازہ بند بھی کر دیا ہو
 گا۔
 "یہ کیا ہے میرا؟" روٹی عرض کیجے میں بولی۔
 اس کی آواز نہ رہی تھی۔
 "یہ تمہاری دوستی کا حق ہے روٹی! تمہاری اس
 خوب صورت دوست سے میں تیار ہو گیا۔"
 "ارم ہے؟" روٹی نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
 "ہاں، اسی خراماد زار خوب صورت چیز نے
 ہماری بات اور مشکل دونوں داؤ پر لگا دیا۔ اس کے سوٹ
 میں میں نے تقریبات کا گلیو میں رہی تھی، یہ زنا ہو گیا ہو
 سکتی ہے۔ اب میں کسم آفسر ان کو کچھ کرنا چاہتا کرو
 سوٹ میں میرا کسم ہے لیکن اسے اس کے نہیں
 کہیں ہر میرا نام ہے اور میرے پاس کوئی ایذا نہیں تھیں
 ہے جس سے یہ بات ہو سکے کہ وہ سوٹ میں آ رہا ہے۔"
 پھر میں نے فیصلے اعزاز میں پوچھا۔ "فریڈ کے بارے میں
 کیا جانتی ہو؟"
 "میں اس کے بارے میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ
 اس کے والد کی بیٹی تھیں جن کا میں ملازم تھے اور وہ فیڈرل
 لار پر ہیں لیکن وہ تھی۔"
 "کے کمرہ کا مسئلہ ہے؟"
 "میں آپ کو بتا چکا تھا کہ کمرے میں صرف میری
 ٹھکانی تھی۔ میں دو دنوں ایک ہی گاؤں میں تھا وہ میرے صرف
 ملازم کا ایک صدمہ اس سے تعلق نہ تھے۔"
 "اور وہ کھلی؟" میں نے پوچھا۔
 "اے تو میں نے کھلی دیکھ دی تھا۔" روٹی نے
 جواب دیا۔
 "میرا یہی طرح محض ہے ہیں۔" میں نے غصہ کیجے
 تھا۔ "اسی لیے میں نہیں چاہتا تھا اور یہاں تک تو مجھ
 سے بحث کرنے لگیں کہ میری بہن ہو۔"
 "مجھے اس کو پچھتاہی کا اہل اعزاز تھا۔ میں اب بھی
 تمہارا ایک تو بہتر گزرتا چھوڑتی۔"
 "میں اعزاز نہیں ہے۔ وہ آپ کہہ رہی تھی بڑی
 کجبت میں پھر کیجے ہیں۔ تمہاری وہ دوست ضرور کسی ٹینگ
 رہی ہوگی۔"
 "میں چھٹا کر سے کیلا میرا؟"
 "اگر وہ گناہ تو تھا تو یہ ہم پر یا لاد نہ پڑتی۔"

دولت کس مولیٰ
 اسی انکاش میں کرے کہ دروازہ کھلا اور کسم آفسر کے
 ساتھ دو افراد پھر میرے میں داخل ہوئے۔ ان میں سے
 ایک سفاری سوٹ میں بیٹھ کر دوسرا سوٹ میں سے کما
 ایک چٹائی ان دونوں کے لیے انتہائی مریجی اور ٹھیک چیز
 لے آیا۔
 "مسٹر فرزا! سوٹ والے نے کہا۔" آپ اپنی
 سفاری میں مجھ کو بیٹھا چاہیے؟" وہ آہستہ سے بولا۔ "میں
 کسم کلنگ ہوں۔"
 "مسٹر سفاری تو اس وقت دی جاتی ہے جب کوئی غلط
 کام کیا جائے۔ میں نے پچھری میں مارا کیا۔"
 پھر میں نے انھیں باجگ صاف بتا دیا۔ اس
 دوران میں دوسرا آدمی خاموشی سے میرا اور روٹی کا ہاتھ غور
 سے جانچ رہا تھا۔
 "میں آپ کو بل رہی ہوں۔" میں مسٹر فرزا! گلے
 صاحب نے نرمی سے میں کہا۔ "میں تمام ٹیٹ آپ کے
 ملاف ہیں۔ آپ کی فوج میں ایک سوٹ میں تھا جس پر
 آپ کے گاگ میں تھا۔ پچھنے پر بھی آپ نے اس
 سوٹ میں سے لافٹ کیا کا اعلان کیا۔ اس لیے مجھ سے
 یہ کس رانا صاحب کے حوالے کرنا چاہئے گا۔" اس نے
 سفاری سوٹ والے کی طرف اشارہ کیا۔ رانا جاوید خان
 انجنیر ہیں اور ان کا تعلق کرنا کرنا ہے۔
 "میری ایک رینک ٹیٹ ہے۔" میں نے میرا ہی
 بولی آواز میں کہا۔ "میری بہن کو اس میں میں انوائسٹ
 کریں۔ وہ نام ایک میرے سامنے سے نکلا ہے اس لیے
 میں بھی اس کا تھیں اور ہوں۔"
 "میں نہیں جانتی۔" میں مسٹر فرزا! گلے صاحب کے
 بتائے دانا نے جواب دیا۔ اس کی آنکھیں چھٹی چھٹی
 میں لیکن ان میں عجیب طرح کی سفاری تھی۔ آپ کو
 ہمارے ساتھ ہیں، لیکن کچھ ہواگا۔ رانا نے کہا۔
 "میں نہیں جانتی۔" میں مسٹر فرزا! گلے صاحب کے
 پھر پھلے دے میں ایک سوٹ میں دین میں ہمارے
 پریس اسٹیشن نے آئے اور کد لاک آپ میں بند کر دیا۔
 "جب وہ مجھے بند کرے تو میں نے کہا۔" انجنیر
 صاحب! اے میری بہن کو بیان دیکھنے کے چاہتیں ہیں
 اسے فوراً چل جائیگا۔"
 "اوسے، مجھے قاتل من پڑھا۔" انجنیر نے
 درخت میں بیٹھا تھا۔ وہاں تک اپنی اسیلٹ ہاؤس پر آ کر
 حالات میں دوسرے علاقے میں جے جے اور

1987ء سے خدمت میں مصروف

LEUCODERMA-VITILIGO

تواجلدی بیماریوں کا سبب اور بے ضرر علاج

پھلہری

قابل علاج مرض ہے

STERIODS FREE MOST PROGRESSIVE TREATMENT

اجمل زیدی

اسلام آباد

9-306 فون: 22558802 (041) 2854395-22558802

9-306 فون: 0300-6566188

9-306 فون: 2261636

AWARD OF BEST ACHIEVEMENT

ASIAN EXCELLENCE PERFORMANCE AWARD

AWARD PILLAR OF LEUCODERMA

ملتان

14-276 فون: 0300-6566188

14-276 فون: 0300-6566188

14-276 فون: 0300-6566188

14-276 فون: 0300-6566188

کراچی

13-276 فون: 0300-6566188

13-276 فون: 0300-6566188

13-276 فون: 0300-6566188

13-276 فون: 0300-6566188

E-mail: syedajmalzaidi@hotmail.com - syedajmalzaidi@yahoo.co.uk

روپی کجرت سے دیکھ رہے تھے۔ خاص طور پر روپی کو وہ
 ایکوں ہاک کاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ میرا خون
 کھول رہا تھا۔
 ان حوالہ میں ایک مسکند شخص بھی تھا۔ لباس
 سے وہ کھاتے پیتے کھڑے کھڑے تھا۔ وہ میری تقریباً
 تقریبوں کی پروا بھی نہیں کر رہے تھے۔ ایک ایک اور
 آہستہ سے بولا۔ ”مجھے دسے کہ معاملہ کس قسم کروندہ ہے
 لوگ تمہارے ساتھ ساتھ اس لڑکی کا بھی حلیہ پکا دین
 گے۔ اسحاق اور دل کو کر شوش لیتا ہے۔“
 میری قدسوں کی آواز میں گوشتیں تو دو حوالاتی کی جیسے کی
 طرف سے کہہ گئے۔ اُسے والا ایک کا کھیل تھا۔ اس کے پیچھے
 ایک ایک کا کھیل کھڑا تھا۔ حوالہ کا روزہ اور کھڑا اور اندر
 آیا اور بولا۔ ”فرزاد کوں ہے؟“ میرے بتانے پر وہ بولے
 ”میرا“۔ ”تو کون سے صاحب نے پایا ہے؟“ یہ کہہ کر اس نے پھر
 سے میرے ہاتھ میں ڈال دی اور اس کا دوسرا سرا
 اپنی پٹن میں ڈال کر بولا۔ ”پھلہری، اے کنگ۔“
 ”صرف مجھے ہی پایا ہے۔“ میں نے توشیل سے
 کہا۔
 ”میں تو میرے ساتھ گیا وہ خرے سے مجھے والوں کو بھی
 بلائے؟“ اس نے لڑکی پکڑ کر مجھے اس کے طرف دھکا دیا۔
 میں نے اس حوالہ سے انکس میں کہا۔ ”پلیز میری
 بہن کا خیال رکھیے گا۔“
 ”فرزاد وہی۔“ حوالہ نے جواب دیا۔
 ”تو میری دیکھیں میں اسحاق کو اس کے سامنے کھڑا تھا۔
 اسحاق اور میں جیسے جیسے حال کا تھا۔ اس کا جسم
 اور چہرہ میں پھل رہا تھا۔ اسے ہمہ کی کھیل نے گانا
 ہو۔
 اس نے اپنی ہتھی آواز میں کہا۔ ”اسحاق تو تم کو جو
 فراز۔“
 ”ہاں، میرا ہی نام فراز ہے۔“ میں نے سر دھکے میں
 کہا۔ اس کا چہرہ دیکھ کر میرا سونڈ خراب ہو گیا تھا۔
 ”واہو، مجھے، نام تو مشرعوں والا ہے۔ وہ ایک شاعر تھا
 نافرما فراز۔“
 میں نے اس کی بات کو کوئی جواب نہیں دیا۔
 ”فرس کینگ کے لیے کام کرتے ہو؟“ اس نے
 اچانک پوچھا۔
 ”میں ہی کینگ کے لیے کام نہیں کرتا ہوں۔“ میں
 نے جھکا کر جواب دیا۔

”رہو گی کو یہاں لاؤ۔“ جان محمد نے کہا۔
 ”شہرہ۔“ میں نے کہا پھر جان محمد سے بولا۔
 ”خواجہ ادر صاحب! اس صلیب میں اپنی بہن کا سامنا کیسے
 کروں گا؟“

جان محمد نے چند لمبے سوچا، پھر پاہیوں سے بولا۔
 ”اس کے ہاتھ پاؤں کھول دو اور اسے کپڑے دے دو۔“
 کپڑے پہننے کے بعد میرا گویا ہوا اعتماد کسی حد تک
 بحال ہو گیا۔

ایک سیاحی باہر نکل گیا۔ وہ کچھ دیر بعد روٹی کو لے آیا۔ اسے دیکھ کر میں غصے سے کانپنے لگا۔ اس کا لباس تار تار تھا، ہاتھوں اور چہرے پر پٹلی کے نشانات تھے۔

”روٹی... کڑیا، کیا ہوا... تیرا یہ حال کس نے کیا ہے؟“

”اوسے دیکھ کر وہ قلمی سینا۔“ جان محمد گرج کر بولا۔
”جیسے قلمی سینا لگ رہا ہے؟“ میں نے پھر کر کہا۔

میرے بدلے ہوئے موعے پر جان محمد حیران رہ گیا۔ اس نے سنا ہوئی ہے کہ۔ "اسے کھڑکی لگاؤ اور ملے

اردنی کی حالت دیکھ کر مجھے ہر طرف خون ہی خون نظر
آ رہا تھا۔ ایک کاسٹریل مجھے پھٹکڑی لگانے کو آگے بڑھا۔
میں نے ایک جگہ میں پھٹکڑی اس سے چھین لی اور اس کے

چہرے پر اپنی زور سے ٹھوسا مارا کہ اس کی ہاک سے برسی
طرح خون بہنے لگا۔ اب اٹھکڑی زنجیر سمیت میرے ہاتھوں
میں تھی۔ میں نے اس کا سرا پکڑ کے اٹھکڑی کو ہنٹری طرح
ٹھما ہا۔ اسٹیل کی بھاری اٹھکڑی دوسرے کا اسٹیل کی چینل پر

پڑی۔ دو بھئی اپنے سامنے کی طرح ڈھیر ہو گیا۔
جان محمد نے کمرے سے بھاگنے کی کوشش کی لیکن میں
نے پاؤں اڑا کر اسے گرا دیا اور اس کے سر پر جا پہنچا۔ جان
محمد کی آنکھوں میں خوف دیکھ کر میرے دل کو ٹھنڈک سی پہنچی

میں نے رنجیر کو ہوا میں لہرایا اور خاصی قوت سے
 227 اکتوبر 2016ء

”ہاں بچہ، اب آیا ناسیدھے رستے پر۔“ جان محمد
 ”تھکانا انداز میں بولا۔
 ”پپ..... پانی..... مجھے..... پانی پلا دو۔“
 ”اسے مجھے اتار دو۔“ جان محمد نے کہا۔
 ان دونوں حکم کے ظالموں نے فوراً مجھے نئے اتار

دو۔ میں فرش پر پڑا ہوتا رہا۔ ایک سپاہی نے ابو نعیم کا
مٹا سا گلاس میرے ہونٹوں سے لگا دیا۔
"اے اللہ! کہ خدا کا کس کس نے"۔ عازر محمود ازا۔

ان میں سے ایک نے مجھے اٹھا کر بٹھا دیا اور ایک مرتبہ پھر گلاس میرے منہ سے لگایا۔ میں نے اس حالت میں کچھ پانی پیا، کچھ فرش پر گر گیا۔

”نیرا ایک کوئی بڑا ٹیکہ نہیں ہے۔ ابھی حال ہی میں بتا ہے۔“ میں نے کہا شروع کیا۔ ”میں نہیں جانتا کہ گروہ کا سرخونہ کون ہے۔ مجھے کل نے ٹیکہ میں شامل کیا“

”کون سیل؟“ جان محمد نے پوچھا۔ ”وہ کیا کرتا ہے، کہاں رہتا ہے؟“

نہایت پریشان تھا۔ سبیل نے مجھے ولاد خان کا کہنا کہ جو ان

رہنے کا مشورہ دیا۔ اس نے کہا کہ کام بہت آسان ہے۔
 بس جہیں بیٹے میں دو تین دفعہ کراچی سے پشاور جکر کا
 بڑے گا۔ وہ لوگ میرے ذریعے پشاور سے ہیراؤں
 منگواتے تھے۔"

”دلاور خان کون ہے؟“ جان محمد چاری توجہ سے میری من گھڑت کہانی سن رہا تھا۔

”دلاور خان اس ٹیگ کا سرفہ ہے لیکن میں نے آج تک اُسے نہیں دیکھا۔ مجھے تو سبیل کے ذریعے احکامات

”سہیل کہاں رہتا ہے؟“ جان محمد نے پوچھا۔
 ”سہیل ڈیپٹس میں کب رہتا ہے۔“ میں نے کہا۔
 ”لیکن اس نے بھی اپنا پتا نہیں بتایا۔ وہ ہمیشہ مجھ سے کسی

پارک یا ریٹورنٹ میں ملاقات کرتا تھا۔ اس کی بہن نے
دوبلی سے دوستی کر لی تھی۔ شاید وہ بلی کے پاس اس کا بیل نمبر
جاسوسی ڈائجسٹ

اس کے کپڑے اتار دو اور چھوٹی کھول کر چاندی سے باندھ دو۔
 "میرے خاں نے پہلے میری چھوٹی کھول چھری سے اس کے
 تکی کی طرف مضبوطی سے باندھ دیے۔ پھر اس کے ایک
 کپڑے کے میرے تمام کپڑے سے اتار دیے۔ میں بالکل ہار
 میں تھا اور خداوند بخشنے سے انٹریوں میں گر گیا تھا۔"

میں نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔
 "الٹا لٹا دو اس..... کو۔" جان محمد نے انتہائی غیظ
 سے کہا۔

ان دونوں میں سے ایک نے پل پر چڑھ کر ہاتھ بندھ کر
 دی رسی کا ایک سرا اکھولا اور میرے پاؤں باندھنے لگے۔
 میرے ہی تھے مجھے جھکا سا لگا اور میں زمین پر گر گیا۔ ان
 نبوں نے آہستہ آہستہ رسی کا دوسرا اکھینچنا شروع کیا اور

میں نے میرے منہ پر زور دار چھڑ رسید کیا۔ میں پنڈولم کی راج جمبول ہوا دوسری طرف گیا تو وہاں سے چھڑ مار کے

پھر جان محمدی طرف واپس دیا گیا۔ میرے ہم کلاس سارا
 ان سمت کر میرے چہرے پر آ گیا تھا۔ جان محمد کا جوتون
 تھتا جا رہا تھا۔ اس کے ٹھپڑوں سے میں نڈھال ہو گیا اور
 غصہ میرا ذہن تاری کی میں ڈوب گیا۔

مجھے ہوش آیا تو میں فرش پر پڑا تھا اور پیرہہ پانی میں
 لپکا ہوا تھا۔
 ”جانتا ہے پھر نکالوں اُلتا؟“ جان محمد فرما کر بولا۔
 ”جسے مجھے کچھ معلوم ہی نہیں ہے تو کہا بتاؤں؟“ میں

جان محمد چچ کر بولا۔
 "اے دوبارہ اٹھ اٹھ دو۔" جان محمد چچ کر بولا۔
 دونوں سیاہی فورا حرکت میں آ گئے۔
 جان محمد چچ کر بولا۔ "خیر، ورنہ اسے زبان نہیں

موتے گا۔ اس کی بہن کو یہاں لاؤ اور اسی حالت میں اسے
 "نکال دو۔"

میں اس تصویر ہی سے کانپ اٹھا کہ وہ لوگ روٹی کی
 یہ حالت کر رہے ہوں۔ یہ تو ایسا آگے بڑھ چکا تھا۔

اجانک میں نے جھوٹ بولنے کا فیصلہ کر لیا اور جی کر

2۔ اکتوبر 2016ء

”ایک گھنٹہ؟“ جان احمد کے لیے یہ تھک چکی تھی۔ ”یہ
میں نے گھنٹے سے بھی کم وقت میں ریکارڈ کی طرح جتنے کئے
۔“ پھر اس نے مجھے یوں دیکھا جیسے قسانی بکری کو دیکھتا
ہو۔ پھر اس کی میری جھنجھکی کی ذہنی اور الاسرا اپنے ساتھ میں
اور مجھے کسی بکری کی طرح دیکھتا ہوا وہاں سے لے آیا۔
میں نے کچھ بھی نہ کہا۔

اس کی چیزیں دھجی گئیں۔ لکڑی کی ایک سیڑھی، لوہے کی ایک
ری، بالٹیاں، دوسے کے لہجے اور نہ جانے کیا کیا تھا۔ کمرے
بے بین وسط میں چھت پر ایک چڑی تکی تھی۔ اس میں بھی

ہم سے پہلے کمرے میں دو کانشیل موجود تھے۔

”اوپر، کے خواب دی اولاد۔“ مرٹن سے ایک

ہی نے مجھے غیب کر لیا۔" طحاوی جہاں یہاں اسے باپ
 وہ ایسے میں نہیں آیا ہے۔ "ساتھ ہی اس نے میری آنکھوں
 لے ہاتھ کو جوڑ لیا۔
 مرثیہ سادہ کا ڈھیل اگر عام حالات میں میرے

وہوتا۔ میں خون کے گھونٹ پی کر اٹھ کھڑا ہوا۔
اسی وقت جان محمد کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے
دی اتار دی تھی اور اب تہینہ اور بیابان میں تھا۔ کمرے

لوہے کی کرسی کے علاوہ ایک کرسی اور بھی تھی۔ جان ٹھہرنا سے اس کرسی پر بیٹھ گیا اور رنج سے بولا۔ ”ہاں بھئی، شروع ہو جا۔ میں نے صاحب کو صرف آدھا گھنٹہ دیا۔ اس میں سے بھی سات منٹ گزر چکے ہیں۔ بڑا حیرا

”میں بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق کسی بھی گینگ سے نہیں ہے۔“ میں نے بیزاری سے جواب دیا۔

”میرا تعلق کسی ٹیگ سے نہیں ہے۔“ میں چل کر

”رحیم خان۔“ اس نے ایک کانٹیل کو مخاطب کیا۔
جاسوسی ڈائجسٹ

تھے۔ میں نے روٹی پر کہا۔ ”گاڑی میں بیٹھو۔“ اسی وقت ایک گاڑی ہوا اور کوئی میرے سر پر سے زبردستی۔ اب پریس والوں نے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ گاڑی کا مالک ایک طرف بھاگ گیا تھا۔

پریس کی چیل فہمی روکنے کا ایک ہی طریقہ تھا۔ انہیں جاتا یا جاتا کہ میں بھی اس ہوں۔ میں نے پہل سے ایک ہوئی اور گیارہ اسٹینزنگ گولہ پھینک دی گاڑی کا کابینہ اسٹارٹر گر دیا۔ گاڑی پھٹ پھٹ والوں کی طرف سے دو گولے پڑے۔ ایک فائرنگ نہ جانے کس طرف کیا گئی دوسری گولی گاڑی کی چھت سے چٹکی ہوئی تھی۔

میں نے ایک دم گاڑی آگے بڑھا دی اور آٹا فائین روڑ پر آ گیا۔ رات کا وقت تھا اس لیے ٹریفک برائے عام تھا۔

پانچ منٹ سے بھی کم وقت میں میری گاڑی شاہراہ فعلیل پر پہنچی تھی۔ میرے پاس ایک بھل جانس کی ایک گولی تھی جس کی گولی پریس سے چٹکی ہوئی اور ایک رائل گن۔ اس کے سیکڑن میں میں جانے کی کوشش کرتا تھا۔ میرا رخ شاہراہ کی طرف تھا۔ بس بعد میں سنا تھا

”آج کل کی گاڑیوں پر خود پوزیشننگ کا بیٹا لگا ہوا تھا۔ اس کی ایک کمپنی تھی۔ میں اس کے پیچھے نہیں ہوں۔“ بدلی اٹھادی فلیٹ تو ٹھیک ہے۔“ میں نے پیچا۔ میرے سر پر پڑا تھا۔

دوسری طرف سے کسی۔“ میں اسی وقت میری جی بیا۔ جب اس کمپنی نے۔“ وہ جملہ

اور پھر پھر کر کے میری طرف سے۔“ میں نے اسٹینزنگ سنبھالے ہوئے تھا۔ ”بھائی تم کسی لی کی بات کر رہی ہو؟“

اس نے اس کی لی اور یولی۔ ”ایک ایسی ہی؟“ وہاں تو کسی اور گئی تھی۔ ”بھائی آپ مجھے نہیں سمجھ دھا۔“ دوسری۔ ”میں آپ ان لوگوں کے ساتھ رہنے کے قابل نہیں رہی۔“

خون تیری نکلیں پھر کریں مارنے لگے۔ میں نے اس کے پاس۔ ”روٹی انش تیرے سامنے ہمدردیوں کر جس نے مجھے پھینک ڈالا ہے۔ اس میں زندہ رہا تو انہیں زندہ نہیں چھوڑو گا۔“

میں اس وقت کا یاد آ کر علاقہ پیچھے چھوڑ گیا تھا۔

قہاں اس کمرے میں جو کئی بھی بیٹھا تھا، کبھی کبھی لے داپس آ سکتا تھا۔ اس کی پشت پر مجھے ایک اور دروازہ دکھائی دیا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ میں نے چابی سے وہ دروازہ کھولا تو مجھے ایک ریکارڈ پر نظر آیا۔ اس سے مجھ کا قہقہہ پڑا۔ پریس اسٹیشن کی باؤنڈری وال کی گیت پر ہوسٹری موجود تھا۔ وہاں سے باؤنڈری وال چلا نکلتا یا وہاں آتا تھا۔

میں روٹی کا ہاتھ پکڑ کر انداز میں باؤنڈری وال کی طرف بڑھا گیا۔ گیت والوں سے باؤنڈری وال کی طرف تھا۔ سٹری کی نظریں پر پڑ گئی تھی۔ وہاں ٹھیک سے بیٹھے تھے۔ اس طرف سے کوئی بھی آ سکتا تھا۔ بس ایک فائرنگ تھا کہ اس وقت اندر میرا تھیں انتہائی میں تھا کہ کچھ نفرتی نہ آتا۔

میں نے باؤنڈری وال وہیں سے عبور کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے روٹی کا ہاتھ پکڑا اور ہرما جھکا باؤنڈری وال کی طرف بڑھا۔ وہاں کے اسٹینزنگ میں نے روٹی کو سہارا دے کر باؤنڈری پر چڑھا دیا۔

”کون ہے؟“ میں نے روٹی کو دوسری طرف دھکے دے کر اشارہ کیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ باہر کی طرف سے وہاں کی بلندی کیا ہے۔ لیکن بے اندر کے متعلق میں نے یاد ہو گیا پریس فٹس ہو دوسری طرف کرنے سے روٹی کی بھی ہوسٹری کی۔ لیکن اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ روٹی اور دوسری طرف کو دھکی۔

اس کے بعد میں نے اپنی کمرہ پکڑی اور باؤنڈری پر پہنچ گیا۔

مجھے سمجھاتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دینی۔ پھر کوئی چل کر آیا۔ ”کب جاؤں میں تیرے کمرہ کو گا۔“ پھر ایک ایک کمرہ دیکھ کر دیکھ کر اس وقت تک میں دوسری طرف کو پکڑ گیا۔

فائر کے دھماکے سے پریس اسٹیشن میں جھگڑا مچ گیا۔ ایک ایک کمرہ میں تھیں فوراً یہاں سے نکلتا تھا۔

میں روٹی کا ہاتھ پکڑ کر پریس اسٹیشن کی مخالف سمت دروازہ کھلتا گیا۔ اندر ایک میز اور چھ کرسیاں رکھی تھیں۔ لیکن کوئی موجود نہیں تھا۔

میں وہاں سے بگدر پھیلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں ابھی تک اس کی طرف ہوئی تھی۔ میز پر مگرینٹ کا بیگ، الٹرا اور الٹنگ پیچ اور ایک بھل رکھا ہوا تھا۔

میں نے وہ بھل اٹھا لیا۔ یہاں فہرہ پر بھل خیر ک

کر باہر نکلا۔ مجھے باہر ایک سٹری نظر آیا۔ لیکن اس کے شانے پر لگی ہوئی تھی۔ ”میں پہلے اس کمرہ سے جاؤں۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے اس سے سب اگوا لیا ہے۔“ یہ کہہ کر میں نے دروازہ کھولا اور دروازہ دھکے سے کھولا۔

سٹری کی کھانسا ہوا اندر داخل ہو۔ وہ جونی ڈور کے بڑھا۔ میں نے ڈور کا مٹی قوت سے اس کے سر پر سید کر دیا۔

کھانک کی آواز کے ساتھ سٹری کی کمرہ کا چل چل گیا۔

میں نے سمجھ کر اس کی راکٹس لے لی۔ مجھے یہ جان کر ایمان ہوا کہ اب پریس کے پاس پرانے زمانے کی

دھک بخوردہ راکٹس ہیں۔ وہاں بھی جیو ہر کسی کی دھک دھکی۔ مجھے سمجھاؤں کے بارے میں بہت ساری سنی معلومات تھیں۔ میں نے پھر میری کمرہ کے سامنے میں راکٹس کا

میرور لگا دیا۔ اس وہاں مجھے سمجھاؤں کے بارے میں معلومات بہت معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔

میں نے سٹری کی راکٹس ہاتھ میں پکڑی اور دروازے سے بھاگ کر باہر نکلا۔ گریڈ درمیان پڑا تھا۔ میں نے روٹی کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا اور خود بھی حکام

انداز میں بڑھنے لگا۔

سج کے چار کمرے تھے اس لیے وہاں بھی سٹا تھا۔ وہاں درمیان میں ایک ایچ آف آفس تھا اور آخری کمرے پر ڈیوٹی روم تھا۔ اس کے آفس میں سٹا تھا۔

میرور کے ڈیوٹی کے فز کے سامنے سے گزرتا تھا۔

کچھ میرا خیال تھا کہ کمرے میں اس وقت کوئی موجود نہیں ہوگا۔ اندر سے بائیں کرنے کی آواز آئی تھی

لیکن دروازہ بند تھا۔

ایک ہاتھ سامنے سے ایک شخص گریڈ پر دھک دھک

اسے جان گھر کے سر پر دے مارا۔ اچھوکی کے کھانے کے ساتھ ہی پٹاٹ کی آواز آئی اور جان گھر کے قتل سے اذیت ناک فحش ابھری۔ پھر وہی طرح ترپنے لگا اور اپنا کھانک

ساکت ہو گیا۔

اس کی صورت کی فحش تھی اور خون کے ساتھ ساتھ اس کا مغز بھی باہر بھریا تھا۔ اسے اپنی حالت اور خون والی جسم بہت ناز تھا۔ اس نے صورت میں دیکھا ہوگا کہ اس

کمرے سے اس کی موت واقع ہو جائے گی اس نے نہ جانے کس طرح اپنا فہرہ پر بھرتا ہوا ہے؟

روٹی پہلی چلی آئیں گے مجھے سمجھ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہاں جاس اس میں تھے۔

میں نے سناؤں کو دیکھا۔ اس کی حالت غراب تھی لیکن وہ زندہ تھے۔

میں اب وہاں سے نکلتا چاہتا تھا۔ میرے ہاتھوں ایک انسان کا گل ہو گیا تھا۔ وہاں ایک پریس والے کا

موت کو توں کی میرا ہاتھ میری پریس والے مجھے ہر اتنا تنہو کر کے میں موت سے پہلے ہی مر جاتا۔ مجھے کوئی بھی فکر نہیں تھی۔ وہ لوگ اس کے ساتھ جھوٹ کرستے تھے اس کا

صور کے کمرے میں سے نکلتے ہوئے تھے۔ میں نے کسی بھیسیار کی تلاش میں اور روٹھا لیکن جان گھر اور دوئی سناؤں کے پاس اس وقت کی بھی تھا۔

ظاہر ہے، پریس اسٹیشن کے کسی محفوظ کمرے میں نہیں سنا ہونے کی ضرورت تھی کی؟

مجھے وہاں تکف قسم کے ڈسٹر آپرے تھے۔

میں نے ایک ڈسٹر اٹھا لیا۔

فائر پر دم، وحالات اور دوسرے ریڈیو سے کچھ

قاسلے پر بنائے جاتے ہیں۔ پریس اسٹیشن میں ایسا ہی ہوتا ہے تاکہ مریضوں کی فحش پکار باہر نہ جائے۔ وہاں پر

روم میں ایک حلق تھا۔ فوری طور پر وہاں کسی کے آنے کا

امکان نہیں تھا۔

ایک دروازے پر دیکھ ہوئی تو میں بڑی طرح

اچھل پڑا۔ روٹی بھی تھے ہوئے انداز میں دروازے کی

طرف سے نکلی۔

”کون ہے؟“ میں نے حتی الامکان جان گھر میں

کرت آکر ڈال لی۔

”میں صاحب با رہا ہے جان گھر۔“ باہر سے کسی

کی آواز آئی۔

دروازے میں بھی کسی ایک درجی۔ میں نے بھاگ

جانب روئی کی فتح کوئی تو میرا دل اچھل کر قلع میں آ گیا
مگر گاڑی ادھر ادھر ڈولنے لگی۔ اس پولیس افسر نے
سینئر تک سنبھالنے کی کوشش کی۔ پھر حوش بچے میں پڑا۔
اس لڑکی کی گردن میں گولی لگی ہے۔ تم کہو تو میں گاڑی
رکنے کی کوشش کروں؟“

میں اس وقت کچھ بھی کہنے کی حالت میں نہیں تھا۔ وہ پولیس افسر خود ہی گاڑی روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی وقت ایک چمکا ہوا، گاڑی کی جھنکی اسکرین ٹوٹتی ہوئی ملک کوئی نے پولیس افسر کی کھوپڑی اڑا دی۔

اكتوبر 2016ء

Primenovels.

روشنی نے وہیں سے بھڑن لیا اور گاڑی اسی سوک پر
وہ نکلے گی۔ میں جانتا تھا کہ پولیس یوں آسانی سے
پھینکا نہیں چھوڑے گی۔ میرے پیچھے سے پہلے اسی
والوں کو میری آگ کا علم ہوا تھا۔ اب تو سب خون
تھا کہ والوں کو اور پولیس کی بھی ضرورت نہیں تھی۔
گاڑی کے ایک اسکرین پر چھوٹا سا ایک سوراخ تھا
کہ گاڑی کا کچلا سامن کیا تھا۔

31 جاسوسی ڈائجسٹ

blogspot.co

ایک بکھرے ہوئے دونوں سیاہ گاڑی کے
 کی طرح اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر قاتل
 کے لیے سیاہ گاڑی ان دونوں سے ٹکرائی اور وہ
 پھٹ کر پھوٹ گئی۔
 کئی قاتل ہوئے لیکن ایک دو گولیاں گاڑی
 نے زنا نے لے کر گاڑی آگے بڑھا دی۔
 سب لڑا آئینے میں پولیس والوں کو اچھل

اشترک منہاں لیا۔ میں اب بھڑک رہی تھی۔

m primer

ملے پھر سرخ رو خفاں دکھائی دیں۔ پھر
 میں مجھے پھینکیں گی ایک سو بائیس دین خطر
 اعجاز میں غریبی کی کہارت مسدود ہو گیا
 ہو پھینکے والے ٹکڑے تھے، وہی سرخ
 رنگ کا اشارہ کر رہے تھے۔ اگر وہ
 میں پھینکیں گی اس سو بائیس دین سے گھرا
 جے، وہ مجھے پھینکے گا، وہ مجھے نظر نہیں
 نکلے، رنگ کی روشنی کو گردش کر رہی تھی۔

سیر میں ڈالی اور یوں ظاہر لیا جیسے میں
 ہوں۔ پھر میں نے گاڑی کا دروازہ پوری
 چھٹی۔

novels.blogs

اچانک مجھے کچھ فاقہ
 گاڑی کے ہیڈ لیسٹ
 آئی جوڑوک پر اس
 تھا۔ دین کے باہر
 روشنیوں سے مجھے
 روشیاں نہ ہوتیں
 جاتا۔ یاد رگمت کی
 آئی۔ اس کی حیرت

میں کہا۔
وہ بالکل وہ

oot.com

دولت کی سولہ

شہری لوگ چائے کے بہت شوقین ہوتے ہو۔ میں کوٹھ سے آپ کے لیے چٹنی اور پتی لے آیا تھا۔ دودھ تو یہاں بہت ہے۔

میں نے کئی دنوں کے بعد چائے پی تو مجھے اس کا ایک ہی اثر دھوکس ہو گیا۔ اس دوران میں میرے پیٹے میں بھی تبدیلی ہو رہی تھی۔ میری بڑھی ہوئی شہوتِ آہستہ آہستہ رازمی میں تبدیل ہو رہی تھی۔ مروجہ بھی اچھی خاصی بڑھ گئی تھی۔ کراب انہیں سوچیں کہا جاسکتا تھا۔

”ہاں ملن“ میں نے مسکرا کر کہا۔ ”مجھے کہیں سے شہوتِ آسان مل سکتا ہے؟“

”سامیوں بالکل مل سکتا ہے۔“ اس نے کہا۔ ”میں کل ہی شیوا کا سامان لے آؤں گا۔ میں خود تو شیوا بنانا نہیں ہوں۔ دوسرے میرے پاس ہی وہ سامان ہوتا۔“ پھر وہ اچانک بولا۔

”پر سامیوں پر اخیال ہے کہ آپ ابھی شیوا نہ کرو۔“

”کیوں؟“ میں نے چمک اٹھا۔

”آپ کے چہرے پر دوا لگی ہوئی تھی۔“
 ”چلو، تم کہتے ہو تو کس کمرے میں نے کہا۔“
 میں غصے سے اب میری زیادہ بے تکلف ہو گیا تھا
 لیکن میرے ذہن میں ایک گروہی کہیں اس خریب آبادی
 پر نہ تھا بنا ہوا ہوں۔

حزب ایک ہندو نے بڑے بعد میراظم یا ایک ملک ہو گیا۔ اس میں ہر شخص نے ایک کام کیا، اب وہاں سے لکنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا کہ وہ ہر شخص ہو گیا اور "لو" سارے ملک میں ہر شخص نے ایک کام کیا، میں جانتا تھا کہ ایک دن اب یہی کام کیا جائے گا۔ "لیکن میں آؤں گا۔" ہر شخص نے کہا۔ "میں نے کہا۔" لیکن میں آؤں گا۔" ہر شخص نے کہا۔ "میں نے کہا۔" لیکن میں آؤں گا۔

”سائیں، اس بات کو نہ جھنجھیں۔“ زمین نے کہا۔
اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ بال باپ کے مرنے کے
بعد بھی اسے خاصی زمین کی کمی تھی۔ میرے بھائیوں نے
پہناری سے ساز باز کر کے تمام زمین اپنے نام کر لی۔ زمین
کا کچھ اٹھوا کر اسے بھجھ دے دیا۔ اس دن کے بعد سے میں
نے کوٹھ چھوڑ دیا اور زمینیں رہ گئی۔“

”اس دن بھی پہاڑی کھائی و ہراڑی جو عوام گاؤں میں
پکے کھکھوتے تھے۔“ شادی میں نے اب تک کی نہیں ہے۔“

ی وہ بھی تھے جو عام طور پر سندھ میں استعمال ہوتے ہیں۔ مجھے مزید شرمندگی کا احساس ہوا۔ میں نے اس سے کہا، ”وطن! اس وقت تو میرے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے لیکن اگر میری زندگی رقی ہو تو میں.....“

”ہنس سائیں!“ علقن نے میری بات کاٹ دی۔
”مجھے ذلیل مت کرو۔ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔“ پھر وہ
چونک کر بولا۔ ”سائیں گاؤں میں پولیس آئی تھی۔ وہ لوگ
میں کو ڈھونڈ رہے تھے۔“

میں بڑی طرح چونک اٹھا۔ ”کسے ڈھونڈ رہے تھے؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔
 ”ان کا کوئی پولیس افسر کہیں کم ہو گیا ہے۔ دوا سے

میں نے سکون کا سانس لیا کہ پولیس میری تلاش میں نہیں آئی تھی۔
دوسرے دن میں نے وطن سے کہا۔ "وطن!"

یہاں نہیں اخبار ملتا ہے؟“
 ”ہاں سامعین مل جائے گا۔“ اس نے جواب دیا۔
 پھر شام تک وہ ایک اردو اور ایک انگریزی کا اخبار
 لے آیا۔

اگرچہ میرے پاس ایک چارگی کی ایک جگہ تھی۔
 قہر میں نے چارگی کو کل کے رات کو اپنے ساتھ لے کر
 اپنے پاس چھپا لیا۔ چارگی نے فائبر سے ایک
 کاری میں ایک گارڈ کی طرف سے آؤٹی۔ خود
 چارگی میں کیسی اور کارڈ کی ایک جگہ۔ اس کے
 چارگی میں نے خود کو گارڈ کی طرف سے اس کی
 سمت اس وقت کی طرف سے ایک جگہ۔ اس کے
 ایک جگہ کے گارڈ کی طرف سے ایک جگہ۔ اس کے
 چارگی میں نے خود کو گارڈ کی طرف سے ایک جگہ۔ اس کے
 آؤٹی کو گارڈ کی طرف سے ایک جگہ۔ اس کے
 خود کو گارڈ کی طرف سے ایک جگہ۔ اس کے
 چارگی میں نے خود کو گارڈ کی طرف سے ایک جگہ۔ اس کے
 میری موت کی طرف سے ایک جگہ۔ اس کے
 قہر میں نے خود کو گارڈ کی طرف سے ایک جگہ۔ اس کے
 میری موت کی طرف سے ایک جگہ۔ اس کے
 میری موت کی طرف سے ایک جگہ۔ اس کے

شام کو وطن نے میرے لیے چائے بنائی تو میں حیران رہ گیا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "سامعیں، میں جانتا ہوں کہ آپ

لیے زخموں پر لگانے والی دوائی اپنے ساتھ رکھتے تھا۔ یہ دوائی ہمارے گوتھ کا ایک آدمی بتاتا ہے۔ بہت بہترین دوا ہے۔ اس سے تو کھانچوں کے گھرے زخم بھر جاتے ہیں۔ آپ کا زخم بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ میں زخم صاف کرنے کے لیے گرم پانی لے کر آتا ہوں۔"

اس نے جھوٹو بیڑی سے باہر نکلتے چوٹا ہاتھ رکھا تھا۔
وہ گرم پانی سے میرا زخم صاف کر رہا تھا تو میں نے
اس سے پوچھا۔ ”بابا، میں بھی کیسا آدھی ہوں، اب تک
آپ کا کام کونسا ہے؟“

”اسم، میرا نام علی ہے لیکن گاؤں میں سب لوگ مجھے منی کہتے ہیں۔ آپ بھی مجھے منی کہہ سکتے ہیں۔“ اس نے جب دُخم سے اپنی گولی تو مجھے شدید تکلیف ہوئی کیونکہ پورا دُخم پرچک گیا تھا۔ اس نے گرم پانی سے دُخم دھائی تو مجھے مزید تکلیف ہوئی لیکن میں برداشت کرتا رہا۔

”سائیں، آپ کے بازو کی ہڈی کو نقصان نہیں پہنچا ہے اور کوئی گوشت پھاڑ کر نکل گئی ہے۔ یہ زخم تو دو تین دن میں ٹھیک ہو جائے گا۔“

مجھے اچانک سکون کا احساس ہوا۔
 ”سائیں، ابھی آپ آرام کرو، میں آپ کے لیے
 کھانے کو کھلاتا ہوں۔“ مہین نے کہا۔

[illegible]

میں بھوک کی شدت سے بے تاب ہو رہا تھا۔ وہ کھانا مجھے اس وقت من و سلوئی سے کم نہیں لگ رہا تھا۔
کھانا کھا کر میں ایسا سوا یک پھر مراد علی کی خبر لایا۔

میرے کپڑے میلے اور بوسیدہ ہوئے تھے۔ میں
میرے لیے ایک دھوئی اور کرتہ لے آیا تھا۔ اس کے ساتھ

آجی رہی ہے کہ آجی نمودار ہو رہے تھے۔
 میں کہتا ہوں کہ جیسا چار تھا۔ آجی کہہ دو
 پہلے کے بعد مجھے سمجھیں کہ آجی دھماکا دے رہے ہیں
 ہاں سے کھڑا کر گزرتا ہے کہ آجی سمجھیں کہ رکھو گئے
 ہیں دیکھ لیا تھا۔ آجی سے کھڑا کر دو تو میری طرف
 سے شک میں پڑتا تھا۔ پہرہ کی بات تو یہ کہ مجھے میرے
 پہلے کی سکت بھی نہیں تھی۔ میں لڑکھڑا اور دھماکا ایک
 درخت کے پاس ڈھیر ہو گیا۔

وہ کسان دوڑتا ہوا میری طرف آیا اور بولا۔
 ”سامع! ابھی تو آئے؟“ (سب خیریت تو ہے)
 میں سندی کی حد تک سمجھ لیتا تھا۔
 ”خیریت نہیں ہے بابا؟“ میں نے جواب دیا۔
 ”مجھے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا تھا۔ وہ میری گاڑی بھی لے
 گئے۔ میں نے بہت مشکل سے جان بچائی ہے۔“
 ”سامع! آپ تو بہت ڈری ہو؟“ کسان نے

بھوری سے کہا: ”آؤ، میرے ساتھ میری جھوپڑی تک چلو! انھوں نے جھوپڑی پر دست کردہ“ اس نے ہمارا دے کر مجھے اٹھایا اور کھیتوں میں نئی جھونپڑی جھوپڑی تک لے آیا۔

جھوٹے بی میں ایک چارپائی تھی جس پر بی بی بدرنگ
رہی تھی ہوتی تھی۔ میاں سا ایک تکیہ بھی تھا۔ اس نے مجھے لستر
رہنما دیا اور خود ماہر کل کر لیا۔

میرے دل میں طبعِ طرغ کر کے اندر سے اٹھانے لگے۔ ممکن ہے، وہ گاؤں والوں کو خبر دینے گیا ہو۔ ابھی تو حوڑی دیر میں یہاں گاؤں کے بہت سے لوگ اکٹھے ہو جاگیاں گئے تھے۔ بات پوچھیں تب ضرور جانے گی۔ میں نے اپنی جیب پر ہاتھ مارا اس مہل کو محسوس کر کے مجھے غناہی شعوریت محسوس ہوئی۔

چند منٹ بعد وہ کسان ہاتھ میں چھوٹی سی ہانسی اور
 دھڑلے سے دوڑنے لگے۔ چھوٹی سی ہانسی میں داخل ہوا۔
 ”سامعین، آپ جو کہے ہو گے۔“ اس نے کہا۔ ”میں
 ہمیں کا دودھ نکال رہا تھا۔“

اس نے اصرار کر کے مجھے تازہ تازہ دودھ پلا دیا۔
دودھ پنی کر گویا مجھ میں نئی جان پرمکئی۔ پھر دہریلا۔
”سائیں، آپ زخمی تھی ہو۔ میں پہلے زخم صاف کر کے

”دوا کی؟“ میں نے حیرت سے کہا۔
”سائیں، اکثر ہم لوگ بھی زخمی ہو جاتے ہیں اس

دولت کی سولہ

تھا۔ میرے برفیائی کیمس میں نہیں لاکھ روپے ہیں۔
 "دو گنجر کیمس مارنے کے بعد میں نے اسی لوہے کا"
 میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ "یہ بتاؤ کہ فرا کیمس کی کیمس
 کون کر رہا ہے؟"
 "فرا کیمس؟" وہ چونک کر بولا۔ "تمہارا اس سے کیا
 تعلق؟"

”جتنا بچ چڑھا ہوں اتنا ہی جواب دو اور وحیان
 سامنے رکھو ورنہ مجھ سے پہلے ایکٹوٹ میں مارے جاؤ
 گے۔“

”خزاکس کی تحقیقات اس ایس پی ورنی کر رہا
 ہے۔“ اس نے جواب دیا۔

”خیر اے والد اور بھائی کو کہاں رکھا لیا ہے؟“ میں نے پوچھا۔
”یہ میں نہیں جانتا۔“ اس نے کہا۔

”تو معلوم کرو۔“ میں نے درشت لہجے میں کہا۔
 ”ہاں، مجھے یاد آ گیا، ان دونوں کو ابھی میرے ایک
 پولیس اسٹیشن کے لاک آپ میں رکھا گیا ہے، پولیس۔“
 ”کس پولیس اسٹیشن میں؟“ میں نے اس کی بات
 کاٹ دی۔

”کالا پور کے پولیس اسٹیشن میں۔“ اس نے جواب دیا۔ ”پولیس کل انہیں کورٹ میں پیش کرے گی اور ان کا ریاستہائے کی۔“

”میرے بس میں نہیں ہے۔“ اس نے کہا۔ ”تم چاہتے ہو کہ کوئی آدمی تم کو بات میرے بس میں نہیں ہے، دوسرے کو کہتا ہوں؟“

اس کے لیے سے لگ رہا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔
 "ہم لوگ اس وقت تک سہرا ب کوٹھ بیٹھی چکے تھے۔
 بھی خوف زدہ ہو کر سہرا چلا آتا تھا۔

”اب کہاں جاتا ہے؟“ اس نے پوچھا۔
 ”سیدھے چلے رہو۔“ میں نے کہا۔ ”آگے جا کر
 کسی طرف سروس روڈ پر لے لیتا۔“

ایک دیران اور سنان جگہ کچھ کر میں نے گاڑی رکوا دی اور اس سے پولا۔ ”بریف کیس کے لاک کا نمبر بتاؤ۔“

”میں نے ابھی تک نمبر سیٹ نہیں کیا ہے۔“

میں نے بریف کیس کھول کر دیکھا، اس میں واقعی دس بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس کی تلاش کی تو اس کی

کے جیٹز اور شرٹ پہنانا تھی۔ صدر کے علاقے سے مجھے
 کڑے کی ایک اچھی جینز مل گئی وہیں سے میں نے ایک
 شرٹ اور ہلکی چمکی جیکٹ بھی خریدی۔ پرانے جوتوں میں
 مجھے ابھی کچھ بین میں ایک جوگر بھی مل گیا۔ میں نے ایک
 بلاڈک سے تاحہ روم میں چڑھے سے بولے اور پرانے کپڑوں کو
 ایک شاہ پر میں رکھ کر باہر آگیا۔ ہر موقع دیکھ کر میں نے وہ
 شاہ پر بھی کولڑے کے ایک ڈیمبر پر پھینک دیا۔

آگیا۔
ایک سنگل پر گاڑیاں رکھیں تو میں جھپٹ کر ایک گاڑی
کی پینجر سیٹ پر بیٹھ گیا۔

فرمایا۔ وہ جاچکس، بیٹھائیں سال کا صحت مند آدمی تھا۔
 ”چچا! تیرا درد ختم ہو چکس اور کچالوں کا۔“
 میں نے اسے پہلی کھانک اور سفاک کچے
 میں لایا۔ ”خاموشی سے بیٹھو، ورنہ مجھے صرف اچھی کے
 ایک اشارے سے اس کا منہ کھڑا ہوا چڑے گا جس پر مجھ
 ختم، یہ پہل ہے آواز چلائے۔“
 گاڑی والے اس کے چہرے کا رنگ آدمی اور پیشانی

عراق آلود ہو گئی۔ ”تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟“ وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔
 اسی وقت سیکٹر کلر کیا گیا۔ میں نے کہا: ”خاموشی سے

اس نے گاڑی گیر میں ڈال کر تھکے بڑھادی۔
 ”دیکھو میرے پاس اس وقت زیادہ کیش نہیں
 ہے۔“ اس نے کہا۔ ”صرف دس ہزار روپے ہیں
 گے۔“ اس کے علاوہ یہ سیل فون ہے، میری گھڑی اور گھنٹی

”جکومت۔“ میں دہاڑ کر بولا۔ ”میں نے کہا ہے کہ خاموشی سے چلتے رہو۔“

”دیکھو، تم یہ اچھا نہیں کر رہے ہو۔ میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔ وزارت داخلہ کا ایک ڈپٹی ڈائریکٹر ہوں۔“

”تم وزارت داخلہ میں ہو یا وزارت خارجہ میں۔“
 اس نے کہا۔ ”لیکن ذمے دار گز نہیں ہو۔ جھوٹ بھی
 لکھنے ہو کہ جہاز سے پاس صرف دس ہزار روپے تھا۔“
 ”اس کا مطلب ہے کہ تمہیں ساری معلومات تھیں۔“
 ”میرے مرے لکچے میں بولا۔“ ”ہاں میں نے جھوٹ بولا

[illegible]

پھر لوگ ٹی وی بھی دیکھ رہے تھے۔
میں نے کہا انا کہتا ہوں ٹی وی پر نظر ڈالو۔ وہاں
نیوز چین شروع ہو چکا تھا۔ چند سیاسی خبروں کے بعد نیوز
کاسٹر نے میرا نام لیا تو میں چونک اٹھا۔

وہ کہہ رہی تھی۔ سیر فنی کی ہماری مقدار مشکل کرنے والے ظوم فراز کے والد اور ہماری آج کراچی پہنچے تو پولیس نے ان رپورٹ پر انہیں گرفتار کر لیا۔ ظوم فراز اور اس کی بہن گرفتاری کے بعد پولیس کی حسرت سے فرار ہو گئے تھے۔

بعد میں وہ دونوں آپس میں ملے، میں مارے گئے۔ اس
 ایس بی کے رفیق کا خیال ہے کہ ظلم کے والد اعجاز اور بھائی
 سلمان کا تعلق بھی اسی گینگ سے ہے۔ خوشنما کی اس سنگت
 میں ملوث ہے اس کے چچا پبلک سہری اور پوری
 تصویر بن رہی ہیں۔ چچا کے نام سے مارے گئے دونوں
 سے حاصل کی گئی۔ چچا ڈی بی اور بھائی جان کو دکھا گیا۔

یہ خبر دیکھ کر نوالہ میرے مطلق میں اٹک گیا۔ میں نے
ابھی کھانا ہی شروع کیا تھا پھر مجھ سے کھانا نہیں کھا پایا، میں
نے کاؤنٹر پر تل کی ادا کی گئی کی اور باہر نکل آیا۔ پھر پیر باب
وہی مسلک، ڈنڈی اور بھائی جان کے ساتھ کرنے والی تھی۔

میری کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں؟
میرے پاس پیسے بھی نہیں تھے۔ ورنہ یہاں تو ہر کام
میں کے زور پر ہو جاتا ہے۔ ”مے۔۔۔۔۔ مے۔“ میں مدھی

منہ میں بڑا ایا اور کسی کی کلمی ہوئی ہے بات یاد آئی کہ یہاں
 مانگے سے کوئی ملتا کہ چھینا پڑتا ہے۔
 ”ہاں، مجھے چھینا پڑے گا۔“ میں نے فیصلہ کر لیا
 میں کہا۔
 پہلے میرے پاس تھا۔ اب مجھے دعوتی اور کرتا اتار

علین نے کہا۔ میرے حصے کی بہت سی زمین ہے آپاؤ پڑی ہے۔ میں سوچ رہا ہوں، اسے بھی آپاؤ کروں تو شاید کروں گا۔“

ہر شخص کی کوئی نہ کوئی پریشانی تھی، کوئی نہ کوئی الجھن تھی۔

ایک دن میں وہاں سے جانے کو تیار ہو گیا۔ میری داڑھی اب خاصی بڑھ چکی تھی اور وہ جس بھی خاصی جگہ پہنچتا تھا۔ میں اس وقت کرتے، دھوئی اور سندھ کو ٹوٹی میں تھا۔

غلن نے مجھے کچھ ٹوٹ دیتے ہوئے کہا۔ ”کچھ لو، سامان، کام آئیں گے۔“

مجھے واقعی جیسوں کی ضرورت تھی۔ غلن نے مجھے ایک مہینے کا سامان دے کر دیا تھا۔

میں اس سے بغل گیر ہو کر باہر نکلے گا تو وہ بولا۔
 ”ساحی، میں لاری اڑے تک تو آپ کو چھوڑ کر آؤں گا۔“
 پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔ ”ساحی ایک منٹ! آپ اپنی
 ایک چیز تو بیچیں، بھول رہے ہیں۔“ وہ دوبارہ اندر گیا اور

واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں وہی گتہ جس میں نے حقانیت سے اٹھائی تھی۔ بھر وہ مسکرا کر بولا: "سنا میں، اب ذرا پولیس سے فک کر رہا۔ اس میں اس کی کچھ کڑیاں بھی لے آیا تھا۔"

میں نے وہ کہیں اپنی دعویٰ میں اڑس لی اور حیرت سے بولا: "عائن! تم مجھے....."

پولیس اپنے آفیسر کی تلاش میں آئی تھی۔ پولیس اب ویرست کریں۔ دو گھنٹے بعد ایک ٹرین کراچی جانے والی ہے۔
"میں نے تو ابھی تک یہ بھی نہیں پوچھا کہ یہ کون سا گھوڑہ سوار کمرہ تھا؟"۔

”سائیں یہ شاہ پور ہے، یہاں سے چھوٹا کاشی
آدمیوں کے دور کی ہے۔“

مطلب ہے کہ میں کراچی سے زیادہ دور نہیں تھا۔
 علین نے نہ صرف مجھے اسٹیشن تک چھوڑا بلکہ کراچی کا
 ٹکٹ بھی خریدا اور بولا: ”سامعہ، چند روز منٹ میں ہمارا

آنے والی ہے۔“
 مجھ کو بھی ٹھہرین میں سوار کر کے وہیں چلا گیا۔
 ☆☆☆
 میں کراچی کے کینٹ اسٹیشن پر اترا تو سب کچھ دیر
 ہی تھا۔ بس میں وہاں تک جا کر سڑکاری طور پر تو میں تھا

میںوں سے بھی بکس جزار روپے اور پائیس بڑا چھوٹا سا
بائل نکلا۔

”بچے اترو۔“ میں نے درشت لہجے میں کہا۔

”نگ۔ کیوں؟“ وہ پکھلا۔

میں نے ہاتھ بڑھا کر دروازے تک سینٹ کا دروازہ کھولا

اور ایک مرتبہ چڑھا۔ ”بچے اترو۔“

”اب سامنے کی طرف دوڑ کر دو۔ اگر پیچھے مڑ کر

دیکھا تو کچھ کر دوں گا۔“

وہ پیچھے اتر آؤں میں کہا۔ ”بھاگو۔“

دوسرے پاؤں رکھ کر بھاگا۔ میں نے اس کا نشانہ لیا

اور تھک کر پیچھے گولی اس کی گردن میں لگی اور وہ اذیت، تک

اعمال میں کچھ کر دیا۔

میں نے فوراً گاڑی کا سٹارٹ کر دیا اور اسے وہاں سے

نکل کر سڑک پر گھوم کر آیا۔ ایک صاف چمڑے گاڑی میں

گاڑی پارک کی اور برائے کسی نے لگاڑی سے اتر گیا۔

پہر میں نے اسے اٹھا دیا۔ اس کے پیچھے گاڑی چھوڑنے

سے پہلے میں نے اس کی جگہ پر کھڑے ہو کر اس سے صاف

کر دیا تھا جہاں میرے گھر پر بھی ہو سکتے تھے۔

میں نے وہاں سے ایک بڑی چوڑی اور سیدھا کھینٹ

ایشین بنایا۔ وہاں سے دوسری گاڑی کے ذریعے پورے

کالونی پہنچا۔ وہاں روپے کے ایک صاف ستر اہوں

سے میں نے وہاں ایک کمرہ لیا۔ یہاں پر سکون ہو کر کچھ

سوچا جاتا تھا۔

میں ہوں کے کر کے بھی کچھ کر اس شخص کا پس

کھول کر دیکھا۔ اس میں انٹرم کے کھادوں کا ڈھیر تھا

لٹائن اور خیر کا بھی موجود تھا۔ اس کا نام دوست تھا

ایڑوا تھا اور ایڑوا میری طرف تھا۔ اس کے پس میں بہت سے

ڈنٹنگ کا ڈانڈی تھے۔

ایک سال فون کی مٹھی پتے تھے۔ میں بڑی طرح

اجمل پڑا۔ میرے پاس توں فون کی مٹھی تھا۔ وہ تل فون

بھی اس وقت تھا کہ تھا۔ میں نے اس کے اسکرین پر نظر

ڈالی۔ کوئی آخرف سے اس کا کر رہا تھا۔ میں نے فون دبا کر

کال ریسپونڈ کر لی۔ کچھ بولا۔

میرے ہاتھ بولنے سے پہلے ہی آخرف بولا۔

”سامی! آپ کہاں ہیں؟ میں نے اس سے پہلے کہ تم

پانچ سوچ کر بھی کیے ہیں، ہاں سے کہا ہے کہ کام بائیں

پر گھٹ ہوتا ہے۔“

میں بڑی طرح کانٹے لگے۔ بھرتی اٹھا لیکن دوست محمد

جیسا بچہ نہ کر رہا تھا۔ وہی آواز میں بولا۔ ”پاس کو بھول گئے

کال کرے۔“

”ہاں آپ کال کرے گا؟“ آخرف کے لیے میں

جیت کر ”آپ؟“

”ہاں میں نے بھینچا کر کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

فوری ہی تل فون کی بجلی دوبارہ بجی۔ اس مرتبہ بھی

آخرف ہی تھا۔ میں نے کال ریسپونڈ کر دیا اور بھینچا کر بولا۔

”اب کیس؟“

”سامی! تم وہاں میں لاکھ دینا اس لیے نہیں کر سکتے

تھے۔“

”شٹ اپ۔“ میں نے دباؤ کر کہا اور سلسلہ منقطع کر

دیا۔ پھر میں نے تل فون آف کر کے اس میں سے تم کا ڈ

نکال لیا۔ مجھے بہت بڑی بھول ہوئی تھی کہ میں دوست محمد

کا تل فون بھی نہ لے آؤں تھا۔ یہ ایک ہی کال کی سوت

کا علم تھا۔ وہ تھا اور وہیں فون پر آخرف کی نہیں بلکہ میں

پاس میں آؤں تھا۔

وہ دوسرے قسم کا انتہائی بڑا تل فون تھا۔ اس میں میں

اب کو کچھ نہ لگاؤں تھا۔ میں نے فون میں اس میں تل

فون سے بھینچا تھا۔ یہاں تک نہیں گئے۔ جس میں بھی تھا۔ اس

پاس میں فون سے اس کے دوست کہا۔ یہاں سے دوست محمد

اس سے کسی قسم کی ڈیل کی تھی جس کے نتیجے میں اسے میں

لاکھ روپے تھے اور اب وہ آخرف اپنا حصہ لاکھ دیا

تھا۔

میں بہت دیر تک سوچتا رہا لیکن میری تھیں تھیں

آپا میں نے دوست محمد کا پس نکال کر دیکھا کہ کتنے

تھے اس کے ذریعے لی سرائے مل جائے۔ وہ وقت کھول

کے ذریعے نکال کر ڈال دیتے۔ ان میں زیادہ تعداد سرکاری

اسروں کی تھی۔

ایک ایک ڈنٹنگ کا ڈانڈی پر میری نظر پڑی تو میں

چمک اٹھا۔ ”آخرف تان، بڑی بھول اٹھیں اس میں کچھ

کچھ تھا۔ یہ خیر کا پتا اور ٹیلی فون تھا۔ میں نے وہ دھول

اور آخرف ہوں؟ میں نے لاکھ کو گھر سے نکھار پھر بے دھانی

میں اسے پیٹ دیا۔ اس پر بال پانچ سے نکھار دیا تھا۔

”مبار کو کچھ رہا ہوں۔“ آخرف۔

ڈنٹنگ کا ڈانڈی پر آخرف کا تل فون بھی میرے

پاس میں تل فون نہیں تھا۔ میں نے دوست محمد کی سگ کر آخرف

نہروں کی کرتا۔ میں نے فون دیکھی ابھی صرف شام کے

آپا بچے تھے۔ اس وقت تو سب دکان میں کھلی ہوئی۔

میں ہوں سے نکلا اور سڑک کھینچ گیا۔ وہاں سے میں

سے سٹا سائیکل تل فون خرید اور وہاں سے بھینچا ہوا چمڑا

پارک کی طرف آیا۔ میں نے تل فون کے ساتھ ایک کم

بھی خریدی تھی۔ پارک کے ایک پھر سکون کو پھر

میں نے دوست محمد کی سگ لائی اور اپنے تل فون میں لگا دی۔

میرے کان سے کال آئے تھی۔ اسکرین پر کوئی ابھی نہیں

تھا۔ میں نے لاکھ کر آخرف کا ٹھہرا دیا۔ دوسری طرف

سے فوری ہی کال ریسپونڈ کر لی تھی۔ ”بیل۔“ مجھے آخرف کی

آواز سنائی دی۔

”آخرف صاحب! میں فی فون رہا ہوں۔ میں نے

گھبرائی ہوئی آواز سنائی۔

”کون کی؟“ آخرف نے بھینچا کر کہا۔

”میں دوست محمد صاحب کے لیے کم کرتا ہوں۔“

”کچھ پر پہلے ان کا ڈرو ہو گیا۔“

”واٹ؟“ آخرف دانا پھر ہو گیا۔ ”کب،

کیا؟“

”بھرا دینے کے پاس۔“ میں نے کہا۔ ”اس میں

وقت اُن کے ساتھ ہی تھا۔ لوگ ایک گاڑی میں سوار

تھے۔ وہ ایک آئے اور دوست محمد صاحب کو گاڑی

سے پھاڑتے ہوئے گاڑی میں جاتا تھا کہ دوست محمد صاحب

کے پاس میں لاکھ دے لیا۔ دوست محمد صاحب گاڑی

سے پھاڑتے ہوئے گاڑی میں جاتا تھا کہ دوست محمد

دوڑی آئی اس کے پیچھے ہمارے۔ سوچ دیکھ کر میں نے

برائے ہوئے تھا اور دوسری طرف سے دوڑا۔ اسے باہر

چھلا کر لگا دی۔ پھر میں جہاں میں جھپٹا تھا پھاڑا دے

تک پہنچا اور ترک میں ٹلنے لگے کہ وہاں آیا ہوں۔

”وہ لوگ کون تھے؟“ آخرف کے لیے میں آؤں

تھی۔

”میں نہیں جانتا۔“ میں نے کہا۔

”وہ دھورنگ لگا دی ہوں گے۔“

”کون کون؟“ آخرف صاحب۔“ میں نے پوچھا۔

”مجھے بتائیے، میں آئے ہوں گے۔ کوئی دانا گا۔“

”تم۔ تم کم کرو دو گے۔“ آخرف بڑا۔ ”کیا اس

دھند سے میں آئے ہو بلکہ کوئی جانتے؟“

”مجھے صرف احتیاطی کر دہ مجھے کہاں سے گا؟“

میں نے دانے میں کر کہا۔

”اس سے پہلے کہ تم ملک کے کسی گھر سے ہاتھوں

دولت کسی سول

بارے گاؤں وہاں لکھ دے دو۔“

”وہ تو آپ کو نہیں پتا۔“ میں نے کہا۔ ”اب

ملک کو کوئی دانا گے کہ وہی آپ کو کال کر دے گا۔“

وہ ویلو بکریا تو لگا۔ میں نے لاکھ کاٹ دی۔ البتہ

اس کا کال نہیں دینا چھین کر لیا تھا۔ پھر میں نے اپنے

موبائل میں کال کر لیا۔

میں وہاں سے اٹھا تھا کہ ایک پیچھے سے کسی نے

مجھ پر چھلا کر لگا۔ میں اس کے پیچھے سے گھبرا کر فوراً

ی ایک دھرا آؤں گی۔ ان دونوں نے مجھے دیوب

لیا۔

”کون ہو لوگ اور کیا چاہتے ہو؟“ میں نے پھنی

پھنی آواز میں پوچھا۔

”تو تو صرف صاحب کو کیسے جانتے ہے؟“ ان میں سے

ایک نے درشت لہجے میں پوچھا۔

”میں دوست محمد صاحب کے ساتھ کم کرتا ہوں۔“

انہوں نے مجھے آخرف صاحب کے بارے میں بتایا تھا۔

میں نے کہا۔

”بکواس کر کے تو ابھی میں فون کر دوں گا۔“ ان

میں سے ایک خاک لہجے میں بولا۔ ”دوست محمد کے ساتھ

کوئی کام نہیں کر سکتے۔ کچھ جاتا تو کون سے ہاں پس کا بھریا

کاڑی۔“

”نہیں پس کا بھریا، نہ لکھ کا آؤں۔“ میں

نے کہا۔

میرا اہل اور دور ہو گیا۔ لیکن ان میں سے ایک نے

میرے پیچھے سے دوڑا اور پھر ار دیا تھا۔ پھر وہ اپنے

دوسرے سامنے بولا۔ ”میرا دوست محمد صاحب کے

پاس میں لکھ دے گا۔ اس کا بھریا کر لیں گے۔“

”میرا دوست محمد صاحب کی کال دے کر لو۔“

میرے میری مٹائی لی اور پیچھے سے بھل لال

لیا۔

رات کا وقت تھا اس لیے پارک کا گوشہ بائیں

سناں تھا۔ میں لوگ کھاس پر پڑے ہاتھ کر رہے

تھے۔ یہ لوگ پیچھے کر رہے تھے۔

وہ لوگ کچھ نئے اسٹ پر ایک گاڑی تک لائے اور

مجھے مٹی شست پر رکھ دیا، پھر صدف میرے ساتھ

آبیٹھا۔ اس نے میری کھانسی سے متنبہ نہ ہو کر لال

گاڑی سے مجھے کھانسی سے متنبہ نہ ہو کر لال

ان لوگوں نے مجھ سے کوئی بات کی، نہ میں بولا۔ میں

MEDICAM DENTAL CREAM

1

10 PROBLEMS
SOLUTION



Dr. Atiq-ur-Rehman
Dentist



Dentist's 1st Recommendation

مجھے اتنا ضرور معلوم تھا کہ گاڑی ڈینس کی طرف جارہی ہے۔

پھر گاڑی ایک گھنٹے کے پورچ میں جا کر اُور دو لوگ مجھے دیکھتے ہوئے ایک کمرے میں لے گئے۔ وہ ڈرائنگ روم تھا اور اس وقت وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ صفدر نے ہاتھ آواز میں کہا۔ "ولی خان! فوراً ہی ایک ملازم اندر آ گیا۔"

"صاحب! یہ کون سا ملازم ہے؟"

ولی خان سر ہلا کر وہاں سے چلا گیا۔

صفدر نے دیر بعد کمرے کے باہر قدموں کی آہٹ سنی اور باہر سے ایک آدمی اندر آ گیا۔ میں نے اس کا جائزہ لیا۔ وہ لگتے ہوئے قدر اور مضبوط درختی قسم کا مالک تھا۔

"کون ہو تم؟" اشرف نے پوچھا۔

"میں تو سن خود ہی نہیں جانتا کہ کون ہوں؟"

میں نے جواب دیا۔

"کون کر کے گا تو آدمی مجھے اپنے تئیں کے سامنے ڈال دوں گا، وہ کون میں تیرے چچو سے آؤ ایں گے۔"

"چچو بتاؤ کس کا آدمی ہے؟"

"میں کسی کا آدمی نہیں ہوں۔" میں نے کہا۔

"صفدر! یہاں سے نکلتے آئے گا، اسے اوپر لے جاؤ۔"

صفدر نے برقی طرح میرے بال پکڑے اور مجھے جھکاتے کر کے ایک طرف دھکا دیا۔ وہ لوگ مجھے اسی انداز میں اوپر لے گئے۔ اوپر پہلے کمرے میں فریج پر اسے نام تھا، کونے میں صرف ایک چیلر پڑا ہوا تھا۔ چیلے کے نزدیک دو کرسیاں رکھی تھیں۔

"میں تجھ سے آخری دفعہ پوچھ رہا ہوں کہ کون ہے؟ تو کلمہ کا آدمی ہے؟"

میں نے اسے سب کچھ صاف صاف بتائے کہ فیصلہ کر لیا۔ مگر تو مجھے یہی کہی تھا بلکہ یہیں سے مطابق تو میں مری چکا تھا۔ مگر اشرف ہی ڈیڑھ اور بھائی جان کے لیے بچہ کر کے

"اگر آپ کے پاس وقت ہو تو میں آپ کو قصیل سے اپنے بارے میں بتا دوں، پھر فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے مارے ہیں یا پیس کے حوالے کرتے ہیں؟"

"جو کچھ کہنا ہے جلدی کر دے لیکن جھوٹ بولا تو میں واقعی اپنے تئیں کے سامنے ڈال دوں گا۔"

پہا۔
 "ابن ایس بی زبانی کے ذریعے۔" اس نے کہا۔
 "یہ پان زبانی صاحب ہی کا تاقین ابھی جس تک ملک کی طرف سے ملا تھا۔" سکھ سراس لینے کو کہا، پھر ملا۔
 "زبانی صاحب نے کہا تھا کہ اگر وہ دونوں بھیابی توکل خانہ پر ہی کے بعد ان کی افلاحت سے روانہ کر دیا جائے گا۔ یہ جابابہ آدی لہا۔
 "لیکن پھر ہوا کیا؟" میں نے زہر لیے مجھے میں پہا۔
 "اب یہ تمہاری بیڈلگ تھی کہ اس دن غیر متوقع طور پر سکھ سے اسٹنٹ گلڈر پھر خیاری ڈیوٹی کی تھی۔ یہاں کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کا پاب بھی کی غیر قانونی کام میں ملوث ہو گا۔ وہ اس کے تحت پر نہیں چڑھے گا۔ پھر خیاری درجہ میں تمہارا میں رکھا رشتہ آگیا۔ ملک صاحب نے اسے جوڑ دیا، لاٹھی، لالچ، مراعات، ایک جگہ دینے کا فیصلہ کیا لیکن وہ اس سے کس نہوا۔ زبانی صاحب کا خیال تھا کہ درجہ دو میں توکل خانہ متانت پر رہا کر کے اس کا بیجا دیوانہ جانیے گا لیکن تم نے مجھے یاد ہی جلد بازی کی منظر پر کر دیا اور۔"

میں نے اس کے ہم پہاوی قوت سے منتظر رہ کر دیا۔ وہ پڑ کر رہ گیا۔ میں نے اسے نہیں کہا۔ "زبانی کے ساتھ جو بھلا ہوا، اس نے اس کے پروگرام میں شامل تھا۔" اس بارے میں میں نہیں کہیں۔ "سکھ نے منتر کے تازہ دوڑم کو سنا ہے تو اسے کہا جس میں سے خون رسنے کا تھا۔" اس کا جواب زبانی صاحب ہی دے سکتے ہیں۔
 "تو کھرا میرا حیران کیا کیا کام؟" میں نے ایک دم اصل حال کیا۔
 "سکھ میٹر، مجھے بارہا مت۔" سکھ کو گڑا گیا۔
 "میں نے نہیں سمجھا کہ بتا دیا ہے اب تو۔۔۔"
 "غیر فراراً" صفحہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

میں نے منوریت سے صفحہ کو دیکھا اور بلا۔
 "آپ ہی اسے سمجھا گئے۔ یہ اس وقت نہیں میں پاگل ہوا ہے۔"
 "میں اسے بھی سمجھا نے آیا ہوں۔" صفحہ نے کہا۔
 "اپنے ہاتھ اس کے خون سے منگہ کرنے کے بجائے اسے تون کے سامنے ڈال دو۔ وہ کل سے ہوئے ہیں۔"

جاسوسی ڈائجسٹ 245 اکتوبر 2016ء

تھا۔

میں ایک منگہ کمرے میں رکھا تھا۔
 "میں کمرے میں داخل ہوا تو میرے ہاتھ میں چوڑے کا ہنٹر تھا۔ میں نے مجھ کے پیچھے پڑا تو ڈوس کے ہم پر ہنٹر کی بارش کر دی۔ اس کے پڑے سے بھٹ کر اور ہم سے خون رسنے کے دو بڑ حال ہو کر پید پر گر گیا اور پچھتے ہوئے لگا۔" آخر ہم اور صفحہ نے کیا کیا ہے؟
 "مجھے غور سے دیکھو۔" میں نے اس کے ہم پر ہنٹر مارے ہوئے کہا۔ "میں فرار ہوں۔"
 "وہاں کھڑا؟" وہ اچھ کر لگا۔

"تو مجھے اسی جگہ پر بھول گیا۔" میرے سامان میں بدین سے پھر ہوا ایک تونے ہی کا تھا؟
 "فی۔ فرار۔ لیکن۔۔۔" تو۔۔۔
 "چرچا ہوں۔" یہ ہے کہ گا نا پاں اس میں سچا ہوں۔ اس فراڈ کو میں نے ایک عمر سے پہلے ہی کر دیا۔ میں اس کا بھوت ہوں۔
 "مجھے تو یہ بھی کہ کھیلارے ساتھ یہ سلوک ہو گا۔" سکھ جلد ہی بولا۔ "نہتے کہا کیا تھا کہ کمرے کو کٹی لائی تھی۔" سکھ اس پر بھی نہیں ہر جگہ بچے آدی لہا۔ لیکن اس سکھ اس فیئر فیئر کی وجہ سے اب مجھ کاٹ ہو گیا۔"

میں تیری مناجا میں بننے کے لیے یہاں نہیں لایا ہوں۔ "میں نے دبا کر کہا۔ "میں صرف یہ بتا دے کہ تو میرے ہی ساتھ کیا کیا گیا۔" میں نے کہا۔ "پھر مجھ سے بھی سچی کہا گیا تھا کہ وہ سوت تھا میرا بے زبانی سچا دوں۔"
 "وہاں اس سوت کیس کو کون رہیو کرتا؟" میں نے پہا۔

میں نہیں جانتا۔ "سکھ نے کہا۔
 "تھ سے کس کو کہا تھا کہ وہ سوت کیس میرے ذریعے امر کیا بھیجا ہے؟"
 "مجھے سکھ صاحب نے کہا تھا۔"
 "مگ، مگ، مگ۔" میں بھتا کر بولا۔ "کون ہے یہ نیک اور اکلان رہتا ہے؟" میں نے دبا کر کہا۔
 "یہ نہیں میں جانتا۔ میں کیا ملک کا کوئی آدمی بھی نہیں جانتا کہ ملک کون ہے اور اکلان رہتا ہے۔"
 "تیرا رابطہ کیسے ہوتا ہے اس سے؟" میں نے

کوئی کوئی بیپ کر نے والا نہیں ہے گا۔"

"کیا مطلب؟" سکھ نے کہا اور اپنی جیب میں ہاتھ ڈالنا پہا۔
 "تو۔۔۔ روزی نے اسے جھڑک دیا۔ "اپنے دونوں ہاتھ باہر رکھو۔۔۔"
 "اس نے کب مجھ سے کتنے میں کٹا لی۔
 "کون ہو؟" "سکھ کے کچھ میں خوف آمیز حیرت تھی۔

"غور۔۔۔ روزی نے درشت لیجے میں کہا۔ "جس میں سب معلوم ہوا ہے گا کہ کون کون اور۔۔۔"
 "اب تک سکھ نے روزی کے کمن والے ہاتھ پر پیچھے پیچھے لاری۔ اس کی کمن اکل کر دور جا کر۔ سکھ نے فرار اپنی کمن لال اور بولی۔ "اب تاؤ تم کون ہو؟"
 "میں۔۔۔ روزی سرکاری۔" "میں نے نظر نہیں آ رہا کہ میں کون ہوں؟"

"یہ کی طرح میری بات کا جواب دو۔ روزی تمہاری لاش میں کل سے پہلے کی نظر نہیں آئے گی۔"
 "روزی نے اس کا اپنی کتنی کمرے اٹھا اور دے پاؤں کتنی کے سر پر چکا گیا۔ "کتنی کمن چیک دو۔ روزی میں تمہاری کھوپڑی آڑا آڑا دوں گا۔ تم ایک لڑکی کو تمہا کمرے سے دھکا دے ہو۔"

سکھ اپنی جگہ پر ساکت رہ گیا۔ اس نے اپنی کتنی ریت پر چیک دی۔ روزی نے پک کر اسے اٹھا لیا اور بولی۔ "بھلا۔۔۔" اس میں بہت ہو گیا۔ مجھے واقعی تمہاری بیپ کی ضرورت ہے۔"
 "روزی نے مجھ کو تم خودی نفاذ۔" "میں نے کہا۔ "میں چلی ہوں۔" وہ پڑے ہمارا کڑ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

"بکومت۔" روزی نے آگے بڑھ کر کھانے کمرے پر ایک فیئر مارا اور بولی۔ "تم مجھے ہمارے ساتھ چلو گی۔ تمہارے پیچھے تو کھیل اور ہمارے گا۔"
 "میں ان دونوں کو اپنی گاڑی تک لائے۔ میں نے چیک کی جیب میں سے کمن کے پھلوں میں اڑا کر دی۔ لیکن میرا غماز اپنا قاتل ہے وہ بے تکلف دوست بننے کو تیار ہے ہوں۔ مجھ کو روزی نے گور کر رکھا تھا۔

☆ ☆ ☆
 میں نے سکھ کی اپنی طرح میں اس کا نام تھا۔ اس کے کمرے میں بند کر دیا ہوں میں مکلی دھکے صفحہ نے بند کر دیا۔

مست دیکھنے کی جہاں کھیل اور بیٹھے تھے۔

"کون لہا ہے لوگ؟" روزی نے پہا۔
 "ان ہی دونوں سے میری زندگی پر ہوا کی جھی روزی۔" میں نے سکھے ہوئے لیجے میں کہا۔ "ان کی وجہ سے میں نے اپنی لائی بین کو کھوایا۔ اس کی عزت پامال ہوئی۔ میرے فرزند صفت باپ اور بچے سے سادے بھائی کو لاک آپ تکہ دکھانا نہ پاتا کیا۔"

روزی نے اپنی پنڈلی سے بندھا ہوا منل نکال لیا اور بولی۔ "تو پھر انکار اس بات کا ہے۔ ان میں میں صفحہ کی دو۔ یہاں اس وقت اتنی بھینر بھائی میں ہیں۔ میں اصل پر ساکھ فٹ کرتی ہوں۔ کسی کو معلوم ہی نہ ہو گا کہ وہ دونوں پیچھے پیچھے ایک کسے کر گئے۔" روزی نے کمن پر ساکھ فٹ کرتے ہوئے کہا۔

"میں روزی۔" میں نے کہا۔ "میں انہیں اتنی آسان موت نہیں ماروں گا۔ بلکہ سچا کر ماروں گا۔ میں نے سکھ لیجے میں کہا۔
 "گاہک کیا چاہتے ہو؟" روزی نے پہا۔
 "میں ان دونوں کو دھکے پڑا کے پیچھے لگا نے پر لے جانا چاہتا ہوں۔"

سائل پر اس وقت پرانے نام ٹوکے تھے۔ وہ کسی ایسے جڑے جو بہت کی بیاس بھانے وہاں آئے تھے۔
 "تم گاڑی کی طرف چلو۔ میں انہیں وہاں لگاؤں گی۔"

"نہیں روزی! میں اس واقع کو تھا نہیں چاہتا۔ میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا لیکن کھانے پر۔"
 "روزی نے شائے کی پکے۔ میں روزی سے مجھ کا پلے سے پر چٹہ گیا۔ وہ لہر لہی ہوئی کمن کے سامنے بیٹھی اور بہت ادا سے بال پیچھے کی طرف جھک کر بولی۔
 "پکھڑی کو آپ میری کھ بیپ کہتے ہیں؟"

"کیسی بیپ؟" "میں نے دیکھ میں پہا۔
 "میری گاڑی اسٹارٹ نہیں ہو رہی ہے" "میں نے آپ۔
 "یہ جس میں کھ لگ رہی ہے؟" "میں نے گواہی سے کہا۔ "مجاؤ اس ملک سے رابطہ کرو۔ وہ بتا سکتا ہے کہ گاڑی میں کیا خرابی ہے؟" "پھر وہ تیرا کر بولی۔ "اور وہ بیپ کے لیے نہیں ہی نظر آئے تھے؟"

"اس کی ایک ایک خاص وجہ ہے۔" روزی نے مسکرا کر کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ میری بیپ کمرے میں دھکے

”نہیں۔“ سہیل چلا۔ ”ایسا کرتے دوڑتے دوڑتے صاحب۔۔۔۔۔“

”بھاؤ میں کیا دوڑتی۔“ میں نے کہا۔ ”کھڑا ہوجا۔“

”پلیز سرفراز۔۔۔۔۔ مجھے پرہم کرو۔“

”تو نے پرہم کرچکا۔ میری مصیبت پرہم بھرتی ہو رہا۔“

”کیا بات؟“ میں نے پشت سے اس کی گردن پکڑ کے باہر کی طرف دھکیلا۔ ”ہاں! آ تو ہے بتاؤ کہ کون ہے جس نے تجھے مار دیا؟“

”جب میں ایک بات جانتا ہی نہیں تو کیسے بتا سکتا ہوں؟“ وہ گویہ کچھ مجھے سیو لیا۔ ”وہی خان۔“ میں نے بلند آواز میں کہا۔ ”وہی خان نور علی خان ہے جس کی طرح

”کو پڑھ کر خود مار ہوا۔“ اسے کتوں کے سامنے پھینک دو۔“

”تم دونوں کسی کے لیے کام کرتے ہو؟“
 ”جی ہاں، ہم سہارا دیں گے۔“
 ”جس کی جگہ کمال انارڈون گا۔“
 ”میں شک صاحب کے لیے کام کرتی ہوں۔“
 ”کیسا کام؟“
 ”میں اکثر پشاور اور کراچی کے درمیان پھرتی
 ہوں اور پشاور سے دہلی اور کراچی سے دہلی کے جانے
 والے ایک سڑک کے لیے سہارا کی طرح بیٹھتی
 ہوں۔“

گیا۔ پھر میں اس پر بے دردی کی منتظر رہا رہا۔ اس کا لباس جلد جلد سے چمٹا کر اور جسم سے خراں رہنے لگا۔
 ”وہاں آؤ۔“ وہ کہہ کر اٹھ بیٹھا۔ ”مجھے کوئی کیوں نہیں مار دے گا؟“
 میں نے پھر منتظر ہوا، خراں کر دیا۔ وہ بری طرح چلتا رہا، چلتی چلتی اس کی پیری آنکھوں کے سامنے دوپٹی کا تار رہا اس اور لوہو پر چمٹا ہوا اس کی دیران آنکھیں چمکیں۔
 ”تو یہ کوئی ایک جوان طالبی ہو گیا اور میں اس پر منتظر رہتا رہا۔“

دیکھا۔
میں نے اسے ایک اس کے خواب سورت ہاں مٹی میں
کپڑے اور اس کے سوت پر زانے اور چھوڑ دیا۔ "اُو
کی مٹی، اچھے سے چھوڑ دے کہ لوگ انہیں"۔
اگر اس کے ہاں میری مٹی میں سے ہوئے تو وہ میرے
چیز سے پیچھے کی طرف الٹ گئی ہوتی۔ تو اہم کو بھی
جانتی۔" میں نے کہا۔
"دیکھو سو سزا" وہ پھیل کر بولی۔ "میں کوئی معمولی
لوگ یا کامل لوگ نہیں ہوں۔ میں اپنے لیے کی قیامت چکا

اچانک کسی نے میرا ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ دروزی تھی۔ اس نے کہا: "بھئی شیواؤ! فرار الیہ ہے۔"

میرا ہاتھ حرکت کیا۔ گناہ کا گھبراہٹ اور جوش پڑا۔

"اگر دروزی نے کوئی توند جانے تو ایک ایک بھئی اس وقت بھڑکے گا۔"

اس وقت صفدری کے میں آگیا اور دروزی سے "فرار کو کیا ہے؟" سے باہر لے جاؤ۔"

میں نے آتی ہی دروزی سے لے لیا کہ وہاں کا میری دوست کوئی کمرہ چل گیا۔

”تو تو کال کر لے سے بھی بدتر ہے گھٹیا مروت۔“ میں
چکر بھر کر بولا۔ ”میں حیران کی ایک گڑبڑ بھی جانتا ہوں اور
مجھے بھی بہت اسی طرح جانتا ہوں لیکن تو شاید مجھے نہیں
جانتی۔“ میں نے پھر سے اسے اعزاز کیا۔ ”درونی
سے نام لے لی کی؟“ میں نے پوچھا۔ ”اب تو کہے کی
کہن روئی؟“

میں ایک دن ایسے وقت میں اس کے کمر پہنچا جب وہ
میں موجود نہیں تھا۔ گیت پر گارڈ موجود تھا۔ اس نے
میں کو گولی مار دی۔ دیکھ کر بہت متوجہ ہو کر میں بھاگا۔

primenovels.blogspot.com

معلوم کر کے بتا چکی ہوں جنہیں۔ اس کے چار بیٹے ہیں۔ باہر ہر کوئی ہے تمہارا۔ کتنے سال بیت گئے۔ تم کس سے ملے؟ سب کے لیے تم مر چکے۔ تم یمن کیوں نہیں کرتے میرا؟ اس نے رشو بخود سے الگ کیا۔
”یعنی اپنی سزا کاٹنے کے باوجود میں جیل سے نہیں جاسکتا؟“
”نہیں۔ تم جاسکتے ہو اگر مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ۔“

پروفیسر نے ہمدردی سے کہا: "مجھے بتانا۔"
 "مگر اب میں کیا کروں؟ میں تو میل کو چھوڑ رہا ہوں۔"
 "کیونکہ میں۔۔۔ جو کرتا ہے دوسروں کو کرتا ہے تو صبر کرو۔" اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جو جانتا نہیں غراب ہے۔ کہنا، جملہ ہے تو سلاما نامرد کا لطف۔ جو یہی کہے گا۔

ایک وارڈن نے اسے دور سے آواز دی۔ چمکھو
 قریب آ کے اسے پکڑ لیا۔ گالیوں کی پرجھڑ کے ساتھ وہ
 اسے گئے اور پھر رات کے ختم ہونے تک اسے کھانے کے لئے
 کھینچے۔ کھانے کے ہوتوں کے کھانے۔ اور ان کے غلام
 رہنے لگا تھا۔ کمرے میں ایک طرف بجلی بڑھنے کی لاش
 پڑی تھی۔ موت سے پہلے کی آفت کے آراب بھی اس کی
 صورت سے ملانے تھے۔ جتنے بانی سب کو کھانا دے
 دیا۔ اور اسے کھانا دے۔

”خوشو گیا رو..... آج تیری سزا پوری ہو جاتی۔
 آزار تو آگئے تھے، یہ تو نے کیا کر دیا.....؟“ خیلر بولا۔
 ”مہر آپ کا جانتے ہو..... میں پاگل نہیں ہوں اور میرا تو
 اس سے کوئی واسطہ نہ تعلق..... ویسے مالک ہو آپ، بغیر
 مقدمے کے ابھی مجھے ہی پھانسی پڑا کر دو۔“

جیلر نے سر ہلایا۔ "تجہ بہت رعایت دی میں نے۔"
اس کا "تجہ ہے کہ تو آدمی کاٹ کے جانے والا تھا۔"
رشید نے ہاتھ جوڑ دیے۔ "آپ کا احسان میں بھول
سکتا ہوں۔"

وہ میاں میر سے کرا گیا۔ "جل غرض کرے کیس نہ یادوں
میں، حالانکہ میر نے دیکھا ہے کہ تو نے اس کے پیٹ پر کتنی
لائیم ماری تھی، پیٹ مارنے پر روت میں آجائے گا لیکن
سب کو جوہر کرنے سے بھی بات نہیں بنتی۔ کوئی کد تیرے
جواز دے رہا ہے تو اس پر کسی کے دھکم نہیں ہے۔ آج میر
واپس کر دوں گا، جعلی کہتے تھے۔ اب دیکھ کر آج جوہر کا ہے

256 اکتوبر 2016ء

رہے۔ پولیس نے راستہ روک رکھا تھا جو اسے تھے اُن کے ڈیڑے ہی بڑے۔ دیکھتے ہی ہونے لگا پھر پیچھے سے آنسو گیس کے گولے آکے درہمان میں گرنے لگے تو مت پوچھ کمال کا حال ہوا۔" اس نے ایک تھکے لکڑے کے دوسرا ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔

اس کی ماں نے اسے اختیار نہ سکھول دیا اور گھر گھر کر رشید کی طرف دیکھا۔ رشید کو مطمئن کیا تو ہکا بچا جس اس کے صرف کان کھلے تھے، انھیں بند کر دی۔

”اگر کیا جائے تو حکومت؟“
 ”بڑی حد تک حکومت ہے۔ چلنے ہیں تو بیٹرول
 والے رکشا چلاؤ۔ جو کس پر بھی چلے ہیں۔“
 ”ماں نے اس بات پر غور کیا۔ ”دیکھو ہوتے ہیں؟“
 ”ہوتے تو ایسے ہی ہیں، لکھا، ہاتھ کیوں روک
 رکھا۔“ وہ مسکرائی۔
 ”ابن علی ہے۔ یہ بھرا گیا میرا۔۔۔ تیرے کہنے

”ان کا اہن دوسرا جوتا ہے۔ اب اس رستے کا ہم کیا کریں، کہاڑی بھی دو روپے فی کس اور سی این جی رکشاتو آتا ہے ایک لاکھ کا۔“

”ایک لاکھ؟“ ماں نے سینہ پر ہاتھ رکھ لیا۔
 ”حکومت قرض دیتی ہے، ایک سے مل جائے گا مگر
 تین ہزار بیسے کی قسط ہے۔ چاس بیسے۔ چار سال کچھ
 لے۔ لاکھ کے نوڑے لاکھ دو سو کروڑ۔ چل دو بھی کرے
 مجبور آدمی۔ سزا دہنی چلا کر دیکھ ہوئی تو چیت کہاں سے ہو
 گا اور کھنڈا کلاں کرے۔“

”ہاں۔۔۔“ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس کی آواز آئی۔ ”مگر پاکستان کا کیا کریں گے۔ مشکل سے پیٹ کاٹ کے دو کھانے کیے تھے، وہ بھی آدھے ہو جائیں گے۔“ ”ابھی تک انہوں نے جلدی کی بات تو نہیں کی، جانتے ہیں ہمارے حالات کیا ہیں لیکن کب تک چپ رہیں گے وہ بھی۔“

”رشد نے بی اے تو کر لیا۔“
 ”ابھی کہاں کر لیا، نیک بخت..... نچھوڑ آئے گا تو چٹا
 چلے گا اور بی اے کر کے بھی کیا ہوگا، کمزور لگ جائے گا؟ کوئی
 پوچھتا ہے بی اے کو آج کل..... چہرہ ای کی نوکر ہی نہیں
 ہے۔“

”ایسی مایوسی کی باتیں مت کرو، وہ کر لے گا کچھ نہ کچھ..... پائیمین بھی پڑھنا چاہتی تھی، اکب سے گھر میں بیٹھی

25 اکتوبر 2016ء

وہ بھڑک اٹھا۔ ”تم عورتوں کی مصلحت میں آنے والی بات ہوتی تو روتا کس کا تھا۔ ارے بابا لڑکا بی اسے پاس ہے، لڑکی اس کی برابری کرے گی؟ پاکستان میں یہ نہیں چلے گا، چودہ فیصد سولہ پڑھ لکھے بھی کیا ہوتا۔ کرنا تو اسے وہی ہے جو تو کرتی ہے۔“

[illegible]

اس نے جبراً اور بے حق سے ایک بھاری اسلحہ
 جو طیارہ کو اب کاہرہ بن گیا۔ دیکھا کہ وہی ماں، جتنی
 شائستگی تھی، اب یہاں سے نکلی ہے۔ وہ بڑی کوشش
 سے اپنے سینے کو پوش رکھا کہ عینک وہاں کی پریشانی
 مٹتی جا رہی ہے۔ اس نے جہاں میں جود کا ٹکڑا کھائے
 وہ جہاں سے تھوڑے تھے، چلنے لگانے کے لئے ہے
 اس کے ہاں کی ہر شے ہل رہی ہے، ہل رہی ہے۔
 آگے سے اس کی ہر شے ہل رہی ہے، ہل رہی ہے۔
 اس کے اندر کی ہر شے ہل رہی ہے، ہل رہی ہے۔

سوق بھار کے بعد اٹھاس لے مارا کھار گیا۔
رو پرے روزی کمانی شروع ہوئی۔ اب پچاس پچاس کے
ہزار روپے میں کچھ تین لاکھ تک ملے جانے میں
دور ہوئے۔ انہیں اس کے لیے بیس ہزار روپے تین
لاکھ دو ہزار روپے والے آئے۔ دوسرے دو سو
لاکھ دو ہزار روپے کے لیے تیار ہوئے۔ "تیسری" کے
لے کھاد اب اسے کول نہ تھا کیونکہ وہ ریشے کے لیے
بہتر تھا حال اسے بہت دے دیے۔ وہ ریشے کے لیے
کے ساتھ بدلا ہوا ہوجھکا اعلان تھا کہ نہیں کر سکتے تو

پھر ہم بھی کچھ نہیں کر سکتے۔
 تمہاری لڑکی ہماری ڈنٹے
 بعد گھر سوگ میں ڈوب کر
 صرف اللہ دین کے چراغ
 طرح قبول کیا گیا جیسے
 تصدیق کے طور پر قبول کیا گیا
 یاسین کا چہرہ مجھ گیا
 مجھ سے کہہ آگیا کہ

اور رشید کے کان میں ان نازوں کی خاموشی میں اسے
سکپاں گئے۔ وہ جاگنہ راہ رو سوچا رہا اور آہستہ
آہستہ اس کی گارڈ روٹ میں گامزن کیا کہ اس کے خواب
میرا جے خود نہ کے سوا وہ کیا کر سکتا تھا؟
رشید کو یقین کی بات دیکھتے ہوئے خوف آتا تھا
کہ جانتے بے جاں ملازمین وہ کیا دیکھ سکتی تھی اس نے اپنے
پاؤں پر ہاتھ پڑھا لیکن وہ جیڑا تھا۔ اس کے کپڑے میں آواز
پاں تھریں۔ پہنچے۔ وہ دھوکہ کھانے کے احساس سے
دھڑک اٹھی کہ اس کے سر پر کچھ نہ تو پڑا ہے کسی خدا
کے لیے میرے حال پر غور نہ کرے۔ وہ گھبراہٹ سے دیکھ رہا
تھی کہ ایک جاگنہ راہ رو آہستہ آہستہ وہ بھی
پہنچا۔ اس کے کان میں اس نے کہا۔

ایک دن ایک یکنے نے چلا کے کہا۔ "ماں وہ کہہ کر
 نکلا۔"

یہاں ایک دم اچھ سے گنن کی طرف ہکا۔ "کیا کرنا ہے اس کا؟"

یاسمین نے اسے رخ اٹھا کر دیکھا اور ہنسنے لگی۔

"ہائے کے لیے بیوی کی"

ماں نے برہمی سے کہا۔ "کرو کچھ دکھائی نہیں دے ہے، چل دو یہاں سے۔"

اس شام وہ یاسمین کے پاس جا بیٹھا۔ "کچھ میں کیا یاہوں نہیں کرے، تیری پسند کی جائیگی۔"

یاسمین نے ہنسنے سے روک کر کہا۔ "کیا کرنا ہے اس کا؟"

”ہم چھٹ کے اضلاع اور بندوبست کی طرح کھانے لگی۔“ ماں نے دیکھا تو چلتے لگی۔ ”چلتے دے۔۔۔“ بڑھی تو بھئی رہی ہوئی۔ ”سوئی بھی ہو جاؤں گی تو کیا فرق پڑے گا۔“ ”بھئی کا تمہیں کرتی ہے اور انہی مایوسی کی کیا ضرورت ہے۔“ اس نے بیان کر کہا۔

”کیسا کیوں کروں بھائی، تو ماہر ہوتا ہے۔۔۔ اس لیے جیسے احساس نہیں کئے سال ہو گئے مجھے انکار کرتے۔۔۔ اب مگر میں اس طرح کہ نہ کہ قید رہوں، میں اے کا امتحان دینے کی اجازت نہیں۔۔۔ نہیں نہیں تو غور کری کر کے وقت گزارا ہے۔“

”تو ان کا کیوں سوچتا ہے اور اتنا کیوں لڑکھڑکتی ہے۔۔۔“

جس نے مجھ کو ان بات سے بھرپور آگاہ کر دیا اور اس کی مصروفیت جاننے کی کوششیں بھی ہوئی جانتے کی۔“

”جس کو بھائی، میں کچھ دودھ پیتی تھی مگر اب اسے بہت جلد سے چھوڑ دی ہے۔ تو تو اس آگاہی سے کہہ رہے ہیں کہ میں بھی نہیں پیتی۔“

”تو تو کیا کر رہے ہو؟“ اس نے غبی سے کہا۔ ”چھری کر رہے ہو؟“

”میں سب کچھ کر سکتی ہوں اور تو دیکھنا۔“ وہ اٹھا

اور یاسمین کے ہوتوں پر آجانبہ والی پرسوسہ مسکرات
دیکھ کر غصہ لیا۔
شام کو دوپہر ایک دوست کے ساتھ جا کے ہوٹل
پر بیٹھا جائے لی رہا تھا کہ اسے تین لاکے لے کر اور عرب
فہری کا گڑی میں جیڑے کے "پارہیں اس کو گئے سوچنا کچھ
نہیں سنا جو کچھ اس چلا رہا تھا۔" شہینہ بولا۔ "کیا نام تھا اس
کا، عابد۔"
"ہاں وہی تھا اور گڑی میں بھی اس کی تھی۔" دوست
نے۔

رفیق نے بے بسی سے کہا: "ماری کہاں سے آئی
اس کے پاس؟" مری بھی نہیں کہہ سکتا تھا؟
"ہاں، لیکن اسے فیکہ کام کیا، میں نے سنا ہے
کسی کے ساتھ چلے گئے؟" اس کا راجی میں... لہا ہی
ہاتھ مارا ہوگا جو اس کا سہیل تھا! اس کا ادب یہ قرار ہونے
میں کیا ہے۔ رہا۔ اسی کے پاس تھا۔
"مگر... اب تو اصرار باہر کرے ہیں، فوٹو
آجانی ہے۔" رفیقہ بولا۔
"بھینا؟" مری نے کہا، "ابہر ہوگا۔ یا قسمت حتی مجھے
فہم معلوم۔"

عشق زہرِ ناک
”پھر بات کیسے معلوم ہوئی، مزار کی کھدائی؟“
دوست احمد دُور دیکھنے لگا۔ ”یار چمڑ۔ منہ سے
نکل رہی ایک بات کی ہے۔“
”مجھ سے کوئی غلطی ہے؟ حق ہے؟ کہیں جا کے بات
پھیلادوں گا اور حیرانام لوں گا۔“ رشید بولا۔

”دو دراصل، عابد نے مجھ سے بھی کہا تھا۔ جب یہ
نگرائی بادشاہ کا میرے ساتھ چلی۔“
رشید بھونچکا رہ گیا۔ ”کیا کہا تھا۔“
”جی۔۔۔ کہ ایک چانس ہے کچھ عرصہ پہلے اس کی
اور میری بات ہوئی تو اس نے کہا کہ یاد رہے کچھ نہیں ہوگا۔
باپ ساری عمر سڑک کے کنارے بیٹھ کے جو تھیں کاغذ

اپنی زندگی بچنے کا بھی کیا چاندہ۔ میں نے بھی کیا کہا
ہاں۔ لڑائی تو حارشی لڑنے کی ہے۔ کوڑ پر انعام بھی
جب لڑے گا کہ کوڑ ہوگا۔ اب تو یہ ہے کہ ڈاکا کی ڈالنا
اپنے کسی ایک بیک میں۔ اور ہار۔ اور پشیمانی۔
اپنے کسی ایک بیک میں۔ اور ہار۔ اور پشیمانی۔
مجھے دو سبب ہیں۔ میں نے لڑا کر دیا تو اس نے ہڑی
کا لیاں دیں مجھے کہ میں تم کو جو کچھ کی کیا ضرورت تھی۔

بات آئی گی ہوگی۔ اب سال کو اس بات کو دیکھئے
 دیکھا کرو سوچی غائب ہے۔ کہ ایک کان بھر آئی جھوٹوں
 کی۔ دو پاں بڑھا۔ چھوٹی گی دکائی گی میں پھر مجھی۔
 اور میں اور کھڑا تو ہر سے۔ لگا اور ملک پر بھڑکی
 گاؤں سے بچنے کے لیے کیا گیا۔ اس کے بعد جہاں نظر آیا تو
 دیکھے اپنی پائی۔ کیا کیا تھا۔ کہاں سے۔ اتنا
 مال آگیا کہ ایک سو جھوٹوں کی دکائی گی اور کہ
 چاکری میں چمکتے دکھائی گی لیا ہو گا کہیں۔ مگر
 میں اس سے تو بچنے سے رہا۔“

”اور میں نے کہا کہ یہ بوسہ تو میرے لیے ایک خیال ہے۔ میرا
تو بے فکری کا لاکر ہے۔“ ”خیر بھلا۔“
”خیر، تم کیا سمجھتا ہو؟ تو اس وقت پر آتا
کہا کہ میں نے تم پر کیا ہے؟“

یہ سب حالات کی سادہ سی روشنی کا داغ اسی
ماتے پر چل پڑا تھا۔ تو اس نے کہا کہ ہاتھ بڑے خنجر تک
لے لے کر۔ شاید یہ میری کا انتھاب ہے۔ ایک شاکل میں
کھڑا تھا۔ اچھے چہرے کے۔ داغ میں ایک بے خیالی کی
بازگشت ہوئی تھی جس کی جست و خیز۔ خود کو مار رہا ہے۔
مجھ کوئی دھمکی ہے جس کے لیے اتنی حاصل ہوجھد کی

of 10000

اس کو دوا دے کر پھر ان کی سیکل ہے۔ حریت کے گویا
ہے بھی تو بازی مات نہیں۔ دنیا کے جمیلوں سے جان
جائے گی۔ آرام سے جا کے سو جائیں گے کسی گوشہ
میں۔ پھر قیامت کب آتی ہے کب نہیں آتی۔۔۔۔۔
والے کو خند میں صبح تک گزرنے والے وقت کا
کب بھوتا ہے اور قسمت نے عابد کی طرح مساجد و باتو

نی والی جینے کے قابل ہو جائے گی۔ یا یمن اب روزگاری پر امید نظروں سے دھمتی ہے۔

تھے یہاں سے ہیں۔ اس کے خیال میں ایک جینک
تھا کہ وہ کوش کرے تو کامیابی کا تناسب زیادہ تھا
وہ ایک کینے ڈی فٹ پانچ میٹر پر بٹھا آنے
لوں کو دیکھ رہا تھا تو اسے اپنی امتحان خواہش کی بے
کا احساس زیادہ ہوا کہ وہ کوش کرے تو کامیابی کا

کام کرنے والے بنانے سے ایک سے
ہوتے ہیں۔ انہیں اندر باہر کی خبر ہوتی ہے کہ کس
کیش آتا ہے اور کب کارڈ یا ٹائل کچھ فراغت میں
ان کو بے خبری میں چاہیے ہے۔ زندگی جیسے تو

اور اس کی بھی انورس ہے اس کے لیے اپنی
نہیں ہیں محض خیالی تھاکسی خواب یا قلم کا منظر

پاس تو ایک خواہش کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی کو اس نے اپنے والد بھی کوئی نہ تھا۔ اسی کے پاس رہا اور تک رہا۔

آپ نے کہا: "میں نے پچھنا نہیں آپ کو بابائی۔"
 "میں مسکرایا۔" "میں ماسٹر فضل دین ہوں،
 تم کو حساب دے رہا ہوں۔ اب رہنا ہے۔"

مگر کو ب یاد آگیا۔ ”جی۔۔۔ جی۔۔۔ بہت پرانی
لیکن آپ کی صحت۔۔۔ میرا مطلب ہے آپ
کہا تھا

جاسوسی ڈائجسٹ (269)

primenovels.blogspot.com

رہی ہے بہت کر کے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

”جی تو جانتے ہیں۔ کم آن۔“ وہ جواب دے کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ لیا۔

پھر وہ سب کچھ ہو گیا جو رشید کے ایک چیلے کی قوت

غریب میں تھا۔ موصوع تقدیر نے فراہم کیا تھا۔ فیصلہ اس نے

لانا تھا۔ پھر اس کا اور زندگی کو داؤد پر لگا دیا تھا۔ یہ سنیں گے

رشتہ کی ہوئی تھی اسے اعزاز وہاں کا سین کا شو پر چھاپا تھا قادی

اور اس کا چار لاکھ پندرہ سو تھوڑا سا تھا۔ یہ سنیں گے تو

چاہتے ہیں کہ پندرہ سو تھوڑا سا تھا۔ یہ سنیں گے تو

سارے کی دس سو تھوڑا سا تھا۔ یہ سنیں گے تو

رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ماستر کا ہے جان کس کہاں ہوگا؟ اپنے دماغ میں بائیں

اسپتال کی بجلی پر۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے انتظار

میں۔ اور اس کی بیٹی۔ جو شادی شدہ اور کنبہ کی

دستی کی۔ کیا اسے اعزاز ہوگا کہ ماسٹر کا ہے؟ یہ سنیں گے

چاہتے ہیں کہ پندرہ سو تھوڑا سا تھا۔ یہ سنیں گے تو

سارے کی دس سو تھوڑا سا تھا۔ یہ سنیں گے تو

رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہو رہا تھا۔ رشید بھول گیا تھا اب اسے نہ خطرے کا جو دھمک

ہے جس نے کسی کی محبت کے بغیر بھی تھی بڑی ٹوکی

دے دی۔ صرف ایک ہی حالت اس کی۔ اور اس کی بیٹی۔

دے گا وہ کو تو برہمنے ہیں ہزار قرش چکا دے۔ پھر

تیرے پاس کیا ہے؟

”ابا جملہ رکھو، میں سب بتاتا ہوں۔ میرا ایک

اسکل کا گلاس ٹیبل ہے وہی میں۔ بہت بڑی مٹی ہے

اسلم۔ تم معلوم کر لیا۔ اس میں شجر کا ہوا ہے۔ نام ہے

زیلہ صباری۔ شیر صباری۔ سارا میں نے ہزار ملازم

ہیں ان کے۔ وہ آں ٹیبل کیا تو سارا دان کا سہارا ہے

اس کو تمام حالات بتاتے تو اس نے کہا کہ میرے پاس

آج نہ کچھ ہو گیا چکی ہزار پاکستانی روپے۔ وہاں ہے

زیادہ شجر نہیں ہوئی۔ ان کے انڈیکس ڈیڑھ سو میں

سلفٹ شجر کا چاہ ہے۔ میں نے کہا کہ میرے پاس تو

کر کے ہے یہ نہیں۔ اور کہ میرے پاس ہے کہ میرے پاس

نے کہا کہ دایاں کیسے لو۔ میں شجر کر کے ہوں۔ وہ خود

تو اس کا دیکھا میں جاتا ہے۔ ڈار پانچ مارا کھتا ہے وہ

لے لے لے لے لے لے لے۔ تو اس نے ڈار دے دے۔

اب کل میں کسی بھی چیز سے ڈار کے بدلے پاکستانی

روپے لے لے لے۔ اور۔۔۔ اس نے پائین کی طرف

دیکھ کر قہقہہ لگایا۔۔۔ کل میں ہم جا رہے تھے اس کے

سرورال۔۔۔ یہ بتاتے کہ پندرہ سو تھوڑا سا تھا۔ یہ سنیں گے تو

رس باقی ہیں۔ آج اس اور باقی بات ہے۔ کیا ہے۔

خاصی کا طے ایک بل دفعہ آج اس میں ہے کتنی کا

پولیس میں آج اس میں ہے کتنی کا۔ یہ سنیں گے تو

کیا اس کی باقی اس میں ہے کتنی کا۔ یہ سنیں گے تو

ساتھ اس پر کمر ہاتھ نمودار ہوئی۔ ”خیر ہے میرے

مہرب۔۔۔ اس کے باپ نے ٹوٹا اٹھا کے اور اس کی

دیکھے اور پھر رشید کو لے گیا۔ ”اب میری کن

لی۔۔۔ اس نے رشید کا ہاتھ پکڑا اور پھر تو اس کی

دے دے۔ اس نے رشید کا ہاتھ پکڑا اور پھر تو اس کی

اسے معلوم ہی نہ تھا کہ آٹھ سو تھوڑا سا تھا۔ یہ سنیں گے تو

گھبرا کر بھاگتا ہے۔

رات کو رشید کی سونے کی برقعش ہے سو جا

ہوئی۔ اس کا دل ان محبت معلوم ذخات، انکسائٹ اور

دماغ ٹوٹتی سمندر میں اچھے والی ہر دلی جیسے سوالات کی زد

میں تھا۔ وہ خاموشی میں اپنے دل کو کھول کر اس کا

محبت کے غریب نے دے دے کہ اس کے سرور میں

گیا تھا۔ باقی سب خیال و امکان کے سحر تھے۔ اس وقت

بڑے ہموار مناظر دکھائی گئے۔
 "چلو چلو نہیں آگیا ہوں تمہارے پاس۔
 تمہارے سامنے ہوں۔"
 دوسری بوکے بیٹھتی۔ "مسٹر رشید! میرے سامنے
 تو آپ ایک بے بسی بھی آگئے تھے۔ میں نے دیکھ لیا تھا
 نہیں، ایک دھن کے دروازے سے لنگ کر گئیں جاتا
 ہوا۔ میں اسٹاپ پر ٹھہری تھی، اس نے دکھائے کہ کچھ
 کیا کرو گئیں لنگی، میرا ہجر جانے والا دم بھر گئے۔
 میں نے میرا کپڑا تو کم سے لٹا دیا ایک خواب۔ حادثہ فحتم
 زعفر اور شہر میں تھے۔
 "ابھی صاف یاد کرو دیتے ہیں۔"
 گردہ پانی پیتی۔ "اور تم؟ چھوٹا قصہ! اچھے خود
 جی۔ میں نے تمہارا گردہ نہیں دیکھا تھا پتا نہیں چھا تھا
 کسی۔ تمہارے ساتھ کہاں تھی کسی کی؟ ہوا میں بول
 کرے۔ میں فون نہیں کر سکی تھی کچھ کتب
 تمہارے پاس ایسا معمولی سا بیٹن بھی نہیں تھا اور آج یہ
 پندرہ میں ہزار کا بیٹ بچے دے دے رہے ہو، کیے آیا یہ
 انتخاب۔"
 "ہم چاہو تو یہاں سے۔" گفتیں کمال کے بیٹھے
 جیسا کہ وہاں۔ میں سب بتاتا ہوں۔
 ہمیشہ کی طرح اس نے رشید کی بات مان لی، کسی
 بہانے کے بغیر۔ اور اس کے ساتھ دیتے میں بیٹھتی تھی
 ایک بار پھر میں نے نیلی کے ہم سفرات اور اس کی
 متناہی شعل محسوس کی اور اسے دیکھا اور سوچا ہر ایک
 آخری دے وہ اپنا کھیل کر کے اسے نیلی کے چھوڑ دینا
 چاہے کیونکہ وہ اسے کچھ نہیں دے سکے۔ یہ تو قیامت
 رہنے والی بات تھی، قیامت مائے ماں فتنی اور ادنی
 ایسا بن جائے۔ اپنی فکر اور اپنے بچے اور سب کچھ کو
 متنبہ کر اور ان کی خوشیاں دیتے والی۔ اب وہ کیسے
 بتائے کہ وہاں کا زہر اس نے پی لیا۔
 وہ ایک باہر پھر گیا۔ سمندر دی تھا۔ ہوا کی
 تریب دیتی تھی۔ اس پر سے گزرنے والی ہوا کی گھنٹی کی
 دہائی۔ وہ دفعت کی دیوار پر آگیاں لگنے سے پیسے
 پانی بیٹھتے تھے۔ ان کے سامنے لہروں کے جھاگ میں
 وقت کی کھوکھ تھی۔ یہی چوں کے تھک رہوں گی بخار
 سے کہیں۔ ایک انہی صبا جڑا ایک دوسرے کا ہاتھ
 تھا سے آہستہ آہستہ پر چلا ہوا گزرا۔ تو وہ جان نے
 جو تھے ہاتھ اس افادہ گئے تھے اور پچھتے چلا رہے تھے۔

"اب کہنے کو کچھ نہیں تھا تو یہاں آنے کی کیا ضرورت
 تھی؟" نیلی نے ایک منظر کی سانس لی۔
 "یہ آج آکر نہیں تھا میرے پاس۔" وہ
 بولا۔ "تم کو بھول جاتا۔ نہیں یاد رکھ کے کیا کرتا، میں کسی
 میں ایک ہی جگہ تک نہ کو ابھارے رکھا، اپنی زندگی تو خواب کی،
 تمہاری ہی کرتا۔ چلو میں بھول جاتا تھا۔ اب۔ آئے
 دلنے کی بات کرتے ہیں۔"
 "کلی کیا ہوگا؟"
 "دوب جہو جا ہے۔ میرا تمہارا ساتھ دیکھ کر،
 اب مجھے لگتا ہے کہ تم پر ایک بڑے بچے راست ہے۔ کون جان
 سکتا ہے کہ گئے موز کیا ہوگا۔ اب میں امید ضرور رکھتا ہوں
 ہوں کہ وہ کبھی کوئی موثر سربراہان اور زمین چھلوں
 والی۔ جس کے بارے میں ایک کا موزی ہو چکا ہو۔
 میری اور تمہاری اب خواب دیکھا جرم نہیں لگا، تو حکومت پھر
 ساتھ ہیں۔"
 "بتاؤ کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں؟ تمہاری سوچ
 بدل دی۔ میں تو ابھی اسی پر ٹھہری اسکول میں پڑھائی
 ہوں۔"
 رشید نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "تم چاہو تو ابھی
 ملازمت چھوڑ دو۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے والدین مان جائیں
 گے۔"
 اس نے ہاتھ چڑھایا۔ "جواب پہلے ہی دے چکی
 ہوں میں، میرے کم سے کم پندرہ سو روپے ہیں تو دل نہیں
 کہے، کیونکہ میں دینی نہ چاہتی تھی۔ یہ سائنس بنی ہونے کا قاعدہ
 ہے۔ جرم سے۔ میں تو نہیں لگتی کی کر کے کیا ہے؟"
 رشید نے عجیب کی کیا کہ اس سوال کے جواب سے بچا
 نہیں جاسکتا۔ "مرمت اس کے پس و پیش کی تھی جو اس
 نے اپنے گھر میں سالی تھی۔ اس نے سکون اور اعتماد سے وہ
 دہرائی۔
 "تو تم دینی چاہتے ہو، شادی کے لیے والہاں آؤ
 گے؟"
 "میں۔ شادی کر کے بھی جاسکتا ہوں۔ اب چندہ
 میں دن میں تمہارے والدین رکھتی پر آباد ہوں۔"
 "میں جانتے ہو وہ خود مالیات سے دور رہتے ہیں۔
 ایک جی ایس ایم کی شادی میں دیکھو صحران کا رستہ ہے۔ وہ
 تو دو گاؤں کی موجودگی میں میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں
 دے کر گئیں کہ کرنی انمان اللہ۔ میری کوئی خوشی نہ
 اسے میں صرف دیکھیں دے دہاؤں اور اس کا نتیجہ وہ معلوم

خوب ہے۔"
 "وہ میں جانتا ہوں، ایسی صورت میں تم کچھ دن
 کے والدین کے ساتھ رہنا پھر میں دینی لگا دوں گا
 کہیں۔"
 نیلی نے اس کے ہاتھ سے اپنا سوا گل لے لیا، کچھ
 کے بغیر اس نے اپنی کمرے کے سوا کچھ نہیں لے سکا لی۔
 "نیلی نے کہا کہ یہ ہو؟"
 "میں نے اسے کھرا کا دیکھا۔" یہ خود میں گھر کیسے
 جاتے ہیں ہوں رشید، خود سوچو۔"
 رشید لا جواب ہوا۔ "تمہاری شادی کے بعد تو میں
 نہیں بنایا دوں گا کسی سے بھی۔"
 نظارہ سمندر کو دیکھی پھر ایک دم اس کی طرف
 پلٹی۔ "تم نے جوت کیوں بولا مجھ سے رشید؟" اس کا عجیب
 پنا تھا۔
 "وہ چوکا۔" جوت؟ کیا جوت ہوا میں نے؟"
 "اول بات۔ تم نے مجھے ایک بھوتی
 کہاں سنائی۔ مان میں بہت سے خوف ہوں، لیکن تم سے
 مجھے یہ امید نہیں کہ تم بھی یہ خوف نہ گئے۔ میں نہیں خرم
 کی طرح کھیرے میں سوار کر کے اپنے سواروں سے جوت؟
 چاہت کرتا نہیں جانتی، میں ایک سوچ دوں گی کیس۔"
 "میں کچھ معلوم ہوتا ہے، یہ تم سے میرا۔" وہ مضبوط لہجے
 میں بولی۔
 رشید کا رنگ تھوڑا ہو گیا۔ ایک بھوت کی جس میں کیا تھا
 جہاں سے وہ آئے کیا جاسکتا تھا۔ جب کہ راستہ نہ
 بچے کوٹ کر جانا اور بھی مشکل تھا۔ جانتی تھی۔ اس کے باں
 بہت بات سادہ دل سے تھی۔ انہوں نے کسی شک کا اظہار کیے
 بغیر ہی اس کی بات مان لی تھی۔ شاید اس کے گرد وہ پنا تھا
 شاید اس کے گرد وہ کچھ کی بھوت کی تھی۔
 رشید نے ایک گہری سانس لی اور نیلی کو بچہ بتا دیا۔
 سارا ج۔ اول بات آخر۔ وہ کچھ نہیں بولی۔ اس کی
 آنکھوں نے کچھ نہیں کہا، پر سکون چہرے کی حمایت نے
 کچھ نہیں کہا۔
 جب خاموشی کا ایک طویل پھول، پختہ آؤ رشید نے
 پہلو بولی کر کہا۔ "کیا میں سب جانتی؟"
 "وہ گھر کوئی نہیں۔" اپنے سوا گل سے مجھے رنگ
 دے رہے تھے اس کا آجائے۔
 رشید نے سہلی کی۔ "ماتہ کیا کر رہی ہے؟"
 "میں وہ دھن کر رہی۔" وہ آگے آگے پہنچ گئی۔

عشق زہر ناسک
 "تو کل اسکول میں۔ جب فراغت ہو چکے اس
 کا دل دے دیتا۔" رشید نے ایک رنگ رکھا لیا۔ اب شام
 وصل ہی تھی۔ رشید خوش اور کھینچا تھا کہ جس دست خیم
 نے اس کی مدد کی تھی وہی اس کے مستقبل کے راستے میں بنا
 رہا تھا۔ نیلی اسے بھول گئی تھی۔
 رات وہ خوابوں اور خیالوں میں تم گھنٹہ پر
 چلتا ہوا جاتا کہ وہ آخری تاثرات میں اس کا ایک ہوا تھا۔
 تھا اس کا ذہن بہت سے مسائل میں الجھا ہوا تھا۔
 اسے دینی نہیں جاتا تھا۔ لیکن لاہور وہ جاسکتا تھا اور نیلی کو
 اپنے ساتھ لے جاسکتا تھا۔ اسے صاف پتا تھا کہ لاہور
 زیادہ محفوظ ہے۔ وہاں بھی وہ سب ہو سکتا تھا جو وہاں کرنا
 جاتا تھا۔ یہی بڑی بھاری لڑکی تھی۔ اگر وہ کہنا کہ لاہور میں
 رکھا جائے گا تو وہ اس کی مرض نہ کرتی۔
 اس پر پوری اسکول میں رشید نے صرف چھ ماہ
 پڑھا تھا جہاں نیلی نے اپنے پیرائے میں جس کی۔ یہ سب نام
 ہوا تھا جس کی اضافی دیکھا کمر میں تھی۔ اس دن میں سرسبز
 نہیں آئی تھی وہ اس کی دستکاری نہیں لگتی تھی۔ حالات
 انہیں صریح لے لے اور صرف بہت سے رشید کے کہنے
 پر وہ اس سے ملنے گفتگو آئی۔ اس نے صاف بتا دیا کہ اس
 کی پردہ پر انتہائی دیکھا کمر میں تھی۔ اس نے اپنے چھاپے علم اور
 ملازمت کے باوجود وہ آزاد نہیں ہے کہ اس کے ساتھ
 ہو کر رہتی جائے۔ وہ نیلی کا بھتیجی کے مسائل کو دیکھ کر وہ
 ہمیشہ برعکس ہوتی تھی اور اپنا پیرو مدد کی طرف کیسے نہیں
 دیتی تھی۔
 اس کے درمیان شادی کے عہد و پیمان بھی ہو گئے
 تھے۔ رشید نے صاف کہا تھا کہ اس کا باپ ایک رکشا
 والا پیر ہے اور اس کی ایک بہن ہے جس کی شادی اس کی
 دیکھ بولی ہے گزرتے دیکھ کر گھر میں تھی۔ اس اور
 بہن کا پیرا کر کے لے لے ان کے پاس انہیں بھی چار لاکھ
 نہیں ہیں۔ چار چار ہو گئے نیلی سے شادی کر کے گاؤں میں کی
 دھن کے بعد۔ نیلی کو دلچسپی نہیں تھی کہ بچہ رشید کو
 صنعت کی ملازمت نہ دینی اور اب کا رکشا دار یا ڈیولڈی لایا
 اور پریشان کی حالت میں اس نے اپنا کچھ کی طرف طور پر
 فیصلہ کر لیا کہ وہ نیلی کو چھوڑ دے گا۔ آخر وہ بک آس
 لگے بھی رہے۔ اس کے معاملات تو حل ہونے والے
 نہیں۔
 حالات تو اس نے زندگی کی بازی ہاکے شیک کر لیے
 تھے لیکن اب اتنی پر ہو گئی تھی کہ کٹ کے نیلی کے خوابوں

نے کہا۔ ”یہ بھوت ہے، پشیں خود سے حاصل کیا گیا
 اعتراف جرم ہے جتنی بات ہے۔“
 بچے نے کہا۔ ”صدقات میں دیا گیا بیان بھی حلف
 نہیں۔“
 ”حلف ہو کے ہو یا توڑ۔ اس کے سر پر ایک کوٹوار
 جھگی، اسے کہا گیا تھا کہ بیان بدلا تو جہاد کی بہن کو عداوت
 شریک جرم بتا دیا جائے گا۔ وہی بہن تھی جس کے لیے میرے
 موکل نے قین کی۔ صرف قین۔ کوئی لکڑی نہ وہ کر سکتا تھا
 نہ اس نے کیا۔“
 اس نے عقدے کی ساری کہانی بدل دی، اسی نے
 نیلوفر کے بیان کی بنیاد پر اصرار کیا ہے والا کہ کس لیے
 بنیاد کر دیا۔ ”محبت اور جنگ میں رعایت تھی۔ نیلوفر نے
 وہ بیان دئی تھا تو کیا کیونکہ میرے موکل نے اس سے شادی
 کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کی وجہ میں عدالت میں
 بیان نہیں کروں گا۔ یہ بعد میں ثابت ہوا ہے ثابت کروں
 گا۔“
 اس نے رشید کے اسحاق کو بھی کڑوا کر دیا۔ ”تم
 کو میری مخالفت کرنی ہے تو خدا کا حلف۔“
 ”تم نیلوفر کو کس میں پسند کیا کرتے ہو، اس نے
 وہی کہا جو میں نے بتایا تھا۔“
 ”میں تم نے اسے مجھ نہیں بتایا تھا۔ یہ وجہ یہی کہ
 تم نے اسے گھرا دیا تھا۔ وہ۔“
 ”یہ غلط ہے۔“
 ”بچہ ہے جو جس جہاد بنا رہا ہے۔ جو عورت نہیں
 بچائی کے بچے پر قتل کر رہا، یا جتنی بھی تم اس کے ساتھ
 اخلاق کے تقاضے پورے کر دے۔ تم کو عداوت دے دو کہ
 نہیں۔ تم نے نیلوفر کی اسے پہرہ ڈال کر دھوکا دیا۔“
 وہ چٹایا۔ ”بکواس بند کر دو، دین ہو یا زہریلا
 ہے۔ نہیں جان بچنے کوئی دلیل۔“
 ”تم اسے حلف کوئی کہتے ہو؟ چلے گئے، ان
 میں سے دو گواہ میں لادو گا جو نیلوفر کے ساتھ اپنے حلق کی
 کہانی سنائیں گے۔ اس نے اگلے دن آگے بڑھ کر بیان
 شروع کیا۔“
 کر شہادت پر دھڑکنے لگا تھا۔ ”مرا چاہے ہو تو
 قانون کے پھر میں مذہب لیا کیوں کرتے ہو؟ کل سر
 جانا۔ نیلوفر کی دس گواہیں تھیں، مجھے سے لے کر، میں آدمی
 روز کھاتا ہوں اور میرا ہے تو بے اپنی سوچ۔ دینا کو بہار
 میں بھوک، نیلوفر نہیں دوسری دنیا میں ہی تھی۔“

شرافت کے پتے۔ تم تو دن بھی لاوارث کیے جاؤ گے۔ وہ
 اس لائے آئے کی نہ بنیں۔“
 اگلے دن اس نے پھر ساجد حسن سے ملنا حضور کر لیا۔
 ”کوئی ایسا رشتہ تو لکھا اس کی عزت پر حرف نہ آئے۔“
 ساجد سر لایا۔ ”وہ کسی نسل آئے گا، ذرا بات آگے
 چلے۔“
 ”کس یوں ہے کہ ساجد کا بیٹا نہیں استعمال کرتا تھا۔
 اس کی شہادت میں تم نے ایک سے بڑے خور دے کر نہ باہر
 تھا۔ تمہارے ساتھ تھا تم اس کے سر کرنے۔ کل کا کیا سوال۔
 ان کے کہنے کی سائل ہے بہن کی شادی کے لیے تم نے وہ
 رقم باسز کو کس پہنچائی۔ وہ دیکھ کر میں حقا حقا کہتا ہوں۔
 اس سچر تھا کہ ان جان کر رہا۔ کس اس کے پاس۔“
 بلکہ نوا، پہلے غلط پوسٹ نام پر مہرٹ حاصل کی۔ پھر تروڑی
 کی لڑکی سے ملو اور اپنا بیٹا دیا شادی ہوئی۔“
 رشید لایا۔ ”بہن کرو ساجد۔ تم کہہ رہے ہو نیلوفر
 نے اس سے شادی کر لی۔“
 ساجد پر محسوس ہوتا رہا۔ ”لیکن یہ سچ ہے۔ سو
 فیصد۔ سو فیصد قدرت اللہ نے اس کا رشتہ حضور کر لیا اور
 نیلوفر نے بھی۔ وہ شادی ہو کے دینی جا چکا ہے۔
 نیلوفر کو اس جرم کے بعد وہ کس کا ساتھ دیتی
 تھا رہا یا نہ وہ اسے شوہر کا۔“
 رشید مڑ کر دیکھا رہا۔ ایک ساجد حسن جو کہہ رہا تھا۔
 واقعی تھا سچ کی ضرورت تھا۔
 ”اس نے بڑے سچے، جس نسل نام ہے اس
 کا۔ شکیل کا کس میں سچر تھا کہ کر لیا گیا تھا والا بیان
 عدالت میں بہرہ دیا۔ شکیل کا بیٹا ہر جگہ تمہارے خلاف
 کام کرتا رہا۔“
 ”اگر اس کا بیٹا نہ ہو تو اب وہ اپنے بیان سے بھر
 سکتی ہے جو وہ بے جا ہے۔“
 ”میں سوہا کر رہی کے اسی ہے۔ اس کے ایک ہم
 باپ سے خوف کوئی نہ ہو۔“ ساجد سر لایا۔ ”اس کے کس میں کا
 رہنے، وہ خوف میرے خلاف میرے موکل کا کوئی بیان عدالت
 میں نہیں ہوگا، وہ عزت سے وہی میں اپار ہے۔“
 ”تم شکیل اسے گا؟“
 ”نہیں شکیل نے اپنے کو بہن بنوائے گی۔ شکیل کا بیٹا
 بولے گا۔ عدالت میں کل کا جرم ثابت نہیں ہوگا، اور نہ شکیل
 بھی آئے گا جرم کے لیے۔ پوسٹ نام پر مہرٹ غلط
 دیا۔ وہ لائے ڈال کر بھی آئے گا۔ کل کا جرم دیکر گواہ تو ہی
 نہیں۔“

اور پھر ایسا ہی ہوا۔ سارے معاملات ملتے ہوئے۔
 رشید کو پھر سال کی سزا ہوئی۔ لیکن اس سے پہلے بہت کچھ
 ہوا۔
 اس کے خلاف تحقیق مکمل ہو چکی تھی۔ پولیس نے
 جالان عدالت میں پیش کر دیا تھا جس میں گواہوں کے نام
 بھی شامل تھے اور اس کا اعتراف جرم میں، ایک مکمل عسائی
 کی صورت کے بعد گرفتار سے ساجد حسن کی عدالت فرام
 کرنے میں گڑا، پولیس اسے تاراج پر لے جاتی تھی اور اسی
 تاراج تک کا جو ٹریل ریجسٹر کر دیا وہیں آجاتی تھی۔ یہ
 سلسلہ آٹھ ماہ سے چل رہا تھا۔ اس دوران میں پورے
 پولیس کے سوج بڑھنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔
 ”دیکھو بھئی۔ یہ خوش قسمتی ہے تمہاری کہ تمہیں
 ساجد حسن سے مل سکیں گی۔“
 ”لیکن وہ تو حلف اٹھا کہ سو فیصد بھوت بلاتے گی
 بات کرتا ہے۔“
 ”انصاف کا نظام تو ایسے ہی چل رہا ہے اور دنیا کے
 ساتھ اب تمہاری اس کی بہت کمیت ہے۔ دینی جہاد کی ضرورت
 مجھ کو بھی اس سے فرض نہیں کہ میرا جیو، اب اسے
 اعزاز دے دو کہ کج کی تربت اسے دینی جہاد پر نہ پڑنا
 دیکل ہوتا تو استقامت اس کا واحد گواہ سے دو چار کر
 سوال کرتا اور اس کی گواہی ہو جانی تو اب پتہ چلے گا کہ
 صرف بیان دے کر کوئی گواہ بناتا آسان کی نہیں۔“
 ”اس نے استاد۔“
 ”نرا ہے۔“
 پورے میں اس کے ایک ہی جہاد ہے کیا۔ ”کوئی جرم
 نہیں کیا تو نہ آئے کوئے۔“ اس کی کوئی دلیل نہیں، پہلے خود
 اس بات کو تو نے دھوکا دیا، اب اسے کوئی دلیل نہیں۔
 وہ اپنا کمال سلٹا رہا اور سوچتا رہا اسی محبت تو
 نہیں میری زندگی کی کرد ہے یا کہ نہیں گواہوں کہ
 ہاں۔ اور چھ ماہوں کی کرد ہے یا کہ نہیں۔ پر انکار نہ کرتا تو
 مرتضیٰ خود بھی ہے۔ وہ وہی سن خوش و غم زندگی گزار سکتی
 ہے۔ اس ایمینان کے ساتھ کہ اس نے بچل کے قانون کا
 ساتھ دیا تو غلط نہیں کیا تو میں ایک ایک انکار سے زندہ رہے
 کا حق کیوں استعمال نہ کروں، وہ وہی کہ ایک ایک رات
 اسے بیدار کر کے جیل کے سامنے پیش کیا۔ اس کے
 کرے میں برقع کا قاب اٹھانے کی بھیجی کی اور وہ کہہ رہا
 تھا۔ ”مولانا صاحب بڑے فرخندہ آدمی تھے۔ جتنی
 خلقت تھی ان کے جنازے میں۔“

عشق و ہونہ۔
 رشید کو کچھ ہی نیلی کا رنگ تھا۔ اس کے
 ہم کام آئے۔ جیل کے داخلے کے شمارے پر نوٹ لکھے۔
 ”ابھر چنگیز۔“ جیل کے میز کے دائیں طرف رکھی
 کر کی طرف اشارہ کیا اور خود کھڑا ہو کر
 نیلی کے سامنے چائے کی پیالی رکھی تھی اس نے
 چھوٹی بھی نہیں تھا۔ یہ بے حد دوس اور خوف ڈھکی۔
 ”سب کا کچھ آئی ہو؟“ رشید نے ہاتھ لگے میں
 پر پھا۔ ”ابھی کیوں نہیں ہو، تمہارے گاڑی کے سامنے نہیں
 آئے؟“
 ”ہاں۔ وہ دراصل ایک ہفتے کے لیے امریکا گئے
 ہوئے ہیں۔“
 ”آئی تو اسے بتائے بغیر آئی ہو؟“
 ”مجھے کسے تو نون لگا تھا۔ اس نے سب کو جان فون پر
 ایک ہفتہ لگا لیا۔ اس نے کہا کہ تمہارا مکمل ہے۔“
 رشید نے ایک کھڑکی ڈالی۔ ”ہاں، یہ ساجد حسن کا فہر
 ہے۔“
 ”اس نے کہا۔“
 ”جھجہ۔“
 رشید کے حلق میں سی آئی ہوئی۔ ”اب کون سا لفظ کا
 رشید ہو گیا ہے سیدم کہ اس آپ کے الزام کے جواب میں
 کہوں کہ میں سے اور ان کے دوسرا۔“
 اس کی آنکھوں میں ہی اور لپکتے میں رقت آئی۔
 ”میری ہی بات دہاتی ہوئی۔ اور مولانا قدرت اللہ مرحوم
 کی۔“
 ”مجھے کی اور کی زندگی ہے کیا۔“
 ”نہیں راجہ راجہ۔“
 رشید نے ہاتھ جوڑے کہا۔
 ”ظلمت اور دھوکا تو کس بھی کر دے گا لیکن وہ
 کاروباری آدمی ہے، فوراً تمہاری جگہ کی اور کو لے آئے
 گا۔“
 ”رشید۔ خدا کے لیے، میں نے کون سی غلطی
 کی۔ سچ بول کے۔ یہ یقینی تو میرا میری زندگی
 مذہب کر دیتا، میری تربیت ہی ایسی تھی۔“
 ”آنسو اس کی
 آنکھوں سے بہنے لگے۔“
 ”کواب کی سزا سے کیوں ڈرتی ہو۔“
 ”حاکم کے سچ بولا۔ اس لیے کہ مجھے محبت پر اصرار تھا میں
 سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اپنی آسانی سے مجھے جلا دے
 حوالے کر دے گی۔“
 ”اکثر نہیں۔“
 ”اکثر نہیں۔“
 جاسوسی ڈائجسٹ 271 اکتوبر 2016ء

جائے سے پہلے وہ مجھ سے کی۔ میں نوں پر کوئی انکسار نہ
 نہیں کرتا کہ جو راز دہو جائے، جانے سے پہلے اس سے کہا
 کہ وہ بیان کرے گا راز نہیں کرے گی۔
 کہ وہ نہیں کرے گا راز نہیں ہو جائے۔
 "اس کی قانونی اہمیت کوئی نہیں۔ اصل بیان وہ مانا
 اتنا جا جو عدالت میں ہوگی۔ میں نے کہا کہ کرنی بی
 اسے آسان نہیں کہ ایک وقت میں آپ مجھ سے بھی کہیں اور
 کسی کی زندگی کو یاد دلاؤں گا۔ میرا ہے کہ میں یہ
 میرے موکل کے پیشکش اور جو پیش دہانے کا خطاب
 بھیجا۔ سوئی اٹھائی ہے، اس کا حساب کیا ہوگا اور حساب
 تو حساب ہوتا ہے۔
 "وہ حساب؟ کیا حساب؟"
 "اس حساب۔ کو یہ حساب کا ذکر تھا تو آپ
 وہ دیکھ کر کہ نہیں ہو گا۔"

HELPLINE: ملک بھر کے ہر اچھے میڈیکل سٹور، ہومیو پیتھک سٹور اور دو خانہ بچہ دستیاب
 042-35789145 & 6.0334-4266255 نسخہ کی صورت میں مارجر
 Email: toptreatments@gmail.com, Website: www.toptreatments.net معلومات حاصل کرنے کے لیے


عشق زہرِ ناک

۲۔ اس دنیا میں قانون کی نہیں لاقانونیت کی مگرانی ہے۔
سب جانتی ہوں میں تم سے بہتر۔“ اس نے ٹکلی آمیز لہجہ
میں کہا۔

”مجھے سے بھرتیوں۔ میں نے چھ سال تک دوسرے
 دیکھا ہے جو آپ نے نہیں سنا ہوگا۔ اور اُن کے لئے ہی جو کسی
 اور کے جرم کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ کچھ اپنی مرضی سے لیکن
 اکثر جرم مشق کے باعث۔ اور ایسے ہی جن کو کوئل کی
 دُنا سے باہر جانا ہے جو چھ گہری کسی قبر میں۔ جب
 رہائی کا وقت قریب آتا ہے ان پر بھی فرحور عائد ہو جاتی
 ہے۔ وہ صرف اپنے لئے زندہ رہیں۔ پانی پینے کے لیے
 ہے۔“

”جیڑا پ رشید صاحب
آپ کا شمار ان میں ہوگا۔“
”وہ کسے؟“
”اس لیے کہ آپ کہہ رہی ہیں؟“
”نہیں۔ اس لیے کہ میں کہہ رہی ہوں۔ سادہ سادہ
تایا کہ آپ کی رہائی کے لیے جب احکامات معمول ہوئے
تھے، ان پر کسی کے خلاف بھی تھے۔“
”نہیں، یہ بھی بتایا کرتا تھا۔“

”وہ مجھ کو تھا۔ میں نے وزارت داخلہ سے تصدیق کی اور قتل ہے میرے پاس۔“

اس نے سر اٹھایا۔ ”اس سے فرق نہیں پڑے گا میں

”میں نے اپنی سبکدوشی کے ساتھ کام کرنا نہیں سیکھا رشید صاحب..... امید ہے دنیا قائم ہے، نامہ امید ہی نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو وہ چار دن بھی چھٹی پڑے۔ لیکن آپ کی رہائی کو وہ چار دن جاسکتا۔ میں جی ہوں کہ..... اسی ہفتے کے دوران آپ کو رہائی مل جائے گی۔“

نشاط کے لہجہ کے احاطہ کرنے سے متاثر کیا۔ ابھی اس کی عمر زیادہ نہیں تھی اور وہ ایک مختلف دنیا سے تعلق رکھتی تھی۔ حالانکہ وہ کمر لٹنے سے توجہ اور احاطہ کرتا تھا۔

کے بچے میں بھی لیکن فکر معاش سے آزاد تھی اور اسے باپ کے اثر و رسوخ کی ضمانت بھی حاصل تھی۔ دور رشید کی دنیا کے مسائل کو ایک تماشائی کی طرح دیکھتی تھی۔ اس کا حصہ بھی نہیں بنتی تھی۔

”ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔ لگتا ہے تم کو میری باتوں پر اعتبار نہیں۔“ وہ رشیدی جذبات سے عاری نظروں کی تاب نہ لاسکی۔

رشید نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”نیکیا بات ہے مں“

ہے مس نشاط یہ بھی۔۔۔۔۔ یوں کہنے کو کام کوئی نہیں ہے تو نیک
نامی کی پہلنی کمانی ہیں۔۔۔۔۔
اس نے برا نہیں مانتا۔ ”اکڑ لوگ بھی سمجھتے ہیں، فکر
معاشرہ مجھے واقعی نہیں ہے۔۔۔۔۔“

”شوہر کی ابھی کمائی ہوئی۔ آپ نے یہ قفل بے کار میں اختیار کر لیا۔“

خیال تھا کہ وکالت کروں لیکن والد نے روک دیا کہ یہ
جھوٹ فریب لالچی کی بنیادوں پر ملنے والا کام مت کرو۔ وہ
زمیندار ہیں اور سیاست وال بھی..... لیکن تعلیم یافتہ اور
ہمارے ملک کی حاکم وادارہ سیاست سے دور ان کے

مشورے پر جس جنس صاحب سے فی اور ہم نے ایک
گروپ بنایا۔ بے شک ہم اس نظام کو نہیں بدل کے نہیں
مجھے یہ سکون تو حاصل ہے کہ اس کو پر حوث نہیں کر رہی
ہوں۔ ہم نے جیل میں عورتوں، بچوں کے ساتھ ہونے
والے مظالم، غیر قانونی اور غیر انسانی سلوک پر میڈیا میں
آواز اٹھائی۔
"اور اس سے یہ مطالبہ ہو گئے۔" "رہے جی سے

یوں۔
 ”ہم نے مردوں کی جہلیں میں بھی کام کیا۔ عید، ہر عید
 پر ان کے لیے تحائف لے کر گئے۔ جن کو ان کے اپنے سبک

اس نے فضا کو نظر بند کر دیا۔ "آپ کو معلوم ہے میرا جرم کیا تھا؟"

فضا نے اقرار میں سر ہلایا۔ "ساحہ نے مجھے بتا دیا تھا۔"

"کھسا اس نے بتایا تھا کہ میں نے ڈاکہ ڈالا تھا اور کئی

کیا تھا لیکن نہ کوئی ثبوت تھا اور نہ چشم دید گواہ..... جس کی گواہی پر مقدمہ بنا تھا اسے بلیک میل کر کے منحرف کر دیا گیا۔“

وہ کچھ دیر ایک چھٹی کو دھتتے رہی جو دیوار پر آہستہ آہستہ رنجی ایک مٹی کو کھار کرنے بڑھ رہی تھی۔ ”آپ کے خلاف تمام بازاءات کو عدالت نے مسترد کر دیا تھا۔ میرے لیے یہ کافی ہے اب آپ کی رہائی کیوں نہیں ہو رہی

”اس کی ساجد نے کوئی وجہ نہیں بتائی، آپ کو نہیں معلوم ہے؟“

”جیل کے اندر وجہ نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں

اس کی نو جوانی تو گزرتی تھی لیکن جوانی کے بعد کی منزل ابھی

دور کی۔ اس کے سانوں نے رنگ میں ایک بڑی پرنسپل
چنگھی اور اس کا بھرا جسم تناسب کا شاہکار تھا جس
کے نمایاں کرنے میں اس کے بظاہر سادے مگر بدن کے

ساپچے میں کسی ماہر درزی کے ہاتھوں ڈھالے گئے لباس کا بہت قفل تھا۔ اس سالوے پن پر ہلکا زردی مائل زردی کا کپڑا روشنی کی طرح دکھتا تھا۔ رشید نے اسے پہلے بھی نہیں دیکھا تھا مگر نہ جانے کیوں اسے چہرے کے نقش مانوس

لگتے تھے شاید اس میں کسی ایٹھریسی کی مشابہت ہوگی۔
وہ رشید کو لپک کر اٹھی۔ رشید نے اسے روک دیا۔
"آپ بیٹھی رہیے۔"
میں وہ بیٹھ کر کنارے پر سر ہانے کی طرف ہو گئی۔
وہ بیروں کی طرف اس سے چٹا ہوا نور دکھایا۔ "میں نے
آپ کو نہیں پہچانا۔ کسی نے مجھ سے آپ کو؟"
وہ پرسوں لکھے میں ہوئی۔ یہ خیال کیوں آیا آپ

”وہ نیلی..... میرا مطلب ہے نیا دفر..... اس کا شوہر..... میری بہن یا بہن..... اور کون جانتا ہے مجھے۔“

”جیسے کہ کسی سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ میں نشاط ہوں، نشاط سلیم۔ میں ایک دلیل بھی ہوں۔“

”مجھے تو اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ ساجد نے مجھے چاہیے ہے بری کر دیا ہے۔“

”مجھے معلوم ہے۔ اور ساجد نے ہی مجھے آپ کے

اس جیسا ہے۔ میں ایک این جی اوز کے سچے کام کرنی
ہوں۔ سپریم کورٹ کے ایک سابق جج اس کے سرپرست
ہیں۔ وہی جہادری رہنمائی کرتے ہیں۔ اس کے ایک رکن

ماجد حسن بھی ہیں۔ وہ جنیل کے اندر لاوارث افراد کے کیس
پیٹے ہیں اور ہمارا دوسرا شعبہ ان لوگوں کو رہائی دلواتا ہے جو
اپنی جنیل کی سزا کاٹ چکے لیکن جرمانہ ادا کرنے کے قابل
نہیں ہیں تو اضافی سزا سمجھتے رہے ہیں ان کا جرمانہ ادا کر دیا

”آپ کا تعلق کس طبقے سے ہے؟“ رشید نے کہا۔
”ہم قبیل کے اندرونی طبقہ کا کام کرتے ہیں۔“

رشیدی سے سکرایا۔ "جنمیں میں ویغیر..... کیا لطیفہ

یغافہ، ذراؤں کے خوابوں کا روپ دھاری کی سی۔ وہ دلیلتا تھا کہ رانی کی لاش پینڈے پر پڑی ہے اور وہ لیوا لودہ ہاتھ میں بھلے لیے رانی کی کھلی آنکھوں کا سوال دیکھ سکتا ہے۔ اب کیا تم آزاد ہو جاؤ گے۔ میں نے کہا تھا نا کہ مجھے اپنے ساتھ

کے چہرہ اب میں نہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی دینا
کسی اور سے کیا تو قہقہہ لیکن بہن نے اسے بہت مایوس کیا تھا۔
یہ اسی کی زندگی آباد کرنے کی خواہش تھی جس نے رشید کو

یہاں چپکایا دیا تھا۔ ورنہ وہ آج بھی باپ کے گھر میں بیٹھی آئیے میں اپنے سفید ہوتے بالوں کو دیکھتی رہتی اور ماں باپ اس کے غم میں گھلتے رہتے، بے شک شادی کے بعد عورت مجبور ہو جاتی ہے، کیا تھا اس کے شوہر نے ایسے بھائی

یہ نیکو ہونے پر اسے نکال دیا گیا، اس پر پابندی ہوئی
 ورنہ وہ بھائی سے قطع تعلقی کیوں کرتی۔ یہ بھی رابطے کے
 لیے ناروے میں ہے، وہ کہیں سے فون کر سکتی یا کوئی رشتہ رکھ سکتی
 تھی۔ چاقو تو کسی کو تھامے بغیر نہ لے سکتی تھی۔
 پروفسر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا کہ وہ چونکا۔
 "بھئی ملاقات آتی ہے۔"
 وہ پروفسر کو دیکھتا رہا۔ "بھئی ملاقات؟ کون
 کون

اس کی نظر میں دوجہ بے روشن ہوئے۔ ایک نیلوفر کا

دوسرا اس کی تکلیف کا۔ ٹیڈ فرونی سے اب کیوں آئے گی، دوسری
ایک رشتہ باقی ہے جو اس کے شوہر نے اپنی فتنے داری
لایا ہے۔ یا سبین؟ جس کے بارے میں وہ سوچ رہا تھا۔ وہ
ہستہ آہستہ طاقتوں کے کمرے کی طرف بٹلے گا۔ اس
نے جالی سے باہر دیکھا تو اسے شہا سپرو کوئی بھی ٹھہرنا آیا

”لیکن کون نے آیا ہے محمد سے؟“

ساجد حسن جلدی میں تھا۔ "جاکے دیکھ لو۔" اور پلٹ کر باہر کی آواز دینا جس کم ہو گیا۔

دور ہو جانے والا وارڈن اس وقت وہاں اکیلا بیٹھا تھا۔

اوسے شیدے..... یہ لون ماسوں آجی آج..... یار اپنا

لاہور سے انجم خان کی ناراضی

2 اکتوبر 2016ء

"میں رشید پول رہا ہوں۔ سینٹرل جیل ہے۔"

جاسوسی ڈائجسٹ

نکلیں کے۔ اور کیے ساتھ رکھے تھے۔ میرا تمہارا کوئی

28 اکتوبر 2016ء

وہ کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا۔ رانی اٹھی اور وہ کسی

جاسوسی ڈائجسٹ

عشق زہرِ ناک

”جیسا کہ پہلے سے چکھوئے والہ ابھی نہیں۔“
 ”میں نے سوچا ہے۔“ برادیر نے سر تپکاتے ہوئے کہا
 ”میں نے یہ سوچا ہے۔“ تو اس کی یہ کہہ کر جا
 سکتا ہے۔
 ”کیا مطلب؟ میں اس کے شوہر پر کون کر دوں؟“
 برادیر نے کہا۔ ”اوہ! میں یاد۔ وہ چاہے تو خود ہی ہو
 سکتی ہے۔ اور اسے سوچا جاتا ہے۔ ایسے زندگی نہیں گزار
 سکتی۔“
 ”تم بہت آگے کی سوچ رہے ہو۔ ابھی میں کیا کروں
 سکتی ہوں؟“

”وہی جو ایک باپ کو کرنا چاہیے۔“ وہ ہنسا۔
وہ منہ پھیر کے لٹ گیا۔ ”تم مذاق ہی کر سکتے ہو

”اگر وہ خود ہیہ ہو تو پر راضی ہو جائے تو خواہر سے
اس کو یہاں سے جانا ہوگا۔ سرکاری رائلٹس گاہ دوسرے جنگل
کے لیے کافی رائلٹس دے گا۔ چار بیسے ویس دن حدت
کے گزرتی۔ چار تہ شادی کر چکے۔“
”لاحول والافور۔۔۔ میں اس فاحشہ سے شادی
کروں گا۔ میرے بچے کی ماں بنے کہ وہ مجھے بیک میل
دے گی۔“

”جیسے تو تمہارا ہی برخورد اور یہ تم کی جانتے ہو
اچھا ہوتا اگر وہ سنواری ہو یہ سن جاتی، مگر اب اس کا کیا علاج
کہ وہ سچ سچ تمہارے عشق میں مبتلا ہے اور پاگل ہو
گئی ہے۔“

”عشق کی ایک طرف ہوتا ہے، لیکن جو شریک
فریادوں کو سمیٹتی ہے۔“

”مگر یہ جتنی زندگی ہے مجھ سے..... یہاں ایسا ہوتا ہے کہ کل تو نیلیر کے لیے وہاں تھیں مگر پھر تو نے اپنی دلجوئی پر خود ہی قابو کیا تھا۔ وہ اتفاق سے پھر مجھ کو تعجب کا دوسرا دن شروع ہوا کیونکہ اس وقت میرے پاس جیسا تھا اور تو اسے حاصل کر سکتا تھا لیکن دوسرے دن راؤنڈ میں نیلے نے اپنے جذبے کو کنٹرول کر لیا کیونکہ تم ہو اس سے۔“

”مجھ کو کیا بات کہیں ہوا استاد۔“ وہ جھلکے کیوں۔
 ”دیکھ۔ وہ خوب صورت اور جوان ہے۔ ایک
 محبت کرنے والی بیوی قسمت سے ہی ملتی ہے۔ وہ دولت مند
 بھی ہے، باہر جا کے اس سے شادی کر لینا۔ ہنسی خوشی بچے
 پالنا اور زندگی گزارنا۔ گناہ تو کر کے نام۔ اللہ معاف
 کرنے والا ہے۔ تو مجبور تھا، اس لیے مجبوری تھی تجھے۔“

چاہے۔ میں بھی تمہاری روکات کر رہی ہوں۔" وہ تنگی سے بولی۔

"میں نے کہا تھا کہ میں بھی جان روک لیں۔"

"تو کیوں؟ تم تو جانتے ہو کہ ڈسٹرے کیوں ہوا؟ کیا تمہیں خطرہ ہے کہ کوئی اپنی بات نہیں کہے؟"

"مجھے اس کی بات نہیں رکھنے کی تھی میں بلایا۔" "تمہیں اس کی بات نہیں مسم نہ لپا۔"

"کوئی اپنی بات سمجھ رہی ہے۔"

"ذاتی مجبوری؟" "جوابی ہے بولی۔" "یعنی تم تو خود باغی نہیں چاہتے یہاں سے۔ کیوں؟"

"میرے گھر کے اوقات۔ تیار ہو آؤ گے۔"

وہ خاموشی سے چائے پیتے رہے۔ چاچا کے کپ پر
جھجھکانے والی جھل میں ایک کھمبی ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ نشاط
نے اچانک کہا: ”اے کھاد کھورے ہو؟“

وہ چٹکا اور عجیب کر بلا۔ ”جو نہیں ہے۔ میں نے
 متنی ساڑی اور یہ کانوں میں جو تھے دائرے بہت اچھے
 لگ رہے تھے مجھے وہی دیکر ہوا تھا۔“
 رشید نے لٹاؤ کے ساتھ سر پرک کا ڈاکر نہیں کی جس
 پر ہر رنگ زیادہ دکھائی دیا۔ لٹاؤ کے رخساروں پر خفیف سی
 سرخی تھی اور اس کی نظر بھی گئی۔ ”میں اب چلتی ہوں۔“

وہ بھی کھڑا ہو گیا۔ ”جانتے ہیں، شاید ایک دو دن میں۔“
 ”اے کوئے، تین دن۔“ پھر جس شخص صاحب کو بتا
 دیں گی۔ قانونی اور اخلاقی طور پر اب مجھے جواب دہ
 اجازت و درگزر نہیں۔ تم دیکھو کہ مجھے پوری بات سمجھ گئی
 تو۔ اور ظاہر ہے پہلے ہی تمہارے لیے غمزدہ ہوا جانے
 گا۔ خدا خواست کوئی ایسی دیکھ بات ہوئی تو کسی ایک لمحہ نہیں

جائے گا۔ ہر نظام ان لوگوں کو جتھلے دیتا ہے، وہاں سے کسی انگوٹھی ہوئی کسی کو لٹھلے کر دیا جائے گا اور بس۔“

رشید اسے جاتا دیکھ رہا۔ معاملہ طلت الزہام ہو گیا تھا۔ بیان اخبار میں نہیں گیا تھا مگر شرف نے چاہا کہ بتا دیا تھا کہ وہ سب جاتی ہے اور چاہا جاتا ہو گا کہ وہ کون ہے۔ اور کیا کر سکتی ہے۔

رات کو اس نے اپنے اپنے فریور کو سب بتا دیا۔ وہ
سنگریٹ چٹا اور بارہ سٹار رہا۔ "جنگلی کی بیوی کو لے کر
جھاگتا تو خود کو خواہیجین جرم میں ملوث کرتا ہے۔"
"مجھے معلوم ہے۔" وہ چڑکے بولا۔
"معلوم ہونے سے فرق نہیں پڑے گا۔ تو نے کچھ
سوچا ہے۔ مسئلہ کسے حل ہوگا؟"

[illegible]

”اس کا جواب تو جیلر صاحب ہی آ کے دیں گے۔“
 ”انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ رہائی کے جوا حکامات
 پہنچ چکے ہیں۔“

”یہ ممکن نہیں، بہت اوقات نادانستہ ایسا ہو سکتا ہے مگر یہ بات بھی بہت پرانی ہو گئی۔“ اور ”اُس نے چند صفحات پلٹ کے کہا۔“ ”یہ دیکھیے، مسائل انکام کی تعداد بتی شدہ نکل گئی۔ اُس پر غصہ ہو گیا اور یہ بھی ایک ہفتہ پہلے ارسال کی گئی تھی۔“

اور اہل نہیں، وہ اپنی صاحبہ ہوتے تو جواب دیتے۔
 ”پھر خیر صاحب کی جگہ آپ کی بیٹے ہیں، آؤ خود
 کہاں ہیں۔“ لفظ کی آواز میں دیکھ کر اصرار کا لہجہ اور
 بے خوفی تھا۔
 ”وہ تیار والد کو کہنے کاؤں گئے تھے ہر بیٹے کی
 شام مہاتے تھے تو اتوری شام کو آتے تھے لیکن میں

میں نے اپنے دل کی بات کہی اور آپ نے جواب دیا۔ "جواب دی خود تے دار کر کے گئے۔"

لڑکھانے کا دل بند کر دی۔ "کیا آپ مجھے اجازت ہے کہ میں رشید سے اکیلے میں بات کر لوں، آپ کی برائی ہوگی۔"

چاہتا ہے سر ہلایا اور اٹھ کے باہر چلا گیا۔ کیتھن نے
پائے والا سین کب رکھ کے گل گیا تو شام نہ کہا۔ ”کیا
تھو قہر تھا گل فون کر کے کہنے کا کہ میں بیان اخبارات کو
باری نہ کروں؟“

”بیری کچھ مجھ پر تھی۔“

”کیسی مجھ پر۔“ جس سے مجھ سے نہیں جھٹکا

”میں بہت جھوٹ کر سنی ہوئی ایک نیکو ایک جن میرے
 قبضے میں ہے۔“ اس نے کل اُنہوں سے دیکھ کر جھکا۔ ”وہ
 جن میرے اشارے پر کسی کو سنی بھی سکتا ہے۔ یہ ہو سکتا
 ہے کہ تم جھوٹ دوسری دنیا میں بھی جاؤ۔“

”جانان، کیا ڈراما سنی ہے؟ میں نے اس پر آمرو چھینیں
 طلاق دینے پر راضی ہو تو اور بات ہے مگر وہ ایسا بھی نہیں
 کر سکتا۔“

”تو ایک ہیو سے خوشیاری کر کے اس کے ساتھ رہو
 سکتے ہو۔ صرف چاہ سینیے دن دن کے بعد۔“ وہ دھیرے کی
 آواز میں اس کے پاس ڈال کے کڑبات ہے ماری کے لیے

بولی۔ رشید کو اس عورت سے خوف محسوس ہوا۔ وقت کی سرنگ ہرگز رتے دن کے ساتھ ٹک ہوتی جا رہی تھی۔ آخری کنارہ ابھی دور تھا۔ باہر کی روشنی کون دیکھے گا۔ سب غیر چینی

ہو گیا تھا۔

انگلادین نے یقینی کے خلاف مگر واجب دہ کی جھوٹے
کھینچے اور کسی فیصلے پر پہنچنے کی تاہم کوشش میں بیٹھا رہا۔
دو پہر کے قریب اس کی وارڈن آفس میں ٹپھی ہوئی۔ قتل
پر ششمنٹ کی عدم موجودگی میں وہ تمام اہمیات کا مالک
تھا کیونکہ اسے مظلوم وجہ کی بنا پر کاروبار پر رشید کے ساتھ
تعلق تھا۔

فساد اور بدکرداری و بے وفائی کی اس دنیا میں بالکل مسشت
نہ تھا۔ یہاں تک کہ ان کی فوری جہنم میں پہنچا دینا کی بنا پر
مہر کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ ان کی جہنم کے لیے تیار ہو چکا تھا۔
ان کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ ان کے لیے تیار ہو چکا تھا۔

چاہا تھا اور سب اس کے وجود کو قیمت شمار کرتے تھے۔ دو سال بعد رشید کو اندر کے ایک شخص نے بتایا کہ اس کا ایک بیٹا تمہاری عمر کا اور کچھ تھرا مارا، حمل بھی جوڑھر چھوڑ دیا تھا اور دوبارہ آپا تو وہرے گل کے عمر کی حیثیت سے..... چاہا اس کی کوئی دھند نہ کر سکا اور ایک دن ایسا آج آپ اس نے بھی اس کے بعد بیٹے کی لاش وصول کی اور اسے دفن کر دیا۔

کسی نے اس کی آنکھ میں ایک آنسو نہیں دیکھا۔ کسی نے اس کو کیا تو اس نے نیکی کہا کہ قانونِ توبہ کے لیے ایک ہے۔ چٹا ہیرا ہو یا کسی اور کا۔ ڈیڑہ پندرہ سو جنٹل جیل کی پوسٹ چھ ماہ سے خالی پڑی تھی۔ آخری ڈیڑھ کو کسی سیاست داں کے حاصلِ بندے سے ماہِ جاہِ حرمانات واپس لینے کے جرم کی سزا میں بلوچستان کی جیل میں بھیج دیا گیا تھا۔

